پہلا پارہ

تفسیر تجلیاتِ قرآن

تالیف

پروفیسر سید عبدالرحمٰن بخاری

الہدیٰ فاؤنڈیشن ٹرسٹ

Marfat.com

تفسیر تجلیات قرآن

(پہلا پارہ)

پروفیسر سید عبدالرحمٰن بخاری

امہ فاؤنڈیشن (وقف)

عالمی تحریک سیرت پاکستان

جامع مسجد عکس گنبد خضراء، نہر پل مال روڈ لاہور

Marfat.com

154662

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

سلسلۂ مطبوعات اُمہ نمبر ۱۸

کتاب : تفسیر تجلیات قرآن (پہلا پارہ)

مصنف : پروفیسر سید عبدالرحمٰن بخاری

حفظِ قرآن حکیم، درسِ نظامی، تخصص،

ایم۔اے ،ایل ۔ایل۔ ایم (گولڈ میڈلسٹ)

طبع اول : مارچ ۲۰۰۶ صفرالمظفر ۱۴۲۷ھ

ہدیہ : دعائے خیر برائے مصنف ،ناشر ،معاونین

ناشر : سید احمد عزیز بخاری

اہتمام : اُمہ پبلی کیشنز (اُمہ فاؤنڈیشن وقف)

توزیع : عالمی تحریک سیرت ، پاکستان

رابطہ : ۱۔ سید احمد عزیز بخاری، ۲۹۔ڈی، سبزہ زار، لاہور

فون نمبرز: 092-300-4924263, 03214612982

۲۔ جامع مسجد عکس گنبد خضرا، نہر پل، مال روڈ، لاہور

۳۔ اُمہ سیرت سنٹر، تائی وائی، شاٹن، ہانگ کانگ

فون نمبر : 0852-63409165

Marfat.com

ہمیشہ جاری رہنے والی نیکی کمائیے

قارئین محترم! آپ جانتے ہیں، کچھ نیکیاں صدقۂ جاریہ ہوتی ہیں..... ایسی نیکیاں جو کبھی ختم نہیں ہوتیں..... ہمیشہ باقی رہتی..... دن بدن بڑھتی، پھیلتی..... اور سدا پھلتی پھولتی رہتی ہیں..... ایسی ہی ایک نیکی ہے؛

''مخلوقِ خدا کی اخروی بھلائی کے لئے کام کرنا..... یہ کام ہے تبلیغ کا..... اور تبلیغ کی ایک بہترین صورت ہے..... اچھی کتابیں فی سبیل اللہ بانٹنا اور زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانا''

یہ کتنی بڑی نیکی ہے..... شاید آپ کو اس کا اندازہ نہ ہو ..... یا کبھی آپ نے اس پر سوچا ہی نہ ہو..... یاد رکھیے! اچھی کتاب ہمیشہ باقی رہتی ہے ..... دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلتی ہے..... اور یوں نسل در نسل لوگوں کی زندگیاں سنوارتی ہے.....حدیثِ پاک میں ہے ؛..... ﴿ اچھی بات دوسروں تک پہنچانے والے کو اس پر عمل کرنے والوں کا ثواب بھی ملتا ہے ﴾

ذرا سوچئے میرے بھائی!..... اگر آپ کوئی کتاب چھپوا کر مفت تقسیم کرتے ہیں ..... اور وہ دنیا بھر میں پھیلتی ہے..... تو نہ جانے اس سے کتنے لوگوں کی زندگیاں سنوریں گی..... اور سب کا ثواب آپ کو ملے گا .....پھر جب تک کتاب باقی رہے گی.....نسل در نسل بے شمار لوگ اسے پڑھتے اور عمل کرتے رہیں گے..... اور آپ کو ثواب پہنچتا رہے گا .....

Marfat.com

قارئین محترم!..... پہلے پارے کی یہ تفسیر میری طرف سے اپنی والدہ مرحومہ کے ایصالِ ثواب کے لئے ''وقف فی سبیل اللہ'' ہے..... آپ چاہیں تو اسے چھپوا کر مفت بانٹیے ..... اور بے حساب نیکیاں کمایئے..... اگر آپ خود نہ چھپوا سکیں تو ہم سے رابطہ کیجئے..... اس کے لئے آپ فون ، فیکس، ای میل، SMS یا خط کوئی بھی طریقہ اختیار کر سکتے ہیں.....

برائے رابطہ:

۱۔ ای میل۔ syed_bukhari61@hotmail.com

۲۔ SMS کے لئے موبائل نمبرز۔

پاکستان 092-300-4924263

092-321-4612982

ہانگ کانگ 0852-63409165

۳۔ سید احمد عزیز بخاری،

مینجر اُمہ پبلشرز۔ ۲۹/ ڈی سبزہ زار، لاہور

☆ ☆ ☆

اس کتاب کی طبع اول کے اخراجات محترم سید جمیل راغبی چیئرمین پاکستان ٹریڈرز ایسوسی ایشن ہانگ کانگ نے برداشت کیے ہیں جس کے لیے راقم الحروف دل کے اتھاہ گہرائیوں سے ان کا شکر گزار ہے۔ اللہ کریم ان کے اس جذبۂ اخلاص کو حسن قبول سے نوازے اور ان کی دینی کاوشوں کا نکھار اور بڑھائے۔ (آمین)

Marfat.com

انتساب

غارِ حرا کے اس سرمدی لمحے کے نام!

جب سید کونین، دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل، رحمت عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بارگہ الٰہی میں حضوری کی معراج پر تھے۔

"اور جب خدائے ذوالجلال نے"

اپنے حسن بے پایاں کے انگنت جلوے، اپنے عطاؤں کے سمندر کی سب بیکراں موجیں اور اپنی چاہتوں کے، پیار کے سارے اجلے موسم

"قرآن کے حرفوں میں سمو کر"

اپنے محبوب مکرم، سید عالم ﷺ کے سینۂ اطہر پہ برسانے شروع کیے اور پھر وحی الٰہی کی یہ برکھا پیہم برستی ہی رہی تا آنکہ

"سارا قرآن مصطفیٰ ﷺ کی اداؤں میں ڈھل کر"

رہتی دنیا مخلوق کی رہنمائی کے لئے عظمت کردار کا ایک البیلا سورج زندگی کے ہر افق پر جگمگانے لگا۔

Marfat.com

Marfat.com

قارئین محترم!

اُمہ پبلیکیشنز، اُمہ فاؤنڈیشن (ٹرسٹ) کا ذیلی ادارہ ہے...... یہ علم و دانش کے فروغ...... اور جدید اسلوب میں دینی لٹریچر کی اشاعت کے لئے قائم کیا گیا ہے...... ہمارا ماٹو :...... جدت...... معیار...... اور خدمت

ہم قارئین کو معیاری کتابیں ارزاں قیمت پر مہیا کرنا چاہتے ہیں......دعوتی لٹریچر کی مفت تقسیم بھی جاری ہے......اس سلسلہ میں ''اُمہ ریڈرز کلب'' قائم کر رہے ہیں...... یہ ملک بھر میں اپنی نوعیت کا منفرد اور مثالی کلب ہے جو ان شاء اللہ فروغ علم و دانش کی ایک تحریک کے طور پر کام کرے گا......

اگر آپ ہماری کتابیں پچاس فیصد رعایت پر...... اور مفت لٹریچر کے علاوہ دیگر مراعات اور فوائد حاصل کرنا چاہتے ہیں تو...... کوپن بھر کر اوّلیں فرصت میں بھیج دیجئے...... آپ سادہ کاغذ پر بھی اپنے اور چند دوستوں کے ایڈریس لکھ کر بھیج سکتے ہیں...... پتہ: **اُمہ پبلیکیشنز، 29-D سبزہ زار لاہور**

نام ---

مستقل پتہ ---

موجودہ پتہ ---

چند دوستوں کے نام ---

Marfat.com

مصنف کی چند دیگر تصانیف

☆ تیس دن قرآن کی آغوش میں

☆ معراجِ فقر

☆ پانچ منٹ زندگی کیلئے

☆ اپنا رزق بڑھایئے

☆ اسلامی آداب

☆ کربلا - معراجِ عشق

☆ اسلامی قانون کا نظریہ مصلحت

☆ خوشبو کے دریچے

☆ اسلام اور جدید میڈیکل سائنس

☆ لمعات قربانی

☆ خطبات سیرت (زیر طبع)

☆ اسلامی ریاست میں نفاذ عدل کے ادارے

☆ القصاص فی الفقہ الاسلامی (ترجمہ)

☆ فقہ اسلامی کی تدوین نو

Marfat.com

پانچ منٹ زندگی کے لئے

ایسی کتاب :

☆ جو اسلام اور جدید میڈیکل سائنس کا حسین امتزاج ہے

☆ جو اپنے انداز کی سب سے پہلی اور اچھوتی کتاب ہے

☆ جس میں زندگی گزارنے کا بہترین ''نظام عمل'' دیا گیا ہے

☆ جو اپنی آغوش میں روحانی، سماجی اور معاشی نکھار کا سامان لئے ہوئے ہے

☆ جو روحانی طریق علاج پر ایک انتہائی نادر کتاب ہے

☆ جس میں دنیا کی جدید ترین تھیراپی کو عملاً برتا گیا ہے

☆ جس کا ماٹو یہ ہے:

''صرف پانچ منٹ روزانہ نکالئے، آپ کی زندگی سنور جائے گی''

تو لیجیے قارئین محترم!

☆ ایک بار اس کتاب کو پڑھ کر اور برت کر تو دیکھئے

☆ امید ہے اس سے آپ کی زندگی میں خوشگواری آئے گی

Marfat.com

پروفیسر سید عبدالرحمن بخاری

مؤسس عالمی تحریک سیرت ، امہ فاؤنڈیشن (ٹرسٹ)

کی اچھوتی تصنیف

اپنا رزق بڑھائیے

☆ موضوع پر سب سے پہلی اور انوکھی کتاب

☆ دل موہ لینے والا اسلوب ☆ ہر گھر اور ہر فرد کی ضرورت

☆ وہ سب کچھ جو آپ کو چاہیے

☆ معاشی پریشانیوں کا حل ☆ رزق بڑھانے کی عملی تدابیر

☆ اوراد و وظائف ☆ تجارت اور کاروبار کے گُر

☆ اور بہت کچھ

Marfat.com

عاشقانِ رسول ﷺ کے لئے اکیسویں صدی کا لازوال تحفہ

سیرت طیبہ پر امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے معارف و افادات
سے ماخوذ کئی ضخیم جلدوں پر مشتمل ایک شاہکار کتاب

آفتابِ ہدایت ﷺ

تحقیق و تالیف: پروفیسر سیّد عبدالرحمٰن بخاری ناشر: اُمہ فاؤنڈیشن (وقف)

جلد دوم اور سوم زیر طبع ہیں۔ ان میں شامل مباحث کے چند عنوانات
دیکھئے:

۱۔ جہانِ آب و گل کی آرائش محمد ﷺ ہیں
۲۔ حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے
۳۔ نباتات کی دنیا میں حضور ﷺ کے جلوے
۴۔ پانی ایک پرتوِ نور محمد ﷺ
۵۔ عالم حیوانات اور مصطفیٰ ﷺ کی برکتیں
۶۔ فرشتے نور مصطفیٰ ﷺ کی کرنیں ہیں
۷۔ آسماں کی بلندیاں جلوہ گہ مصطفیٰ ﷺ میں
۸۔ جنت کے دروازے پر پہلی دستک
۹۔ ستارے کہہ رہے ہیں، مصطفیٰ ﷺ آئے
۱۰۔ لامکاں کی رفعتوں میں نقش ہے عظمت تیری
۱۱۔ سراپردۂ عرش میں نورِ مصطفیٰ ﷺ

Marfat.com

۱۲۔ عالم فطرت اور تجلیات مصطفیٰ ﷺ

۱۳۔ زندگی کا ہر شرف ذاتِ مصطفیٰ ﷺ کے لئے

۱۴۔ کرم کے سب خزانے بانٹتے ہیں مصطفیٰ ﷺ

۱۵۔ حضور ﷺ دلوں میں زندگی کے جواہر اُنڈیلتے ہیں

۱۶۔ احکامِ شریعت سپرد اختیارِ رسول میں

۱۷۔ بعثت انبیاء اور نوعِ انسانی کی تقدیر

۱۸۔ تذکرۂ انبیاء-چند تاباں حقیقتیں

۱۹۔ کونین ترے انتظار میں

۲۰۔ ہر طرف بعثت مصطفیٰ ﷺ کا چرچا

تاجرانہ رعایت پر کتاب حاصل کیجئے

☆ اگر آپ گھر بیٹھے تاجرانہ رعایت پر یہ کتاب اور پروفیسر بخاری صاحب کی دیگر تصانیف حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اوّلیں فرصت میں درج ذیل طریقوں سے رابطہ کیجئے اور اپنا نام، پتہ، ای میل، موبائل نمبر ارسال کیجئے:

☆۔ ای میل

syed_bukhari61@hotmail.com

☆۔ SMS کیلئے موبائل نمبرز:

0092-300-4924263, 0092-321-4612982

☆۔ بذریعہ ڈاک اپنا نام و پتہ ارسال کیجئے۔ ایڈریس یہ ہے۔

مینیجر اُمہ پبلشرز۔ ۲۹/ ڈی سبزہ زار، لاہور

☆☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

Marfat.com

يا ربِ بالمصطفىٰ صلى الله عليه وسلم بلغ مقاصدَنا
واغفِرَلنا ما مضى يا واسعَ الكرم

مولاى صلِّ وسلم دَائما ابدا
علىٰ حبيبِك خيرِ الخلقِ كلهم

Marfat.com

سجدۂ حضوری

ألحمد للّٰہ حمداً یوافی نعمہ و یکافئ مزیدہ، لا أحصی ثناءً علیک، أنت کما أثنیت علی نفسک

ازل سے ابد تک سب تعریفیں بس ''اُسی'' کو زیبا ہیں..... ''وہ''..... کہ جس کی ذات ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی..... جس نے سب کو بنایا اور سب کا پالنہار ہے..... جو سب کو، سب کچھ، ہر پل بخشے..... ہر بے جان کا روپ نکھارے، ہر جیون کا نقش اجالے..... ''وہ'' جس کی شان یکتا اور یگانہ ہے..... اور جس کی عطا انمول اور بے پایاں..... ہم ذرہ مانگیں، وہ سورج دیتا ہے..... اور قطرہ مانگیں تو سمندر برساتا ہے..... ''وہ'' کہ جس کی قدرتوں کا اک افق ہے کہکشاں..... اور جس کی وسعتوں کا اک کنارہ لامکاں..... ''وہ'' کہ جس کی عظمتیں ہیں ماورائے ہرگماں.....اور جس کے نور کا پرتو ہیں سب کون ومکاں..... ''وہ'' کہ جس کی تسبیح ہر شے کا وظیفہ ہے..... اور جس کا چہرہ کونین کے ہر منظر میں جھلکتا ہے.....آبشاروں کے ترنم میں، کلیوں کے تبسم میں..... سورج کی روپہلی کرنوں میں، چاند ستاروں کی جھلمل میں..... بادصبا کے جھونکوں میں اور ابر بہار کی رم جھم میں اس کی تجلی روشن ہے.....''وہ'' کہ جس کے نام پر سب دل دھڑکتے ہیں.....اور جس کے پیار میں ہر سانس مچلتی ہے.....

آنکھ اٹھے تیرے لئے، کھلتے ہیں لب تیرے لئے
میرا جینا، میرا مرنا، میرے رب تیرے لئے
دائرہ تیری رضا، پُرکار میری زندگی
ہر تمنا، ہر ز ارادہ، ہر طلب تیرے لئے

Marfat.com

تمنائے باریابی

مولای صلِّ وسلِم دَائما ابدا
علیٰ حبیبِك خیرِ الخلقِ کلهم

ہر دل سے امنڈتے جذبے ، ساز ازل کے نغمے اور درود و سلام کی سوغاتیں بس ایک ہی ہستی کی نذر.....''وہ'' .....جس کا نام لب پر آتے ہی روح مسکراتی..... اور زندگی بہاروں میں ڈوب ڈوب جاتی ہے.....''وہ''جس کا وجود خدا کے حسنِ تخلیق کا شاہکار.....اور فطرت کی سب رعنائیوں کا حاصل ہے.....''وہ'' جس کا نور تخلیق کائنات کا سرچشمہ ہے.....اور جس کا فیض کونین میں ہرسو پھیلا ہے.....''وہ''جس کی خاطر خدا نے سب کچھ بنایا.....اور جس کا پیار دلِ فطرت میں انڈیلا ہے .....''وہ'' جس کے نور سے مطلعِ صبحِ ازل روشن .....اور جس کے جلوؤں سے چہرۂ شامِ ابد تاباں ہے.....''وہ'' جس کے آنے سے بہار اتری زمیں پر.....افق سے تا افق قوسِ قزح کا رنگ بکھرا.....''وہ'' جس کو پیار سے رب نے پکارا جس طرح چاہا.....وہ مزمل، وہ مدثر، وہ یسٰیں، وہ طٰہٰ.....جو بہرِ مؤمناں بن کر رؤف آیا، رحیم آیا.....خطا پوش و عطا پاش و خلیق آیا، کریم آیا.....''وہ''جس کا نام خدا نے عرشِ اعظم پر سجارکھا ہے.....اور جس کا ذکر کائنات میں ہر وقت، ہر سو ہو رہا ہے.....بحر و برمیں، شجر وحجر میں..... ارض وسما میں، شمس وقمر میں.....ہر ذرے میں، ہر قطرے میں.....ہر ساعت میں، ہر لمحے میں.....جب بھی، جہاں بھی رب کا ذکر ہے.....ساتھ ہی اس کے حبیب ﷺ کا ذکر ہے ؎

مصطفیٰ ﷺ کا نام ہے نامِ خدا کے ساتھ
مصطفیٰ ﷺ کی یاد ہے شامل خدا کی یاد میں

Marfat.com

''عالمی تحریکِ سیرت'' کا حلقۂ نہضت

☆ قارئینِ محترم! اس کتاب کی اشاعت ''عالمی تحریکِ سیرت'' کے اصلاحی اور تربیتی پروگرام کی ایک کڑی ہے--- عالمی تحریکِ سیرت کا مزاج عام تحریکوں اور تنظیموں سے مختلف ہے--- جلسے، جلوس، کانفرنسیں، سیمینارز اور کنونشن وغیرہ سب اچھی چیزیں ہیں--- اور سب کی افادیت مسلم ہے--- کوئی تحریک ان کے بغیر نہیں چل سکتی--- مگر تحریک صرف انہی چیزوں کا نام نہیں--- اور بس انہی تک محدود نہیں رہنی چاہیے--- ہمارا احساس یہ ہے کہ تحریک کا اصل کام تو ان چیزوں کے بعد شروع ہوتا ہے--- اصلاح اور تربیت کا کام--- تہذیب اور تعمیر کا کام--- خاموش اور سنجیدہ کام--- ٹھوس اور بنیادی کام--- فکری، عملی اور روحانی کام--- اور آنے والے عہد کا سب سے بڑا تقاضا یہی ہے---

☆ وقتی جوش و خروش اور لمحاتی ہنگاموں کا دور تقریباً لد چُکا--- سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی جب انسانوں کے مزاج پر اثرانداز ہوتی ہے--- فاصلے سمٹتے اور مصروفیات بڑھتی ہیں--- تو ایسے میں دعوتی، اصلاحی اور تحریکی کام کا رنگ و آہنگ بھی عصری ضروریات کے سانچے میں ڈھلنا چاہیے--- اور یہی ہے ''عالمی تحریکِ سیرت'' کی شناخت--- ہم زندگی کی حقیقی ضرورتوں پر توجہ مرکوز رکھتے--- اور اسی تناظر میں اپنے لئے عمل کی راہیں متعین کرتے ہیں--- ''عالمی تحریک سیرت'' کے اہداف اور پروگراموں کا مختصر تعارف کتاب کے آخر میں شامل ہے--- ایک بار اسے پڑھ لیجئے--- ہماری جدوجہد کا مزاج اور

Marfat.com

اسلوب آشکار ہو جائے گا--- اور خود یہ کتاب بھی ''عالمی تحریکِ سیرت'' کا امتیازی تشخص اُجاگر کرنے کے لئے کافی ہے---

عالمی تحریکِ سیرت کی جدوجہد اور مشن کئی جہات و ابعاد لئے ہوئے ہے--- اور اس کام کو انجام دینے کے لئے بنیادی طور پر تین حلقے تشکیل دیئے جا رہے ہیں:

۱۔ حلقہ نہضت، ۲۔ حلقہ رکنیت، ۳۔ حلقہ خدمت

☆ ''حلقہ نہضت'' کا دائرہ عام اور وسیع ہے--- ہر شخص جو سیرت مصطفیٰ ﷺ کی برکتوں اور سعادتوں سے بہرہ ور ہونا چاہے--- اس کے لئے صلائے عام ہے--- سیرت النبی ﷺ پر ہمارا منفرد لٹریچر، تربیتی نصاب اور اصلاحی پروگرام ہر شخص کے لئے ہے--- اور یہی عالمی تحریکِ سیرت کا ''حلقۂ نہضت'' ہے--- یہ سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کا فیضان ہے--- اسے محدود نہیں کیا جا سکتا--- اس عالمگیر فیضانِ سیرت سے بہرہ ور ہونا ہی ''نہضت'' ہے--- نہضت کا معنی ہے--- ''بیداری، قیام، فعالیت اور نشأۃ ثانیہ''--- یہی عالمی تحریکِ سیرت کے مشن کی ابتدا ہے--- اور یہ ابتدا ہم کر رہے ہیں پیشِ نظر کتاب سے--- تو قارئینِ محترم! ورق الٹئے--- اور ''نشأۃِ ثانیہ'' کی راہ پر پہلا قدم اٹھایئے---

---

Marfat.com

عکس

☆انتساب	۳
☆سجدۂ حضوری	۱۵
☆تمنائے باریابی	۱۶
☆ عالمی تحریک سیرت کا حلقۂ نہضت	۱۷
☆عکس	۱۷
☆ قارئین کرام سے گزارش	۲۱
☆دیباچہ	۲۵
☆ حصۂ اول :	
حاصلِ مضامین قرآن	۳۵

Marfat.com

☆ حصۂ دوم:

آیت آیت زندگی (تفسیر) ۵۷

☆ حصۂ سوم:

قرآن اور جدید سائنسی معارف ۲۱۷

☆ حصۂ چہارم:

قرانِ کریم کے معاشی حقائق ۲۴۵

☆ مختصر تعارف ''عالمی تحریک سیرت'' ۲۵۸

☆ ☆ ☆

Marfat.com

قارئین کرام سے گزارش

قارئین محترم! گزشتہ چودہ صدیوں میں قرآن کریم کی انگنت تفسیریں لکھی گئی ہیں۔ ہر تفسیر عظیم ہے اور ہر مفسر لائق تحسین۔ مجھ ایسا حقیر گنہگار بندہ یہ سوچنے کی جرأت بھی نہیں کر سکتا کہ وہ قرآن عظیم کی کسی ایک بھی آیت کی تفسیر لکھنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ مگر ہاں خدائے بزرگ و برتر کی مہربانیوں اور اس کے محبوب پاک ﷺ کی نگہ لطف و کرم کے صدقے اس ناچیز کو اپنے جیون کے چند لمحے، چند سانسیں قرآن پاک کی آغوش میں بتانے کی سعادت میسر آ جائے اور اس بحر بیکراں سے کچھ موتی مونگے، اس گلشن بے خار سے کچھ پھول کلیاں ہاتھ آ جائیں تو یہی اس بے نوا فقیر کے لئے کائنات کی بہت بڑی نعمت ہے۔

قرآن کریم پڑھنا اور زندگی بھر اسے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے رہنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اللہ کریم میری کوتاہیاں معاف فرمائے اور مجھے اپنی عمر گریز پا کے باقی لمحے قرآن سے جڑے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ آرزو یہ ہے کہ ایک ایک پارہ قرآنی معارف کا فیضان ''تجلیات قرآن'' کے سلسلہ وار اجزاء میں پیش کرنے کی سعادت ملتی رہے۔ اس وقت پہلے پارہ کے مضامین پر مشتمل حصہ کی تلخیص پیش ہے۔ خدا کی مہربانیوں کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ سو اُمید ہے کہ بوند بوند سیرابی بڑھتی رہے گی اور یوں میری کوتاہیوں، غفلتوں اور نادانیوں کی پردہ پوشی قرآنی انوار کی چادر سے ہوتی رہے گی، ان شاء اللہ۔

قارئین محترم ''تجلیات قرآن'' کا جو حصہ اس وقت آپ کے ہاتھ میں

Marfat.com

ہے یہ قرآن کریم کے پہلے پارہ کی تفسیر کا خلاصہ ہے۔ اصل اور مکمل تفسیری مباحث مع ترجمۂ قرآن ان شاء اللہ بعد میں شائع ہوں گے۔ یہ تلخیص قرآنی مفاہیم کے عمومی نکات پر مشتمل ہے۔ سیرت طیبہ، فقہ، تصوف اور سائنس کے بہت سے مباحث اس میں شامل نہیں ہیں۔ اسی طرح دقیق علمی موضوعات کا احاطہ اس میں نہیں کیا گیا۔

''تجلیات قرآن'' کا نقش اوّل تلخیص ہے۔

اور ان شاء اللہ نقش ثانی تکمیل ہوگی۔

پیش نظر کتاب تلخیص کے انداز میں شائع کی جا رہی ہے، اس لئے قارئین محترم! اس کی ترتیب آپ کو عام تفاسیر کے منہج سے قدرے مختلف نظر آئے گی۔ چونکہ اسی ندرت ترتیب میں کتاب کی ساری افادیت پنہاں ہے لہذا مطالعہ کے دوران اس ترتیب کو اچھی طرح ذہن نشین رکھئے گا۔

ا۔ سب سے پہلے ''حاصل مضامین قرآن'' کے عنوان سے پہلے پارہ (ماسوائے سورۂ فاتحہ) کے ترجمہ کا خلاصہ دیا گیا ہے۔ اس خلاصہ میں افادیت کے کئی پہلو ہیں:

ا۔ لفظی یا بامحاورہ مکمل ترجمہ سے بعض اوقات پڑھنے والے قرآنی بیان کا مدعا پوری طرح سمجھ نہیں پاتے۔ اس تلخیص نے یہ کام اچھی طرح کر دیا ہے۔

ب۔ موزوں عنوانات نے اس تلخیص کو ''مضامین قرآن'' کے بیان میں ڈھال دیا ہے۔ اس طرح یہ پہلے پارے کی مکمل تبویب بھی بن گئی ہے۔

ج۔ مضامین کے عنوانات اور تبویب کے باوصف پہلے پارے کا یہ خلاصہ اپنی

154662 154662

Marfat.com

جگہ مکمل ترتیب اور تسلسل پوری طرح قائم رکھے ہوئے ہے۔ قرآنی بیان کا اپنا تسلسل اور ترتیب برقرار رکھنے کے لئے بعض جگہ ایک ہی عنوان کا تکرار آپ کو نظر آئے گا۔ اس تکرار میں قرآن کریم کی ایک اور شان، تصریف آیات بڑی خوبصورتی سے جھلملا رہی ہے۔

(د) تلخیص، تبویب اور ترتیب کے اس حسن امتزاج کا ایک نمایاں فائدہ یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ پندرہ منٹ میں پہلے پارے کے تمام مضامین و مباحث ایک عام پڑھنے والا اپنے ذہن و دل میں اُتار سکتا ہے۔ اس طرح قرآن کو سمجھنا بہت آسان ہو گیا ہے۔

۲۔ دوسرا حصہ ''آیت آیت زندگی'' پہلے پارے کے مسلسل تفسیری نکات کا خلاصہ ہے۔ کم و بیش ہر آیت کی تفسیر اور توجیہ اس حصہ میں شامل ہے۔ عام طور پر مفسرین کرام کا طریقہ یہ چلا آ رہا ہے کہ چند مقامات پر انتہائی تفصیل کے ساتھ معرکہ آرا مباحث لکھ کر اور بعض آیات کے مختصر تشریحی نکات اُجاگر کر کے دیگر کئی آیات یا ان کے اجزاء کو سرسری طور سے چھوتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔ اس طرح قرآن کریم کا بہت بڑا حصہ فہم و تدبر کے احاطے میں آنے سے رہ جاتا ہے۔ ''تجلیات قرآن'' میں ہر آیت کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور گفتگو کا نقطۂ ارتکاز ہر آیت میں پنہاں ''منشائے الٰہی'' کو پانے کی تمنا رہا ہے۔ اب یہ تو خدا کے کرم پر منحصر ہے کہ وہ کہاں کہاں کتنا فہم کسے نصیب فرماتا ہے؟ ہمارا کام تو چاہنا اور مانگنا ہے۔ دینا بس اسی کی شان۔ وہ جب چاہے، جتنا چاہے دے دے۔

۳۔ تیسرا حصہ ''قرآن اور جدید سائنسی معارف'' پہلے پارے کی چند آیات میں جھلملاتے سائنسی حقائق کا اظہار اور چوتھا حصہ بعض آیات کی معاشی تفسیر کا بیان ہے۔ یہ دونوں حصے مسلسل تفسیر سے نکال کر علیحدہ عنوانات کے تحت اس

Marfat.com

لئے شائع کئے جا رہے ہیں تا کہ مختلف طرح کے ذوق رکھنے والے قارئین خدا کی کتاب کو پڑھنے اور سمجھنے کی اُمنگ اپنے اندر جگا سکیں۔ ''تجلیات قرآن'' جب ان شاء اللہ مکمل تفسیر کی شکل میں طبع ہوگی تو یہ مباحث اپنے اپنے مقامات پر نگینوں کی طرح جڑے ہوئے ملیں گے۔

اور یہیں پر میں اپنے قارئین محترم سے التماس کرتا ہوں کہ وہ جب بھی خدا کی بارگاہ میں دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائیں، بس ایک حرفِ التجا میرے لئے بھی کہہ دیں! یہی کہ!

الہ العالمین! اپنے محبوبِ مکرم ﷺ کے نعلین پاک کے صدقے بندۂ ناچیز عبدالرحمٰن بخاری کو کلامِ مقدس کی تفسیر ''تجلیات قرآن'' مکمل کرنے کی توفیق ارزانی فرما۔ آمین

خدا کے عفو و کرم کا جویا
اس کے محبوب ﷺ کا ادنیٰ اُمتی
سیّد عبدالرحمٰن بخاری

Marfat.com

دیباچہ

الحمد للّٰہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہٖ
سیّد المرسلین و علی آلہٖ و صحبہٖ اجمعین. أما بعد:

قرآن کریم خدا کی تجلی ذاتی ہے..... حرف حرف اس کی ذات کا جلوہ..... نقش نقش اس کا پرتو ہستی..... آیت آیت نشان قدرت ہے..... سورہ سورہ جہانِ علم اس کا..... وہ ہے پنہاں قرآن میں ایسے..... پھول کی پتیوں میں جیسے خوشبو..... اس کی ذات و صفات سے رشتے..... جوڑتا ہے قرآن ہی سب کے..... قرآن دنیا میں لے کے آیا ہے..... فکر و نظر کا ہر آہنگ، حسنِ عمل کا ہر معیار..... قرآن ہی وہ آئینہ ہے جس میں ازل ابد جھلملاتے ہیں..... سب خشک و تر سموئے ہیں اس میں..... رہتی دنیا جسے جو کچھ درکار ہو اس میں ملے..... خلق و تقدیر و ہدایت سب کے راز اس میں کھلیں..... ہر نقش اجلا، ہر بات سچی..... ہر حکم پختہ، ہر شئے مثالی..... دونوں جہاں کے سب راستے، سب کو دکھائے..... حرف حرف اس کا، یقیں کی آخری منزل..... نہ شک کو کہیں راہ ملے، نہ کوئی اس کی مثل ہے..... وہ کتاب لایزال جو اس جہاں کے ہر آزار کا مداوا لے کر اُتری ہے..... ہر ٹھہری نظر کو آفاق دکھائے..... ہر بھٹکے ذہن کو راہ پر لائے..... ہر بنجر دل شاداب بنائے..... روح کی ہر آلائش دھوئے..... برے بھلے سب الگ نتھارے..... فطرت کا ہر نقش اُجالے..... من کی ہر آشا بر لائے..... جیون کا مقصد بتلائے..... سینے میں اک پیاس اُگائے..... نفس نفس اُمید دلائے..... قدم قدم پر ہمت بڑھائے..... ہاتھ پکڑ کر راہ چلائے..... اور منزل تک

Marfat.com

پہنچا دے.....

قرآن کریم خدا کا آخری پیغام ہے نوع انسانی کے لئے..... اس نے اپنی مخلوق کو جو کچھ دینا تھا سب قرآن میں اُتار دیا ہے..... ازل سے ابد تک کی پوری کائنات علم میں اس میں سموئی ہے..... ہر چیز، ہر تصور، ہر مفہوم اس کی آغوش میں پنہاں ہے..... جب جب خدا کوئی نئی چیز پیدا کرے گا..... یا کہیں کوئی وسعت و ندرت سجائے گا..... خود بخود قرآن کے بیان میں اس کے لئے ایک نیا دریچہ کھل جائے گا..... فرمایا میرے آقا ﷺ نے قرآن کے بارے میں:- ﴿لا تنقضی عجائبه﴾..... یعنی اس کے عجائبات کبھی ختم نہ ہوں گے..... قرآن کے عجائبات بیکراں سمندر کی وسعت اور پہنائی لئے ہیں..... اس کا بیان عرش الٰہی سے اُمنڈتی نور کی اک آبشار جس کی ہر بوند اُجالا ہے کونین کا..... اس کے معانی قوس قزح کے رنگوں کی جھلمل جس سے درخشاں کون و مکاں کے سب آفاق..... اس کے اسالیب ندرتوں کا البیلا چمن زار جس کی روش روش نئی بہار اور کلی کلی نئی مہکار ہے..... اس کی برکات چاند، سورج اور باران رحمت کی مثال جن سے خدا کی ہر مخلوق یکساں فیضیاب ہے..... اس کی تاثیر ایک برق تجلی ریز کی مانند جس کی شعاعیں ہر سینے میں درد و سوز کا اک دریا بہائیں..... اس کے کلام میں ظاہر و باطن، مجاز و حقیقت، عموم و خصوص، اجمال و تفصیل، اطلاق و تقیید، تاسیس و تبیین اور تاویل و تفسیر کے انگنت سانچے گھلے ہیں جن کی پرت پرت سے شریعت کے انوار پھوٹ رہے ہیں..... اس کی قلت میں کثرت اور تحدید میں وسعت ہے..... اس کی خبر میں طلب اور سکوت میں اباحت ہے..... اس کے اشاروں میں کلام اور بیان میں جہان ہے..... اس کا ایک بھی لاکھوں پر بھاری ہے..... اس کا ہر حرف ایک حقیقت، ہر لفظ

Marfat.com

ایک جہان اور ہر آیت خود قرآن ہے..... یہ احکام ہی نہیں دیتا ان کی تاثیر بھی دکھاتا ہے..... یہ ضوابط ہی نہیں بتاتا، مقاصد بھی اُتارتا ہے..... یہ راستہ ہی نہیں سنوارتا، منزل تک بھی پہنچاتا ہے..... یہ تشریع کا کام ہی نہیں کرتا، تشریعی فکر بھی دیتا ہے..... دنیا کا سارا تشریعی خزانہ ایک طرف اور تنہا قرآن کی تشریعی فکر دوسری طرف..... یہ سب پر بھاری ہے..... دنیا کے قوانین دفعات کی گنتی، قرآن کی تشریع اقدار کی کسوٹی..... دنیا کے قوانین رسوم کا گورکھ دھندہ، قرآن کی تشریع معیارِ زیست..... دنیا کے قوانین بدلتے موسم، قرآن کی تشریع حرفِ آخر.....

قرآن حکیم یکبارگی نہیں اُترا بلکہ لگ بھگ تیئس سال کے عرصہ میں نازل ہوا..... اور یوں انسانی زندگی کے تمام احوال میں قرآن کے تشریعی نور کی کرنیں ربع صدی تک مسلسل اُجالے پھیلاتی رہیں..... تہذیب و تمدن کا ارتقائی سفر جاری رہا..... اور قرآن بشریت کا ہاتھ تھام کر تکمیل زیست کی راہوں پر اسے دھیرے دھیرے منزل تک لے آیا..... قرآن کا اسلوبِ بیان جامعیت، ندرت اور یکتائی کا شاہکار ہے..... اور اس کی زبان فصاحت و بلاغت کی معراج..... ماورائی حقائق اور تاریخی تناظر میں لپٹا ہوا پیغام الٰہی براہِ راست انسانی روح سے مخاطب ہے..... اور اپنی تمام تر عظمت، گہرائی اور وسعت کے باوجود عام سے عام آدمی کے دل میں بھی بآسانی اُتر آتا ہے..... ہر پڑھنے، سننے والے کو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے خدا کے لطف و کرم کا فیضان، اس کی عنایتوں کی برکھا، محبتوں کی چاندنی اور مہربانیوں کی پھوار اس کی کشتِ جاں پہ برس رہی ہے..... اور تا ابد لہلہاتی فصلوں کی شادابیوں میں ڈھل رہی ہے..... چودہ سو سال کے عرصہ میں اس نے کروڑوں، اربوں انسانوں کی زندگیوں میں انقلاب عظیم برپا کیا ہے.....

Marfat.com

اور قیامت تک یونہی اس کی معجزانہ تاثیر کے کرشمے نگر نگر بستی بستی عظمتِ کردار کے تابندہ نقوش سجاتے رہیں گے..... قرآن کے اس اس حسنِ تاثیر کی ماہتابی کرنوں سے اپنے قلب و روح کو جگمگانے کے لئے اسے سمجھنا لازم ہے..... اور سمجھنے سمجھانے کا بہت ہی اعلیٰ روپ ہے تفسیر.....

قرآن کی تفسیریں بہت لکھی گئی ہیں..... ان گنت اور انمول..... ایک سے بڑھکر ایک..... اور جب تک دنیا باقی ہے یہ سلسلہ جاری رہے گا.....؛ اس کے مضامین اور علوم و معارف کا اندازہ ساری مخلوق مل کر نہیں کر سکتی..... اس کی گہرائی و گیرائی اور وسعت تمام کائنات سے بڑھکر اور سب کو محیط ہے..... اس کے ہر لفظ میں ایک جہانِ معنی چھپا ہوا ہے..... قرآن سراسر معجزہ ہے..... حرف حرف معجزہ..... بیان و اسلوب معجزہ..... خطاب و آہنگ معجزہ..... اور مفہوم و معنی معجزہ..... اس کی شان اعجاز کا ایک رنگ یہ ہے کہ قرآن کریم رب ذوالجلال کا کلام ہو نے کے با وصف ایک عام سے عام آدمی کو یکساں سمجھ آ جاتا ہے۔ معانی و مفاہیم کی تمام تر گہرائی، عظمت اور وسعت کے باوجود قرآن کریم انتہائی آسانی اور تیزی کے ساتھ ہر پڑھنے سننے والے شخص کے ذہن و دل میں اپنا پیغام انڈیل دیتا ہے..... اور صرف انڈیل ہی نہیں دیتا بلکہ اس کے بدن کی پور پور میں، لہو کی بوند بوند میں گھول دیتا ہے.....

ایک عرصہ سے تمنا تھی کہ قرآن کریم کی تلاوت کے دوران جو معانی و مفاہیم براہ راست کلام الٰہی کے الفاظ و اسالیب سے ابھر کر خود بخود لوحِ دل پر اُتر آئیں، انہیں صفحۂ قرطاس پر منتقل کر دیا جائے..... یوں انتہائی سادہ زبان میں ایک ''عوامی تفسیر'' کا نمونہ پیش کر دیا جائے..... تاکہ لوگ اس نمونہ کو سامنے رکھتے ہوئے براہِ راست قرآن کریم کو پڑھنے، سمجھنے

Marfat.com

اور اس میں غور و فکر کرنے کا حوصلہ اور اُمنگ اپنے اندر پیدا کر سکیں..... قرآن کریم سے ہمارا رشتہ کمزور ہو چکا ہے..... اسے دوبارہ جوڑنے کی ضرورت ہے..... اور یہ تبھی جڑ سکتا ہے جب ہم قرآن کی صرف تلاوت تک خود کو محدود نہ رکھیں..... بلکہ اسے سمجھنے اور اس کا پیغام اپنے دل اور روح کی گہرائیوں میں جذب کرنے کی کوشش کریں..... اور پیش نظر تفسیر ''تجلیاتِ قرآن'' اس طرح کی ایک انتہائی حقیرانہ کوشش ہے..... میں اس تفسیر میں تحقیقی، علمی مباحث سے ہٹ کر اور بچ کر چلنا چاہتا ہوں..... جو قارئین خالص علمی اور فنی مباحث سے دلچسپی رکھتے ہوں..... یا نظری، قانونی اور لغوی تحقیق کی خاطر قرآن کو پڑھنا چاہتے ہوں..... ان کے لئے کتب خانے انگنت تفاسیر سے بھرے پڑے ہیں..... میں کتابیں ذہنی تفریح کے لئے نہیں لکھتا .....بلکہ عقیدہ، جذبہ اور عمل کی اصلاح کے لئے لکھتا ہوں..... میرے پیش نظر قارئین کے ذوق مطالعہ کی تسکین نہیں..... بلکہ آرزوئے ہدایت کی بیداری ہے..... میں قرآن کو زندگی سکھانے والی کتاب سمجھتا ہوں .....اور یہی تمنا لے کر اسے پڑھنے، سمجھنے اور پانے کے اس طویل سفر پہ نکلا ہوں..... جب تک سانسیں چلتی رہیں اور اللہ کی رحمتوں کا سائبان سر پر تنا رہا..... میں لمحہ لمحہ قرآن کی آغوش میں بِتاؤں گا..... نفس نفس اس کی تپش میں پگھلوں گا..... نظر نظر اس کے جلوے سمیٹوں گا .....اور قدم قدم اس کے ہمراہ چلتا رہوں گا..... پھر جو کچھ مجھے قرآن کی بارگاہ سے نصیب ہوا..... ان شاء اللہ اپنے پڑھنے، سننے والوں تک پہنچانے کی کوشش کروں گا.....

پہلے پارے کی تفسیر چار حصوں پر مشتمل ہے:

۱۔	پہلا حصہ	حاصلِ مضامینِ قرآن
۲۔	دوسرا حصہ	آیت آیت زندگی

Marfat.com

۳۔ تیسرا حصہ قرآن اور جدید سائنسی معارف

۴۔ چوتھا حصہ قرآن کریم کے معاشی حقائق

پہلا حصہ جو ''حاصلِ مضامینِ قرآن'' کے نام سے شامل ہے..... دراصل پہلے پارے پر مشتمل سورہ بقرہ کی ۱۴۱ آیات کا مختصر ترجمہ ہے..... اس میں آیات کریمہ کے مکمل ترجمہ کی بجائے ''تلخیص مفاہیم'' کا انداز برتا گیا ہے..... قرآن کریم کے تراجم ہر جگہ دستیاب ہیں..... قارئین کرام چاہیں تو کوئی ایک ترجمہ اپنے سامنے رکھ سکتے ہیں..... اگر زندگی نے وفا کی تو میں ان شاء اللہ تفسیر مکمل ہونے پر قرآن کا ترجمہ جذبوں کی زبان میں پیش کروں گا..... فی الحال یہاں خلاصۂ مفاہیم اس انداز سے دیا جا رہا ہے..... کہ ہر آیت کا مجموعی پیغام اور حاصل معنی انتہائی مختصر الفاظ میں قارئین بڑی آسانی سے سمجھ لیں..... اور جو کچھ قرآن اپنے پڑھنے والوں کو بتانا چاہتا ہے، اُسے اچھی طرح جذب کر لیں..... موزوں عنوانات کے ذریعہ اس خلاصہ کو مضامین قرآن کا روپ دے دیا گیا ہے جس کی افادیت ان شاء اللہ قارئین خود محسوس کر لیں گے..... باقی تینوں حصے تفسیر کے ہیں..... اور گویا تین الگ الگ کتابیں یکجا پیش کی جا رہی ہیں..... آخری دونوں حصے چند منتخب آیات میں پنہاں سائنسی معارف اور معاشی حقائق کے بیان پر مشتمل ہیں..... جبکہ حصہ دوم ''آیت آیت زندگی'' مسلسل آیات کریمہ کی تفسیر ہے..... جیسا کہ پیچھے گزرا، میں قرآن کو زندگی سکھانے والی کتاب سمجھتا ہوں..... اور یہی زندگی گزارنے کا سلیقہ اس تفسیر کا مرکزی مضمون ہے.....

قرآن کریم کے پہلے پارے کی تفسیر آپ کے ہاتھ میں ہے..... یہ تفسیر سورہ بقرہ سے شروع ہو رہی ہے..... سورۂ فاتحہ اپنی ذات میں پورا قرآن ہے..... اس کی تفسیر ان شاء اللہ الگ سے شائع ہوگی..... تیس پاروں کی تفسیر ایک طویل سفر ہے اور زندگی بہت محدود..... بس اللہ کے کرم اور

Marfat.com

اس کی توفیق کے سہارے اس عاجز نے اپنے سفر کا آغاز کر دیا ہے..... اور حضور سیّد عالم ﷺ کی رحمتوں کو دنیا و آخرت میں اپنا وسیلہ بنا لیا ہے..... اُمید بلکہ یقین ہے، خدائے ذوالجلال اپنے محبوب پاک ﷺ کے وسیلہ کی لاج رکھے گا..... اور یہی لاج میرا کام بنا دے گی..... الہ العالمین! میں تیرا عاجز و ناچیز بندہ تیری بارگہ میں حاضرح ہوں..... میرے جذبوں کی سچائی قبول فرما لے اور تکمیل کی توفیق ارزانی فرما دے..... آمین

پارہ اوّل کی تفسیر کے دوران یہ عاجز قدم قدم توفیق الٰہی اور نفس نفس چشم مصطفیٰ ﷺ کی عنایتوں سے فیض یاب رہا ہے..... اور اِنہی کرم نوازیوں کے صدقے بہت سے دوستوں کا حسن تعاون میسر رہا ہے..... میں دل کی پاتال سے اُٹھتے جذبۂ تشکر کا ایک سیل رواں ان سب دوستوں کی نذر کرتا ہوں ..... خاص کر محترم نیاز محمد خان جنہوں نے کمال اخلاص کے ساتھ دیارِ غیر میں میرے لئے قیام و آرام کی سہولتیں بہم پہنچائیں..... نیز ان کے فرزند محترم امجد نیاز اور راشد نیاز کا خصوصی تعاون حاصل رہا..... محترمہ مریم بہن کے غیر معمولی جذبہ اخلاص و تعاون کی شکرگزاری بھی ازبس لازم ہے جس کی بدولت میرے لئے اس کتاب کی تکمیل میں بہت آسانی میسر رہی ..... مزید برآں مسودے کی کمپوزنگ اور اسے قابلِ طباعت بنانے میں محترم بشارت احمد منگلا (اسلام آباد) اور محترم محمد نسیم (ہانگ کانگ) نے غیر معمولی تعاون کیا..... سو میں احساس تشکر سے معمور دعاؤں کی سوغات انہیں پیش کرتا ہوں..... ربّ کریم ہم سب کو اپنی مہربانیوں کی چھاؤں اور اپنے کرم کی پناہوں میں رکھے۔

آخر میں جسم و جاں کی سب توانائیوں کے ساتھ ہدیہ تشکر و امتنان، سجدۂ اخلاص و عبدیت اور نذرانہ حمد و ثنا رب ذوالجلال کے حضور پیش ہے..... جس کی توفیق و رہبری کے بغیر کوئی قدم اُٹھ سکتا ہے نہ کوئی کام

Marfat.com

پایۂ تکمیل کو پہنچ سکتا ہے..... اور اس کے بعد قلب و روح کی انتہائی گہرائیوں سے پھوٹنے والا جذبۂ عجز و نیاز اور ارمغان درود و سلام اس جلوۂ نور کبریا، مخزن جود و عطا، رحمت ہر دوسرا، شافع روز جزا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی بارگہ بے کس پناہ میں بصد ادب و احترام نذر ہے..... جن کے چراغ ہدایت سے جہل و نا آگہی کی ظلمت ہمیشہ گریز پا..... جن کی عطائے رحمت سے رہتی دنیا کل عالم فیضیاب..... اور جن کے چشمۂ عرفان و حکمت سے ہر دور کے تشنگان علم و معرفت سیراب ہوتے رہیں گے.....

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی حبیبہٖ سیّدنا و مولانا محمد و علی آلہ و صحبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین.

گدائے در حبیب ﷺ
سیّد عبدالرحمٰن بخاری
مؤسس اُمہ فاؤنڈیشن

یکم ربیع الاوّل ۱۴۲۷ھ
۳۱ مارچ ۲۰۰۶ء جمعۃ المبارک

Marfat.com

تفسیر

تجلیاتِ قرآن

ترتیب :

حصہ اول : حاصلِ مضامین قرآن

حصہ دوم: آیت آیت زندگی (تفسیر)

حصہ سوم: قرآن اور جدید سائنسی معارف

حصہ چہارم: قرانِ کریم کے معاشی حقائق

Marfat.com

Marfat.com

حصۂ اول

حاصلِ مضامینِ قرآن

سورۂ بقرہ --- پہلا پارہ

Marfat.com

حاصلِ مضامینِ قرآن

۱۔ قرآن کریم

یہ عظیم الشان کتاب، ہر شک و شبہ کے امکان سے ماوراء ہے۔ متقین ہی اس کی ہدایت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔

(۲ /۲-۱)

۲۔ متقین کی صفات

☆ متقین وہ اہل ایمان ہیں جو:

- غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔
- نماز پابندی سے قائم کرتے ہیں۔
- اللہ کے دیئے ہر مال سے اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔
- حضور ﷺ پر جو کچھ اترا اس پر ایمان لاتے ہیں۔
- حضور ﷺ سے پہلے انبیاء پر جو اترا اسے بھی مانتے ہیں۔
- آخرت پر پختہ یقین رکھتے ہیں۔

☆ یہی اہل تقوی اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی بامراد ہیں۔

(۲ /۵-۳)

Marfat.com

۳۔ کفار کی حالت

☆ جو لوگ کفر پر جمے رہیں اور ہدایت سے بیزاری دکھائیں رفتہ رفتہ ان کی حالت یہاں تک جا پہنچتی ہے کہ بالآخر:

>ان کے لئے پیغمبر کی نصیحت اور تبلیغ بھی بے اثر ہوجاتی ہے۔

>ان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ مہر لگادیتا ہے۔

>ان کے کان پیغام حق نہیں سن پاتے۔

>ان کی آنکھوں پر غفلت کا پردہ چھا جاتا ہے۔

☆ اب ایسے لوگوں کا مقدر ایک بڑا عذاب ہی رہ جاتا ہے۔

(۲ /۷-۶)

۴۔ منافقین کی پہچان

☆ دل میں ایمان نہیں مگر زبان سے جھوٹا دعوی کرتے ہیں۔

☆ اہل ایمان کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں، حالانکہ خود دھوکے میں ہیں۔

☆ ان کے دل مریض ہیں اور بیماری بڑھتی ہی جارہی ہے۔

☆ زمین میں فساد پھیلا رہے ہیں اور اسے اصلاح کا نام دیتے ہیں۔

☆ جو لوگ سچے دل سے ایمان لائے انہیں یہ بے وقوف سمجھتے ہیں، حالانکہ خود بے وقوف ہیں۔

☆ اہل ایمان کے سامنے خود مومن بتاتے ہیں جب کہ تنہائی میں اپنے سرغنوں سے کہتے ہیں: ہم تمہارے ہیں۔

(۲ /۱۴-۸)

Marfat.com

۵۔منافقین کا انجام

☆ وہ اہل ایمان کا مذاق اڑاتے پھرتے ہیں اور یہی ڈھیل خدا کی طرف سے ان کی سزا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے انھیں مہلت دے رکھی ہے اور وہ دن بہ دن اپنی سرکشی اور بہکاوے میں بڑھتے جارہے ہیں۔

☆ انھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی ا ور یہ بڑے گھاٹے کا سودا ہے۔

☆ ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ روشن کی؛جب اس کا آس پاس سب جگمگا اٹھا تو اللہ ان کا نور لے گیا اور انھیں اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ کچھ نہیں سوجھتا۔

☆ وہ بہرے، گونگے،اندھے ہیں۔ہدایت کی طرف.لوٹ کر آنے والے نہیں۔

☆ یا ان کی مثال آسمانی برسات کی مانندہے جس میں اندھیریاں، گرج اور بجلی ہو۔ موت کے ڈر سے کانوں میں انگلیاں ٹھونس رہے ہیں۔ شاید بجلی نگاہیں اچک لے جائے۔ کچھ چمک ہوتو چلنے لگتے اور اندھیرا ہو توٹھہر جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کے کان اور آنکھیں بیکار کر دے۔ کافروں کو وہ گھیرے ہوئے ہے۔

(۲ /۲۰-۱۵)

۶۔ اللہ کی عبادت

☆ لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو

Marfat.com

>جس نے تمہیں اور تم سے اگلوں کو پیدا کیا تاکہ تمہیں پرہیزگاری ملے۔
(۲/۲۱)

>جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا۔پانی برسا کر پھل پیدا کیے تمہاری روزی کے لئے۔

☆ کسی کو اللہ کا شریک مت ٹھہراؤ، تم جانتے ہو کہ اس کا ساجھی کوئی نہیں۔
(۲ /۲۲-۲۱)

۷۔قرآن کا چیلنج

☆ اگر تمہیں کچھ شک ہے اس قرآن میں تو اپنے سب مددگاروں کو بلا لو اور اس جیسی ایک سورت ہی بنا لاؤ؛ مگر تم ایسا ہرگز نہ کر پاؤ گے؛ سو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں اور جو تیار کی گئی ہے کافروں کے لئے۔
(۲ /۲۴-۲۳)

۸۔ اہل ایمان کے لئے بشارت

☆ اہل ایمان نیکوکاروں کے لئے بشارت ہے ان باغوں کی جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔

☆ جنت میں انھیں کچھ ایسے پھل دیے جائیں گے جو باہم مشابہ ہوں گے۔وہ کہیں گے: یہ پھل ہمیں پہلے مل چکے مگر جب کھائیں گے تو ذائقہ جدا ہوگا اور لطف بڑھ جائے گا۔

☆ اہل جنت مردوں کے لئے وہاں بیویاں ہوں گی صاف ستھری۔

☆ جنتی ان باغوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ (۲ /۲۵)

Marfat.com

۹۔قرآنی امثال

☆ اللہ تعالیٰ کوئی مثال بیان کرنے سے نہیں شرماتا خواہ مچھر کی ہو یا اس سے ہلکی۔ ایمان والے تو اسے اپنے رب کی طرف سے حق مانتے ہیں اور کافر الجھتے ہیں کہ اس سے اللہ کا کیا مقصود ہے۔وہ بہت سوں کو اس سے گمراہی میں پڑے رہنے دیتا اور بہت سوں کو ہدایت بخشتا ہے۔ (۲ /۲۶)

۱۰۔فاسق کون ہیں

☆ فاسق لوگ ہی گمراہی میں پڑتے ہیں اور وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔

☆ فاسقوں کی پہچان یہ ہے کہ

>وہ اللّٰہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے مضبوط عہد کو توڑ دیتے ہیں۔

>جن چیزوں (رشتوں) کو جوڑنے کا اللّٰہ نے حکم دیا ہے انھیں قطع کرتے (کاٹتے) ہیں۔

>زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔ (۲ /۲۷-۲۶)

۱۱۔ اللہ کا انکار ممکن نہیں

☆ بھلا تم کیوں کر اللّٰہ کا انکار کرتے ہو حالانکہ:

> تم کچھ نہ تھے، اس نے تمہیں وجود بخشا۔

>پھر وہ تمہیں موت دے گا۔تم فنا سے بچ نہیں سکتے۔

> پھر وہ تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا۔

>پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ (۲ /۲۸)

Marfat.com

☆ اللہ وہی ہے جس نے تمہاری خاطر بنایا جو کچھ زمین میں ہے۔ پھر آسمان کا قصد فرمایا تو ٹھیک سات آسمان بنائے۔وہ سب کچھ جانتا ہے۔(۲۹/ ۲)

۱۲۔قصۂ آدم

☆ آدم علیہ السلام کی تخلیق اور خلافت الہیہ کے منصب پر فائز ہونے کا منظر کچھ یوں بیان ہوا ہے:

☆ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا: میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔

☆ فرشتوں نے عرض کی: کیاایسے کو جو فساد پھیلائے، خون بہائے اور ہم تو تیری تسبیح و تقدیس میں لگے ہیں۔

☆ فرمان الٰہی: جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ (۲/۳۰)

☆ آدم کوتعلیم اسماء: آدم علیہ السلام کو اللّٰہ نے تمام اشیاء کے نام سکھائے۔

☆ فرشتوں کا امتحان: ساری چیزیں فرشتوں کو دکھا کر نام پوچھے۔

☆ فرشتوں کی عاجزی: پاک ہے تیری ذات، ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے سکھایا۔

☆ آدم کوحکم: بتا دے انھیں سب اشیاء کے نام۔آدم نے بتا دیئے۔

☆ فرشتوں کو تنبیہ: کیا میں نے کہا نہ تھا کہ آسمان و زمین کے سارے غیب میرے علم مین ہیں اور میں جانتا ہوں جوتم ظاہر کرتے اور جو چھپاتے ہو۔
(۲/۳۳-۳۱)

☆ ملائکہ کا سجدہ: اللّٰہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا: آدم کو سجدہ کرو، سب سجدہ ریز ہوئے۔

Marfat.com

☆ ابلیس کا انکار: ابلیس جن تھا مگرفرشتوں میں شامل۔ اس نے تکبر سے انکار کیا اور کافر ہوگیا۔

☆ آدم جنت میں: اللہ نے آدم و حوا کو جنت میں ٹھہرایا۔ (۲/۳۴)

☆ آدم کا امتحان: آدم سے اللہ نے فرمایا: جنت میں جو چاہو کھاؤ لیکن اس درخت کے قریب نہ جانا کہ تجاوز کے مرتکب ٹھہرو گے۔

☆ شیطان کی تلبیس: شیطان نے آدم و حوا کو بہکا کر جنت سے نکلوا ہی دیا۔

☆ آدم زمین پر:اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نیچے اترو، تمہیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے۔

☆ شیطان اولاد آدم کا دشمن: فرمایا: تم سب ایک دوسرے کے دشمن ہو۔

(۲/۳۶-۳۵)

☆ آدم کی توبہ:آدمؑ نے اپنے رب سے کچھ کلمے سیکھے اور توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول فرمائی۔

☆ ربانی ہدایت کا نظام:اللہ تعالیٰ نے آدم و حوا کو جنت سے اترتے سمے فرمایا: جب کبھی تمہارے پاس میری ہدایت پہنچے تو اس کی پیروی کرنے والے ہر خوف وغم سے محفوظ ہوں گے لیکن جو کفر کریں اور میری آیتیں جھٹلائیں وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ (۲/۳۹-۳۷)

۱۳۔ بنی اسرائیل کے لئے چند احکام الٰہی

☆ اے بنی اسرائیل!میرے انعامات یاد کرو جو تم پر کیے۔

☆ میرے عہد کو پورا کرو ،میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا۔

Marfat.com

☆ صرف مجھ ہی سے ڈرو اور تقوی اختیار کرو۔ (۲ /۴۰-۳۹)

☆ اس کتاب پر ایمان لاؤ جو میں نے تمہاری کتابوں کی تصدیق میں اتاری اور تم ہی اس کے پہلے منکر نہ بنو۔

☆ میری آیتوں کو تھوڑی تھوڑی قیمت پر فروخت نہ کرو۔

☆ حق کے ساتھ باطل کی آمیزش نہ کرو اور حق کو نہ چھپاؤ۔ (۲/۴۳-۴۱)

☆ نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور جھکنے والوں کے ساتھ جھکو۔

☆ لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو، کیا تمہیں سمجھ نہیں۔ (۲/۴۴-۴۳)

☆ نماز اور صبر کے ساتھ مدد حاصل کرو۔

☆ نماز بھاری ہے مگر ان پر نہیں جو دل سے جھکتے اور یقین رکھتے ہیں کہ انھیں رب سے ملنا ہے اور اسی کی طرف لوٹنا۔ (۲/۴۶-۴۵)

۱۴۔ بنی اسرائیل پر اللہ کے انعامات اور ان کی سرکشی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

☆ اے بنی اسرائیل! میرے وہ انعامات یاد کرو جو تم پر کیے۔

☆ میں نے تمہیں سارے زمانے پر فضیلت اور بڑائی دی۔

☆ تمہیں فرعونیوں کے بدترین عذاب سے نجات دی جو تمہارے بیٹوں کو مار ڈالتے اور بیٹیوں کو زندہ رکھتے۔

☆ تمہارے لئے دریا چیر کو راستہ بنایا جب کہ فرعونیوں کو تمہاری نظروں کے سامنے اس میں ڈبو دیا۔ (۲/۵۰-۴۷)

Marfat.com

☆ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو چالیس رات کے لئے بلایا تو اس دوران تم بچھڑے کی پوجا کرنے لگے پھر ایک دوسرے کو قتل کو تمہارے لئے توبہ بنادیا اور تمہیں معاف کیا تاکہ شکرگزار بنو۔

☆ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو تمہاری ہدایت کے لئے کتاب اور معجزے عطا فرمائے۔ (۲/۵۴-۵۱)

☆ تم نے اللہ تعالیٰ کو علانیہ دیکھے بغیر ایمان لانے سے انکار کیا تو اس کی سزا میں تم پر بجلی گری لیکن پھر تمہیں زندہ کردیا تاکہ شکر گزاری اپناؤ۔

(۲/۵۶-۵۵)

☆ تم سزا کے طور پر صحرا میں بھٹک رہے تھے، پھر بھی ہم نے تم پر بادل کا سائباں کئے رکھا۔

☆ اسی صحرا میں تمہارے لئے من و سلوی اتارا۔ (۲/۵۷)

☆ جب تم سے فرمایا بستی میں جاؤ جہاں چاہو بے روک ٹوک کھاؤ اور دروازہ میں سجدہ کرتے اور معافی چاہتے داخل ہو، ہم تمہیں معاف کردیں گے اور نیکوکاروں کو زیادہ دیں گے مگر ظالموں نے نافرمانی کی اس واقعہ نے ان پر آسمانی عذاب اتارا۔ (۲/۵۹-۵۸)

☆ موسیٰ علیہ السلام نے قوم کے لئے پانی مانگا تو ہم نے کہا: پتھر پر عصا مارو۔ پس بارہ چشمے بہہ نکلے اور ہر گروہ نے اپنا چشمہ پہچان لیا۔ (۲/۶۰)

☆ من و سلوی کے بدلے زمین کا اناج مانگا تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا: بہتر چیز کے بدلے ادنیٰ کیوں چاہتے ہو۔اچھا شہر میں جاؤ۔ تمہاری چاہت کی سب چیزیں ملیں گی۔

Marfat.com

☆ وہ خدا کی آیتوں کا انکار کرتے اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے تھے؛ پس ان پر ذلت اور مسکینی ڈال دی گئی اور وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹے۔ یہ ان کی نافرمانیوں اور زیادتیوں کی سزا ہے۔ (۲/۶۱)

☆ اہل ایمان، یہود و نصاری اور مجوس میں سے جو بھی سچے دل سے اللہ اور آخرت پر ایمان لائیں اور نیک اعمال کریں، ان کے لئے اجر ہے اور کوئی خوف وغم نہیں۔ (۲ /۶۲)

☆ جب طور پر پہاڑ تم پر لاکھڑا کیا اور عہد لیا کہ جو ہم نے دیا ہے مضبوطی سے تھام لو اور اچھی طرح یاد کرو تا کہ متقی بن سکو مگر تم عہد سے پھر گئے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تو نقصان اٹھاتے۔ (۲/۶۳)

☆ جن لوگوں نے تم میں سے ہفتہ کے بارے میں سرکشی کی ہم نے انھیں ذلیل بندر بنادیا تا کہ دوسروں کے لئے عبرت ہو۔ (۲/۶۶-۶۵)

☆ جب موسی علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے گائے ذبح کرنے کا حکم دیا تو وہ اس بارے میں طرح طرح کے سوالات کرنے لگے اور بالآخر گائے ذبح کردی گو وہ ایسا کرنے والے نہ تھے۔

(۲/۷۱-۶۷)

☆ تم ایک شخص کا خون کرکے باہم تہمت ڈالنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس گائے کا ایک ٹکڑا مقتولِ کے جسم پر لگادو۔ اس طرح وہ جی اٹھا اور اللہ تعالیٰ نے سچائی ظاہر کردی۔ (۲/۷۳-۷۲)

☆ پھر تمہارے دل پتھر کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت ہوگئے کہ بعض پتھروں سے تو نہریں بہہ پڑتی ہیں اور بعض خشیت الٰہی سے گر گر پڑتے ہیں۔ (۲/۷۴)

Marfat.com

☆ مسلمانو! کیا تم چاہتے ہو کہ یہ لوگ تمہارا یقین لائیں حالانکہ ان میں ایسے بھی ہیں جو اللہ کا کلام سنتے، پھر سمجھنے کے بعد اسے دانستہ بدل دیتے ہیں۔

☆ یہ مسلمانوں سے ملیں تو خود کو مومن ظاہر کرتے ہیں اور آپس میں اکیلے ہوں تو کہتے ہیں: مسلمانوں کو کیوں وہ باتیں بتاتے ہو جو اللہ کے ہاں تمہارے خلاف حجت بن جائیں۔ کیا انھیں خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ سب ظاہر اور پوشیدہ باتیں جانتا ہے۔ (۲/۷۷-۷۵)

☆ ان میں کچھ ایسے ان پڑھ بھی ہیں جو کتاب کو نہیں جانتے مگر صرف ظاہری الفاظ یا کچھ اپنی من گھڑت ؛اور وہ نرے گمان میں ہیں۔

☆ خرابی ہے ان لوگوں کے لئے جو کتاب اپنے ہاتھ سے لکھ کر کہتے ہیں؛ یہ اللہ کے پاس سے ہے؛ اور اس طرح دنیا کماتے ہیں۔ (۲ /۷۹-۷۸)

☆ یہ کہتے ہیں: ہمیں دوزخ کی آگ نہ چھوئے گی مگر صرف چند روز۔ کیا انھوں نے اللہ سے کوئی عہد لے رکھا ہے، یا اس کے ذمہ وہ بات لگاتے ہیں جس کا انہیں علم نہیں۔ (۲ /۸۲-۸۰)

☆ ہاں جس کے گناہ اسے گھیرلیں وہ دوزخ میں ٹھہر رہے گا اور جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرے اس کے لئے ہمیشہ کی جنت ہے۔

(۲ /۸۲-۸۰)

☆ ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ ماں باپ، رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں سے بھلائی کرو۔ لوگوں سے اچھی بات کہو۔ نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو؛ لیکن چند لوگوں کے علاوہ سب نے روگردانی کی۔ (۲ /۸۳)

Marfat.com

☆ تم سے وعدہ لیا کہ خون نہ بہانا اور ایک دوسرے کو بستیوں سے نہ نکالنا مگر تم نے یہ سب کیا اور انھوں کے خلاف گناہ و زیادتی میں دوسروں کی مدد کی۔

☆ کیا تم اللہ کے بعض احکام پر ایمان رکھتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو۔سو جو بھی ایسا کرے اس کی سزادنیا اور آخرت میں رسوائی ہے۔

☆ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی خرید لی ہے؛ سو نہ تو ان سے عذاب ہلکا ہوگا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔
(۲ /۸۶-۸۴)

☆ ہم نے موسی کو کتاب دی۔ اس کے بعد پے در پے رسول بھیجے اور عیسی کو معجزات اور روح القدس کی تائید سے نوازا۔ تو کبھی تمہارے پاس کوئی رسول تمہاری خواہش نفس کے خلاف کچھ لے کر آئے، تم نے تکبر کیا اور بعض کو جھٹلایا تو بعض کو قتل کر ڈالا۔

☆ وہ کہتے ہیں: ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہیں۔نہیں بلکہ اللہ نے ان پر لعنت کی ہے کفر کے سبب اور بہت تھوڑے ان میں ایمان لاتے ہیں۔
(۲ /۸۸-۸۷)

☆ جب اللہ کی آخری کتاب آئی جو ان پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور جب آیا ان کے پاس وہ جانا پہچانا نبی جس کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگا کرتے تھے تو باوجود پہچان لینے کے منکر ہو بیٹھے۔

☆ بہت برا ہے وہ کفر جس کے بدلے انھوں نے خود کو بیچ ڈالا۔ اللہ کے نازل کیے ہوئے کا انکار صرف اس جلن سے کہ اللہ نے اپنا فضل اپنے جس بندہ پر چاہا نازل فرمایا۔پس یہ لوگ غضب بالائے غضب کے سزاوار

Marfat.com

ہوئے۔ (۲ /۹۰-۸۹)

☆ ان سے کہاجائے: اللّٰہ کی کتاب پر ایمان لاؤ، تو کہتے ہیں: جو ہم پر اترا اس پر ہمارا ایمان ہے اور بعد میں آنے والی کتاب کا انکار کرتے ہیں حالانکہ وہ حق ہے اور تصدیق کرتی ہے پہلی کتابوں کی اگر پہلی کتابوں پر ان کا ایمان ہے تو پھر اگلے انبیاء کو قتل کیوں کیا۔

☆ جب ان سے وعدہ لیا کہ ہماری دی ہوئی چیز کو مضبوط تھامو اور سنو تو بولے: ہم نے سنا اور نافرمانی کی اور ان کے دلوں میں بچھڑے کی محبت گویا پلادی گئی بسبب کفر کے۔ (۲/۹۳)

☆ ان سے کہہ دیجیے۔اگر آخرت کا گھر اللّٰہ کے ہاں صرف تمہارے ہی لئے ہے تو بھلا اپنی سچائی کے ثبوت میں موت کی آرزو تو کرو؛ لیکن یہ ہرگز کبھی اس کی آرزو نہ کریں گے اپنی بداعمالیوں کے سبب۔

☆ سب لوگوں سے زیادہ دنیا کی زندگی کا حریص انہی کو پاؤ گے۔ان میں سے ہر شخص ہزار سال جینے کی ہوس رکھتا ہے حالانکہ اتنی عمر کا مل جانا بھی عذاب سے نہیں چھڑا سکتا۔ (۲/۹۵-۹۴)

☆ جو کوئی (ان میں سے) جبرئیل کا دشمن ہے جس نے آپ ﷺ کے دل پر اللہ کے حکم سے یہ قرآن اتارا تو ایسے کافروں کا اللّٰہ خود دشمن ہے۔
(۲/۹۸-۹۷)

☆ ہم نے آپ ﷺ پر روشن دلیلیں اتاریں جن کا انکار سوائے بدکاروں کے کوئی نہیں کرتا۔

☆ یہ لوگ جب کبھی کوئی عہد کرتے ہیں تو ان کا ایک نہ ایک گروہ اسے توڑ دیتا ہے بلکہ ان میں سے اکثر ایمان سے محروم ہیں۔

Marfat.com

☆ جب اللّٰہ کا رسول ان کی کتابوں کی تصدیق فرماتا آیا تو ان کے ایک گروہ نے اللّٰہ کی کتاب اس طرح پیٹھ پیچھے پھینک دی گویا جانتے ہی نہیں۔
(۲ /۱۰۰-۹۹)

۱۵۔ یہود اور جادو

☆ یہ لوگ اس (جادو) کے پیچھے لگ گئے جو شیاطین حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت میں پڑھا کرتے تھے۔سلیمانؑ نے کفر نہ کیا بلکہ یہ کفر شیاطین کا تھا۔وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔

☆ اور جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر اترا۔ وہ دونوں بھی کسی کو کچھ نہ سکھاتے جب تک یہ نہ کہہ دیں کہ ہم نری آزمائش ہیں، تم کفر نہ کرو۔

☆ پھر لوگ ان سے وہ کچھ سیکھتے جس سے خاوند اور بیوی میں جدائی ڈال دیں، حالانکہ وہ اللّٰہ کی مرضی کے بغیر کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

☆ جو کچھ سیکھتے ہیں وہ (ازخود) نہ تو نقصان پہنچائے اور نہ نفع دے اور یہ جانتے ہیں کہ اس کے لینے والے کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں پس کیا ہی بری چیز ہے جس کے بدلے انھوں نے اپنی جانیں فروخت کیں۔

☆ اگر یہ لوگ ایمان لاتے اور تقوی اپناتے تو اللّٰہ کے ہاں سے بہترین ثواب انہیں ملتا۔
(۲ /۱۰۳-۱۰۲)

۱۶۔ تعظیم رسول ﷺ

☆ اے ایمان والو! تم لوگ (یہود کو تنقیص رسالت کا موقع نہ دو چنانچہ) نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں ''راعنا'' (یا ایسا کوئی بھی لفظ جس سے ذرا بھی

Marfat.com

تنقیص کا شائبہ نکلتا ہو یا جسے بگاڑ کر بھی کوئی منکر گستاخی کا کوئی پہلو نکال سکتا ہو) کبھی نہ کہنا بلکہ اس کی جگہ یوں عرض کرو: ''انظرنا'' (یعنی حضور ﷺ ہم پر نظر کرم فرمائیں) اور پہلے ہی سے بغور سنا کرو اور جان لو کہ کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (۲/۱۰۴)

یہود اور کفار کا حسد

☆ اہل کتاب کافر اور مشرکین نہیں چاہتے کہ تم پر تمہارے رب کی طرف سے کوئی بھلائی اُترے؛ لیکن اللّٰہ تعالیٰ جسے چاہے اپنے فضل و رحمت سے نوازتا ہے۔ (۲/۱۰۵)

۱۷۔ نسخِ آیات

☆ جب کوئی آیت ہم منسوخ کردیں یا بُھلا دیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی اور لاتے ہیں۔کیا تمہیں خبر نہیں کہ اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

(۲/۱۰۶)

۱۸۔ بادشاہی اللہ کی ہے

☆ کیا تمہیں علم نہیں کہ اللہ ہی کے لئے ہے آسمان و زمین کی بادشاہی؛ اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی ولی ہے نہ مددگار۔ (۲/۱۰۷)

۱۹۔ توقیرِ نبیٔ اکرم ﷺ

☆ کیا تم اپنے رسول کریم ﷺ سے ویسے ہی سوال پوچھنا چاہتے ہو جیسے اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھے گئے تھے۔سنو ایمان کو کفر سے بدلنے والا سیدھی راہ سے بھٹک جاتا ہے۔ (۲/۱۰۸)

Marfat.com

۲۰۔ بنی اسرائیل..... جاری

☆ اکثر اہل کتاب باوجود حق واضح ہوجانے کے محض اپنے حسد کی بنا پر اہل ایمان کو بھی کفر کی طرف لوٹا دینا چاہتے ہیں۔پس تم درگزر کرو اور چھوڑو یہاں تک کہ اللّٰہ اپنا حکم لائے۔

☆ نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہا کرو۔ جو کچھ بھلائی تم اپنے لئے آگے بھیجو گے سب اللّٰہ تعالیٰ کے ہاں پاؤ گے۔بے شک اللّٰہ تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے۔ (۲ /۱۱۰)

☆ وہ کہتے ہیں جنت میں یہود و نصاریٰ کے سوا اور کوئی نہ جائے گا۔یہ محض ان کی آرزوئیں ہیں۔ اگر وہ سچے ہیں تو دلیل لائیں۔ (۲ /۱۱۱)

☆ جس نے اللّٰہ کے سامنے اپنا آپ خلوص کے ساتھ جھکا دیا اور وہ نکو کار ہے تو اس کا رب اسے پورا اجر دے گا۔ ایسے بندوں کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ غم۔ (۲ /۱۱۲)

☆ یہود و نصاریٰ ایک دوسرے کی تکذیب کرتے ہیں حالانکہ دونوں ہی کتاب پڑھتے ہیں۔ایسی ہی بات اور جاہلوں نے بھی کہی۔اللّٰہ تعالیٰ قیامت کے روز ان جھگڑوں کا فیصلہ کردے گا۔ (۲ /۱۱۳)

۲۱۔مساجد میں ذکر الٰہی

☆ اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللّٰہ کی مسجدوں میں اس کا ذکر کرنے سے روکے اور انھیں ویران کرنا چاہے۔ایسے لوگ ڈرتے ہوئے مسجدوں میں جائیں۔ان کے لئے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔ (۲ /۱۱۴)

Marfat.com

۲۲۔ توحید و تنزیہہ

☆ مشرق، مغرب سب اللّٰہ ہی کا ہے۔تم جدھر منہ کرو، اُدھر وجہہ اللّٰہ (یعنی اللّٰہ کی رحمت تمہاری طرف متوجہ) ہے۔ (۲ /۱۱۵)

☆ یہ (کافر) کہتے ہیں: اللّٰہ تعالیٰ کی اولاد ہے۔ (نہیں بلکہ) وہ پاک ہے۔ اسی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔سب اس کے فرمانبردار ہیں۔ (۲ /۱۱۶)

☆ وہ زمین و آسمان کا ابتداً پیدا کرنے والا ہے۔ وہ جس کام کو کرنا چاہے، کہہ دیتا ہے کہ: ہو جا،تو بس وہ فوراً ہوجاتا ہے۔

☆ بے علم لوگوں نے کہا: اللّٰہ تعالیٰ خود ہم سے کیوں کلام نہیں کرتا یا ہمیں کوئی نشانی ملے۔ ان سے اگلوں نے بھی ایسی ہی بات کہی تھی۔ ان کے دل ایک جیسے ہیں۔بے شک ہم نے تو یقین والوں کے لئے نشانیاں بیان کردی ہیں۔ (۲/۱۱۸)

۲۳۔ بعثتِ نبوی

☆ ہم نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ خوشخبری دینے اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے؛ اور اہل دوزخ کے متعلق آپ سے سوال نہ ہوگا۔ (۲ /۱۱۹)

۲۴۔ بنی اسرائیل-جاری

☆ یہود و نصاری آپ ﷺ سے ہرگز راضی نہ ہوں گے جب تک آپ ان کے دین کی پیروی نہ اپنائیں۔آپ ﷺ کہہ دیجئے :اللہ کی ہدایت ہی فی الواقع ہدایت ہے؛ اور اگر کوئی جانتے ہوئے ان کی خواہشوں پر چلے تو

Marfat.com

اللّٰہ کے ہاں کوئی اس کا مددگار نہیں۔ (۲ /۱۲۰)

۲۵۔ تلاوت قرآن

☆ جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ اسکی تلاوت کا حق ادا کرتے اور اس پر ایمان رکھتے ہیں؛ اور جو اس کے منکر ہوں وہی زیاں کار ہیں۔

(۲ /۱۲۱)

۲۶۔ بنی اسرائیل..... جاری

☆ اے بنی اسرائیل! میرے احسانات یاد کرو اور ڈرو اس دن سے جب کوئی جان دوسرے کا بدلہ ہوگی نہ کسی سے کچھ فدیہ قبول ہوگا۔ نہ کافروں کو کوئی سفارش نفع دے گی اور نہ ان کی مدد ہوگی۔ (۲/۱۲۳-۱۲۲)

۲۷۔ ابراہیم علیہ السلام اور تعمیرِ کعبہ

☆ ابراہیم علیہ السلام کو اس کے رب نے کچھ باتوں سے آزمایا اور وہ پورا اترا تو فرمایا: میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔عرض کی: اور میری اولاد سے۔فرمایا: میرا عہد ظالموں کو شامل نہیں۔ (۲ /۱۲۴)

☆ ہم نے کعبۃ اللّٰہ کو لوگوں کے لئے مرکزاور امان بنایا۔تم مقام ابراہیم کو جائے نماز مقرر کرلو ۔ہم نے ابراہیم و اسماعیل سے عہد لیا کہ میرے گھر کو خوب ستھرا بناؤ طواف والوں، اعتکاف والوں اور رکوع و سجود والوں کے لئے۔ (۲ /۱۲۵)

☆ جب ابراہیم نے دعا مانگی: اے میرے رب اس جگہ کو شہر امن بنا اور یہاں کے باسیوں کو جو اللّٰہ اور روزآخرت پر ایمان رکھتے ہوں، طرح

Marfat.com

طرح کے پھلوں سے روزی دے۔اللّٰہ نے فرمایا: میں کافروں کو بھی تھوڑا برتنے دوں گا ۔ پھر انھیں دوزخ کے برے ٹھکانے کی طرف پلٹا دوں گا۔

(۲ /۱۲۶)

☆ ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کعبہ کی تعمیر کرتے ہوئے یہ کہہ رہے تھے: اے ہمارے رب!تو ہم سے قبول فرما۔بے شک تو سنتا جانتا ہے۔اے پروردگار!ہمیں اپنا فرمانبردار بنالے اور ہماری اولاد میں سے ایک فرمانبردار امت اٹھا اور ہمیں اپنی عبادتیں سکھا اور ہماری توبہ قبول فرما۔بے شک تو ہے توبہ قبول فرمانے والا مہربان۔ (۲ /۱۲۸-۱۲۷)

☆ اے ہمارے رب!اور ان میں ایک رسول انہی ہی سے بھیج جو ان پر تیری آیات تلاوت کرے۔انہیں کتاب و حکمت سکھائے اور ان کا تزکیہ فرمائے۔بے شک تو غالب حکمت والا ہے۔

۲۸۔ دین ابراہیمی اور یہود

☆ ابراہیم کے دین سے وہی منہ پھیرے گا جو دل کا احمق ہو۔ہم نے اسے دنیا اور آخرت دونوں میں برگزیدہ کیا ہے۔

☆ جب اسے رب نے کہا: فرمانبردار ہوجا۔عرض کی: میں سپرد کرتا ہوں خود کو رب العالمین کی فرمانبرداری میں۔ (۲ /۱۳۱-۱۳۰)

☆ ابراہیمؑ اور یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ اللہ نے یہ دین تمہارے لئے چن لیا ہے؛ تو خبردار!مسلمان ہی مرنا۔

☆ کیا تم یعقوبؑ کی وفات کے وقت موجود تھے،جب اس نے اپنے بیٹوں سے کہا: میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ تو سب بولے: اس اللہ کی

Marfat.com

جو معبود ہے آپ کا اور آپ کے آباء ابراہیمؑ و اسماعیلؑ و اسحاقؑ کا۔ اکیلا معبود اور ہم سب اسی کے فرمانبردار ہیں۔

☆ یہ ایک امت ہے جو گزر چکی ۔ ان کے لئے ہے جو انہوں نے کمایا اور تمہارے لئے ہے جو تم کماؤ اور ان کے اعمال کی تم سے پرسش نہ ہوگی۔ (۲ /۱۳۴-۱۳۲)

☆ یہ کہتے ہیں یہودی یا نصرانی بن جاؤ، ہدایت پاؤ گے۔ آپ ﷺ فرما دیجیے: بلکہ صحیح راہ ملت ابراہیمی ہے۔ہر باطل سے جدا اور ہر شرک سے پاک۔

☆ اے مسلمانو!تم یوں کہو: ہم ایمان لائے اللّٰہ پر اوراس پر جو اترا ہماری طرف اور جو اتارا گیا ابراہیمؑ و اسماعیلؑ و اسحاقؑ و یعقوبؑ اور ان کی اولاد پر؛ اور جو کچھ دیا گیا موسیٰؑ وعیسیٰؑ اور دیگر انبیاء کو اللّٰہ کی طرف سے۔ہم ان میں کسی پر ایمان میں فرق نہیں کرتے اور ہم اللّٰہ کے فرمانبردار ہیں۔ (۲ /۱۳۶-۱۳۵)

۲۹۔ معیارِ ایمان

☆ اگر یہ (یہود و نصاریٰ اور مشرکین) ایسا ایمان لائیں جیسا تم (صحابہ) لائے ہو تب تو وہ ہدایت پاگئے؛ اور اگر منہ موڑیں تو نری ضد میں ہیں۔ اللّٰہ تعالیٰ ان کے مقابل آپ ﷺ کو کفایت کرے گا۔

☆ (کہو) ہم نے اللّٰہ کا رنگ اپنایا۔اس سے بہتر کس کا رنگ ہے؛ اور ہم اس کے عبادت گزار ہیں۔ (۲ /۱۳۸-۱۳۷)

۳۰۔ بنی اسرائیل..... جاری

Marfat.com

☆ آپ ﷺ فرمادیجیے: کیا تم اللہ کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو جو ہمارا اور تمہارارب ہے۔ ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے؛ اور ہم تو اسی کے لئے مخلص ہیں۔ (۲/۱۳۹)

☆ کیا تمہارے گمان میں ابراہیمؑ و اسماعیلؑ ،اسحاقؑ ویعقوبؑ اور ان کی اولاد یہودی یا نصرانی تھے کیا تمہیں زیادہ علم ہے یااللہ کو۔ اور اللہ کی شہادت چھپانے والے سے بڑھ کرظالم کون ہے۔اللہ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں۔

☆ یہ ایک امت ہے جو گزر چکی۔ ان کے لئے ہے ان کی کمائی اور تمہارے لئے تمہاری کمائی۔ ان کے اعمال کی تم سے پرسش نہ ہوگی۔

(۲/۱۴)

Marfat.com

حصۂ دوم

آیئے آیئے زندگی

Marfat.com

Marfat.com

بقرۃ: ۱

۱۔ یہ حروفِ مقطعات ہیں جن کے معانی ہمیں معلوم نہیں ۔ ایسے حروف کئی سورتوں میں آئے ہیں ۔اور ہر جگہ سورت کے شروع میں ہیں۔یوں کھلا کہ انسان کی زندگی لاعلمی سے شروع ہوتی اور دھیرے دھیرے علم کی سمت بڑھتی ہے ۔پس قدم قدم بے خبری کا اعتراف آدمی کو عجز کے سانچے میں ڈھالتا اور طلبِ علم کی پیاس من میں انڈیلتا ہے۔

۲۔ حروفِ مقطعات کے معانی آشکار نہیں مگر قرآن کا جزو ہیں اور ہر جگہ تلاوت کا حصہ۔ اِس سے ظاہر ہوا کہ علم کے بغیر تو زندگی چلتی ہے مگر ایمان اور عبادت کے بغیر نہیں ،کہ حروفِ مقطعات کی تلاوت بھی عبادت ہے۔

۳۔ حروفِ مقطعات اِس بات کی علامت ہیں کہ کوئی شخص قرآن کے علوم پر کبھی حاوی نہیں ہو سکتا ۔پس ایمان لے ہی آنا چاہیے ہر شخص کو قرآن پر کیونکہ کسی چیز کو پانے کے دو ہی راستے ہیں: علم یا ایمان ۔

۴۔ حروفِ مقطعات نے بتا دیا کہ خدا کسی کو سمجھ نہیں آتا ،مگر ہر ایک کے دِل میں اتر آتا ہے۔

۵۔ حروفِ مقطعات کے مفاہیم کا ہمیں علم نہیں۔ کچھ چیزیں ایسی بھی ہوتی ہیں زندگی میں جنہیں ہم جانتے نہیں پر انہیں ماننا اور ساتھ رکھنا ہوتا ہے۔ دیکھنا بے خبری کہیں بے وفائی کا سبب نہ بننے پائے ورنہ زندگی کے راستے کھوٹے ہوجائیں گے۔

۶۔ بے خبری کی کوکھ سے جو ایمان جنم لیتا ہے وہ پُختہ ہو جائے تو شک وشبہ کے ہر امکان کی جڑ کٹ جاتی ہے اور عشق و وجدان کی البیلی راہوں پر آدمی جادہ پیما ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

بقرہ ۲:۵

﴿یہ عظیم الشان کتاب، ہر شک و شبہ کے امکان سے ماوراء ہے ۔متقین ہی اس کی ہدایت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔﴾

۷۔ یہ ایک دعویٰ ہے اور پورا قرآن حرف حرف اس کی تصدیق کرتا ہے۔ چودہ صدیاں گزر گئیں، کل عالم کفر مل کر بھی قرآن کے کسی ایک بیان کو جھٹلا نہیں سکا۔ کوئی خبر قرآن کی غلط نہیں نکلی۔ کوئی زاویہ کسی علم کا، کوئی تحقیق سائنس کی قرآن کے منافی ہے نہ اس سے باہر۔ قوانین دنیا نے بہت سے بنائے مگر قرآنی تشریع کا ہم پلہ کوئی نہ ہوسکا۔ سوچنے والے ان گنت مگر کوئی سوچ قرآن سے ٹکرا کر کبھی پر حاوی نہ ہوسکی۔ تہذیبیں نہ جانے کتنی اُبھریں مگر قرآن کی تہذیب کے آگے ہر ایک سرنگوں ہے۔ معیشت کے سانچے ایک سے بڑھکر ایک ہیں دنیا میں لیکن فلاحِ انسانی کا ہر راستہ قرآنی معاشیات کے آنگن میں جا ٹھہرتا ہے۔ سماجی قدریں ہر قوم میں جداگانہ سہی پر قرآن کی اقدار سب سے اعلیٰ سب سے بڑھکر۔ سیاست کے نظام دنیا میں نہ جانے کتنے رائج ہیں مگر قرآن کے سیاسی تصور کا بدل دنیا قیامت تک نہیں لا سکتی۔ ثقافت کے نمونے مختلف زیبائشوں سے پُر دِکھیں، لیکن قرآن کی ماڈل ثقافت ہر طرح کونین میں یکتا لگے۔ غرض قرآن کی آغوش میں جو کچھ ہے سب زندگی، سچائی اور ابدیت کا مرقع ہے اور کسی قسم کا کوئی شک و شبہ اس میں کبھی ہار نہیں پا سکتا۔

۸۔ قرآن کی ایک ایک بات شک و شبہ سے ماورا ہے۔ جو کچھ قرآن نے کہہ دیا ہے اُسے ہر حال میں مانو، چاہے اس کا علم ہو یا نہ ہو۔ ایمان بالغیب یہی ہے۔ قرآن کا علم سیکھنا تفصیل جاننے اور عمل کرنے کے لئے ہے۔ جو جو بات کھلتی جائے اسے فوراً مان لیا کرو۔ قرآن شک کرنے کے لئے نہیں، ماننے

Marfat.com

کے لئے ہے۔ہاں ماننے سے پہلے اتنا ضرور جان لو کہ واقعی قرآن نے ایسا ہی کہا ہے۔

۹۔ خُدا کی کسی بات ، کسی حکم ، کسی فیصلے میں کبھی شک وشبہ نہ کرنا ۔کوئی مانے یا نہ مانے اُس کی مرضی ہر حال میں پوری ہو کر رہتی ہے۔ پھر شک وشبہ سے کیا حاصل۔ نقصان تو بندے کا اپنا ہی ہو گا۔

۱۰۔ کلامِ الٰہی سب کے لئے ہدایت ہے۔پر یہ ہدایت ہر کسی کو یونہی نہیں مل جاتی ۔اسے پانے کے لئے کچھ محنت چاہیے اور یہ محنت تقوٰی ہے۔زندگی ایک سفر ہے اور اِس سفر میں قدم قدم ہدایت کی ضرورت ۔قرآن یہ ہدایت اپنی آغوش میں لئے ہوئے ہے اور ہر انسان لمحہ لمحہ اس سے فیضیاب ہوسکتا ہے۔لیکن صرف اسی صورت کہ تقوٰی اس کا زادِراہ ہو اور تقوٰی ہی کا ظرف لیکر قرآن کی بارگاہ میں حاضر ہو۔

۱۱۔ اس آیت میں بتایا کہ قرآن کریم اہل تقویٰ کے لئے ہدایت ہے۔ اور اہل تقویٰ کی سب سے پہلی صفت، پہلی علامت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔ غیب کیا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں، بس قیامت اور اس کے احوال، اور جنت دوزخ کی کیفیات غیب ہیں۔ یہ تو ٹھیک ہے لیکن غیب صرف آخرت ہی نہیں، دنیا میں بھی ان گنت چیزیں غیب ہیں۔ اور آخرت کی طرح دنیا کے غیب پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ جو شخص دنیا کے غیب پر ایمان نہیں رکھتا، اسے آخرت پر ایمان لانے سے بھلا کیا فائدہ ہوگا۔ دنیا کی زندگی ہمیں لمحہ لمحہ ملتی ہے۔ کیا خبر کہ اگلا لمحہ ہمارا ہے یا نہیں۔ موت زندگی کے تعاقب میں ہے۔ جانے کب آ کر دبوچ لے۔ جو لمحے گزر گئے، وہ ہمارے ہاتھ سے ہمیشہ کے لئے نکل گئے۔ جو آنے والے ہیں ان کا بھروسہ نہیں۔ جو لمحہ ہمیں میسر ہے بس وہی ہماری زندگی ہے۔ اسی کو ہم نے معتبر بنانا ہے۔ اپنی سوچ اور

Marfat.com

اپنے عمل سے آنے والے لمحے تو مکافات عمل بن کر آئیں گے۔ جو کچھ ہم نے اس لمحے میں سوچا اور کہا ہے، آنے والے لمحوں میں ہم اس کی جزا یا سزا پائیں گے۔ یہ لمحے قیامت سے پہلے خود اسی دنیا میں آئیں گے۔ زندگی خود ہمیں سزا یا جزا دے گیا ۔

عدل و انصاف فقط حشر پہ موقوف نہیں
زندگی خود بھی گناہوں کی سزا دیتی ہے

اب ذرا سوچئے کیا ہمیں معلوم ہے کہ زندگی ہمارے ساتھ اگلے لمحے کیا سلوک کرنے والی ہے؟ آیا ہمیں انعام بخشے گی یا سزا دے گی۔ اور اس سزا یا جزا کی نوعیت کیا ہوگی۔ کون کہہ سکتا ہے آنے والا لمحہ اس کے لئے پیاس لے کر آئے گا یا سیرابی۔ شفا لے کر آئے گا یا بیماری۔ دکھ لے کر آئے گا یا آسودگی۔غربت لے کر آئے گا یا خوشحالی۔ ترقی لے کر آئے گا یا بے روزگاری۔ واقعہ یہ ہے کہ دنیا میں کوئی نہیں جانتا اس کی زندگی اگلے لمحے کون سا موڑ مڑنے والی ہے۔ اور یہی تو غیب ہے۔ پس آنے والا زندگی کا ہر لمحہ پردۂ غیب میں ہے۔ اور اس غیب پر ایمان ہی سے زندگی سنورتی ہے۔ اسی سے خوف اور خشیت کا وہ رنگ پھوٹتا ہے جو انسان کو نیکی پر لگائے رکھتا ہے۔ اسی یقین کی کوکھ سے تقویٰ جنم لیتا ہے۔ اور اسی یقین کی سنگت میں قرآن کا نور ہماری زندگی کی راہیں اجالتا ہے۔ قرآن کی ہدایت اسی کو ملتی ہے جو متقی ہو اور متقی وہی ہے جو غیب پر ایمان رکھے۔ دنیا اور آخرت کے ہر غیب پر۔

بقرہ ۳:۵

۱۲۔ ہم بیک وقت دو جہانوں میں رہ رہے ہیں۔ایک جہانِ ظاہر دوسرا باطن۔ایک ہمارے مشاہدے میں ہے اور دوسرے پر ایمان لازم۔انسانی کوشش

Marfat.com

اور اختیار کا دائرہ صرف جہانِ ظاہر تک محدود ہے یہی عالمِ اسباب ہے جہاں آدمی اپنے عمل کی جولانگاہ میں طرح طرح کی تدبیریں زیرکارلاتا ہے۔

جہانِ باطن (عالمِ غیب) کی پہنائیاں انسان کے دائرہ اختیار سے باہر ہیں ۔نتائج اور مسببات کی دنیاہے جس میں قدرت اپنا کام کرتی ہے اورجس کی اوٹ سے مشیتِ الٰہی ہمارا امتحان لیتی،ہمیں سنبھالتی ،رہنمائی کرتی اورجزایاسزادیتی ہے۔

۱۳۔ جہانِ ظاہرمیں ہمارا جیون تابع ہے جہانِ باطن کے۔ ہمارا ہرعمل ہرجنبش زیراثرہے باطن کے۔دل دھڑکے یاسانس چلے ہم عالم غیب کے زیرسایہ رہتے ہیں اور اسی کی آغوش میں پلتے ہیں۔یہی ایمان کا حرفِ اوّل ہے۔

۱۴۔ اہل تقوٰی نماز قائم رکھتے ہیں۔کائنات کی فطرت میں خدانے عبدیت کا شعور بھرا ہے اور نماز عبدیت کا حاصل ہے۔نمازمیں بندہ خدا کے حضور حاضرہوتاہے اور خدا کی رحمت بندے کی طرف متوجہ۔اس دوگونہ التفات سے بندے کی زندگی میں خیرکے انمول سرچشمے پھوٹ پڑتے ہیں۔

۱۵۔ اللہ تعالیٰ ہر انسان کو جو کچھ دیتاہے اس میں دوسروں کا حصہ بھی اس نے رکھا ہوتا ہے اور یہ حصہ ان تک پہنچانے کا اس نے حکم دیاہے۔اس کا نام انفاق فی سبیل اللہ ہے اور دین کے احکام میں اسکا درجہ نماز کے ساتھ ملا ہوا ہے۔

بقرہ ۴:۵

۱۶۔ خدانے جوکچھ حضورﷺ پر اتاراہے اور جو کچھ آپﷺ سے پہلے انبیاء پر اتارا ۔اس سب پرایمان لائے بغیر آدمی نہ تقوٰی سے روشناس ہوسکتاہے اورنہ قرآنی ہدایت سے بہرہ ور۔

۱۷۔ (ما انزل) یعنی جوکچھ اتاراگیا کی قرآنی تعبیر سے عیاں ہے کہ انبیاء پر

Marfat.com

صرف کتابیں ہی نہیں اتریں بلکہ ہر نبی کی سیرت بھی آسمانی وحی کا ثمر ہے۔انبیاء پر وحی کے الفاظ ہی نہیں، اعمال بھی اترتے ہیں۔اور بسااوقات اعمال بغیرالفاظ کے بھی اترتے ہیں اور یہی اعمال ان کی سیرت میں ڈھلتے ہیں۔ جن انبیاء پر کتابیں نہیں اتریں ان پر وحیٔ الٰہی زیادہ تر اعمال ہی کے روپ میں اتری ہے۔بناء بریں انبیاء کی سیرتوں کو بھی آسمانی کتابوں کی طرح وحیٔ الٰہی ماننا لازم ہے۔اس کے بغیرنہ ایمان معتبر ہے ، اورنہ ہدایت نصیب ہوتی ہے۔

۱۸۔ آخرت پر یقین نہ ہوتوزندگی سدھر نہیں سکتی ۔سچ تو یہ ہے کہ انسان کے دل میں تقوٰی کی آرزو اور ہدایت کی تمنا ابھرتی ہی تب ہے جبکہ وہ آخرت پریقین کامل رکھتا ہو۔

۱۹۔ ہدایت جس کسی کو ملتی ہے رب تعالی کے کرم ہی سے ملتی ہے۔وہ نہ چاہے تو کوئی ہدایت کے راستوں کا سراغ نہیں لگاسکتا ۔ اس لئے سب کو ہر وقت خداسے ہدایت کی دعا مانگتے رہنا چاہیے۔

۲۰۔ کامیابی توصرف وہی ہے جو خدا کی بارگا ہ سے آئے اور خدا تعالی کامیابی جس کوبھی دیتا ہے ہدایت کے راستے سے اور اس کے نتیجہ میں دیتاہے ۔ اس کے علاوہ کامیابی کا ہر تصورمحض ایک دھوکہ ہے۔

۲۱۔ انسان کے لئے ہدایت اور کامیابی کا راستہ ان مدارج اور منازل سے ہوکر گزرتاہے :

تقوٰی —> ایمان بالغیب —> صلوٰۃ

انفاق —> حضور اقدس ﷺ پر ایمان —>

جو کچھ حضور ﷺ پر نازل ہوا اس پر ایمان —>

حضور ﷺ کی سب نسبتوں پر ایمان —> حضور ﷺ

Marfat.com

سے پہلے جو کچھ اترا اس پر ایمان <— سب

انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان <— انبیاء کرام

کی سیرتوں کے وحی الٰہی ہونے پر ایمان <—

آخرت پر یقین <— ہدایت و فلاح کے منجانب اللہ

ہونے پر یقین <— اللہ تعالیٰ سے کرم کی التجا

بقرہ:۶-۷

۲۲۔ ہدایت نصیب کا معاملہ ہے ۔ہرکافر کے نصیب میں ہدایت نہیں ہوتی۔یہی حال گمراہ مومنوں کا بھی ہے۔اور کبھی کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ خوش نصیبی بدل جاتی ہے بدنصیبی میں۔ایسا ہمیشہ آدمی کی غفلت اور کوتاہی کے باعث ہوتا ہے۔ پس ڈرتے رہنا چاہیے،کہیں ہم سے بھی ایسا ہی نہ ہوجائے۔

۲۳۔ دلوں پرمہر بھی لگ جایا کرتی ہے۔اور جب ایسا ہو توسماعتیں بہری،بصارتیں اندھی،عقلیں ناکارہ اور ہمارے حواس معطل ہوجاتے ہیں۔انسانی وجود کی ساری معنویت رائگاں چلی جاتی ہے۔

بقرہ:۸-۹

۲۱۔ ظاہروباطن کا تضاداگر عمل تک محدود رہے توصرف فسق وفجور کہلائے گا لیکن عقیدہ میں اتر آئے تو آدمی منافق ہے،مومن نہیں۔عملی نفاق تو ہماری سوسائٹی میں بہت پایا جاتا ہے لیکن بعض لوگ اعتقادی نفاق میں بھی مبتلا ہو جاتے ہیں۔

۲۴۔ زبان سے دعوی ،دل سے انکار۔معلوم ہوا نفاق بھی دراصل بری نیت کانام ہے پس نیت پر دارومدارعمل کا ہی نہیں عقیدہ کا بھی ہے۔یوں گویا پورا دین ہی حسن نیت کے راستے آدمی کی زندگی میں آتا ہے ؛اور اگر نیت میں فساد

Marfat.com

آئے تو زندگی سے نکل جاتا ہے ۔

۲۵۔ ایمان والے خدا کی پناہ میں رہتے ہیں۔انہیں دھوکہ دینے والا شخص دراصل اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔یوں حقیقت میں وہ خودکو دھوکہ دے رہا ہوتا ہے۔ کتنے بڑے خسارے میں ہیں وہ لوگ جو اپنی سوچ اور اپنے عمل سے اپنا نقصان کر رہے ہوتے ہیں اورانہیں خبر نہیں ہوتی ۔

۲۶۔ غلطی کے ارتکاب سے زیادہ بھیانک چیز غلطی کا احساس نہ ہونا ہے کیونکہ اس طرح غلطی کی تلافی ممکن نہیں رہتی۔بدنیتی سے زیادہ بری چیز ناسمجھی ہے۔ ناسمجھی حسن نیت کے فوائد کوبھی ضائع کر دیتی ہے۔سمجھ نہ ہو تو انسان کی بڑی سے بڑی خوبی بھی اسکے کام نہیں آتی۔حد یہ کہ خوش نصیبی کے ثمرات بھی رائگاں جاتے ہیں۔

بقرہ: ۸—۹

﴿ اور جب ان سے کہا جاتا ہے زمین میں فساد نہ پھیلاؤ تو وہ کہتے ہیں ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔﴾

۲۷۔ مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ کام تو ایسا کر رہے ہیں، جس سے فساد پھیلے مگر اس کام کو انہوں نے اصلاح کا نام دے رکھا ہے۔ اصلاح کے نام پر فساد پھیلانا، اچھائی کے روپ میں بدی، خیر کی آڑ میں شر، بھلائی کے پردے میں برائی، ذرا آیئے ناں ہم بھی اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں کہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں، کہیں وہ بھی ایسا ہی تو نہیں۔ میں نے تو جب بھی اس آیت کو پڑھا۔ ایک کپکپی سی بدن میں اُتری ہے۔ اک خوف کا کوندا لپکا ہے۔ میں تو سچ مچ بہت ڈراہوں میرے بھائی! اپنے آپ کے بارے میں، گھر کے معاملات میں، دوسروں

Marfat.com

کے ساتھ تعلقات میں، عبادت کے طور پر؛ خدمت کے نام سے معاشی جدوجہد کے دائرے میں، سماجی بہبود کے روپ میں ہر وقت نہ جانے آدمی کیا کچھ کرتا رہتا ہے۔ پر نہ جانے اس سب کچھ میں کتنی خرابی ہوتی ہے۔ کتنا فساد بھرا ہوتا ہے۔ آدمی سمجھتا ہے میں بھلائی کر رہا ہوں اور حقیقت میں وہ برائی ہوتی ہے۔

۲۸۔ اچھی نیت! ہاں اچھی نیت بھی کیا دھوکہ ہے۔ اچھی نیت کبھی خرابی کو اچھائی میں نہیں بدل سکتی ہے۔ فساد کبھی اچھی نیت سے اصلاح نہیں بنتا۔ فساد تو ہر حال میں فساد ہی رہتا ہے۔ عمل کا نتیجہ کبھی نیت کے تابع نہیں ہوتا۔ سنکھیا جتنی بھی اچھی نیت سے کھایا جائے نتیجہ اس کا موت ہی نکلتا ہے۔ زہر کو اچھی نیت شہد نہیں بنا سکتی۔ آپ اگر اچھی نیت سے کوئی ایسا کام کریں جو دوسروں کو نقصان پہنچانے والا ہو تو کیا آپ کی اچھی نیت اس نقصان کو فائدے میں بدل دے گی۔ نہیں، ہرگز نہیں۔ تو بس پھر جان لیجئے کہ برا کام چاہے جتنی بھی اچھی نیت سے کیا جائے اس کا نتیجہ ہمیشہ برا ہی نکلتا ہے۔ اسی لئے تو خدا نے ہمیں اچھی نیت سے بڑھ کر بھی ایک چیز دی ہے اور وہ ہے اچھی سمجھ۔ اچھی سمجھ یقیناً اچھی نیت سے زیادہ ضروری ہے۔ سمجھ نہ ہو تو اچھی نیت کسی کام نہیں آتی۔ سمجھ کے بغیر اچھی نیت اکثر نقصان پہنچاتی ہے۔ وہ کتنا ہی اچھا محاورہ ہے کہ نادان دوست سے دانا دشمن بہتر ہے۔ نادان دوست کی اچھی نیت کا انجام تو بس ہلاکت اور بربادی ہی ہے۔ اسی لئے قرآن میں کہا گیا ہے کہ جو کام بھی کرو، اچھی طرح سوچ سمجھ کر کرو۔ پورے شعور و آگہی کے ساتھ۔ جینا ہے تو خوب دیکھ بھال کر جیو اور اگر ہلاکت کی راہ پر جانا ہے تو اچھی طرح سوچ سمجھ کر قدم اٹھاؤ۔ ارشاد فرمایا:

﴿ لیھلک من ھلک من بینة و یحیی من حی عن بینة ﴾

زندگی میں انسان جو کچھ بھی کرنا چاہے پہلے اس کی حقیقت اور انجام کو

Marfat.com

اچھی طرح جانچ لے، خوب پرکھ لے۔ تب آگے قدم بڑھائے۔ غفلت اور بے دھیانی سے جینا تو پتھر کی طرح بے جان وجود ہے اور بس۔

۲۹۔ دل کی بیماری کوئی بھی ہو خطرناک ہے؛ لیکن سوچوں اور جذبوں کی برائی سے جو مرض جنم لے وہ رفتہ رفتہ بڑھتا ہی چلاجاتاہے اور بالآخرانسان کا دل مردہ ہو جاتا ہے ۔

۳۰۔ اپنی اور دوسروں کی اصلاح کرنے والے لوگ ایک بات یا د رکھیں: اصلاح تو دل سے ہو نی چاہیے اوربس دل ہی کی ہونی چاہیے ۔اعمال سارے تابع ہیں دل کے ۔مرض دل میں رہے تواعمال کاسدھرنا کچھ معنی نہیں رکھتا ۔ہاں دل سدھر جائے توسب کچھ سدھر جاتا ہے۔

۳۱۔ ہم نے تو سنا تھا بیماری صرف جسم کی ہوتی ہے یا ذہن کی ،مگر ہم نے غلط سنا تھا۔ بیماری دل کی بھی ہوتی ہے۔ یہ فرمان ہے دل کو بنانے والے کا۔ وہ جس کے قبضے میں سب کے دل رہتے ہیں۔ ہاں مانا کہ میڈیکل سائنس کو اس بیماری کی خبر نہیں، لیکن اسے تو ابھی تک جسم اور ذہن کی بھی انگنت بیماریوں کی خبر نہیں۔ پس اے قرآن کے پڑھنے والو! اپنی بیماری کی تشخیص کے لئے صرف ڈاکٹروں اور لیبارٹریوں ہی کے چکر نہ لگاتے رہا کرو۔ کبھی کبھی قرآن سے بھی اپنا چیک اپ کرا لیا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو، بیماری کچھ اور ہو۔ پھر علاج کچھ اور ہوتا رہے۔ ڈاکٹر جسم کے بناؤ سنگھار میں لگے رہیں اور اندر ہی اندر بیماری دل کو غارت کر جائے۔ دل کی بیماری کیا ہے؟ہارٹ ڈیزیز۔ ارے نہیں! آپ کو غلط فہمی ہوئی ۔قرآن جس بیماری کی بات کر رہا ہے وہ دل کی یہ عضلاتی بیماری نہیں جس کے شفاخانے جگہ جگہ بنے ہوئے ہیں، اور جس کے سپیشلسٹ ڈاکٹر بستی بستی پھر رہے ہیں۔ قرآن تو اس بیماریٔ دل کی بات کرتا ہے جس کا علاج دنیا کے کسی ڈاکٹر کے پاس نہیں۔ جس کا معالج خود قرآن ہے، اور صاحبِ قرآن پیغمبر

Marfat.com

آخرالزمان ﷺ۔ یا پھر صاحبِ قرآن ﷺ کے وارث اولیاء کرام۔ مگر جھوٹے پیر نہیں، بلکہ سچے اولیاء کرام۔ وہ جنہیں ڈھونڈنے کے لئے چراغ رخ زیبا درکار ہے۔ جو ہر جگہ نہیں ملتے او ہر کسی کو نہیں ملتے۔ بس اسی کو ملتے ہیں جو تڑپتا رہے۔ قرآن کی تلاوت میں اور صاحب قرآن ﷺ کی محبت میں:اور صرف تبھی ملتے ہیں جب یہ تڑپ اک آہ ر چادے تن من میں۔ اک بھانبڑ مچا دے سینے میں؛اور اک طوفان اٹھا دے آنکھوں میں۔ جب ایسا ہو تو دیکھ لینا، مسیحا خود تمہیں آواز دے گا۔

بقرہ ۱۱:۵-۱۲

۳۲۔ نہ جانے لوگ زمین میں فساد کیوں پھیلانے لگتے ہیں حالانکہ جب فساد پھیلتا ہے تو وہ خود بھی اس کی لپیٹ میں آجاتے ہیں۔

۳۳۔ اکثر فساد پھیلانے والے بے خبری یابد نیتی سے اسکو اصلاح سمجھتے یا اصلاح کہتے چلے جاتے ہیں اور یہیں سے ان کی بدنصیبی پھوٹتی ہے۔خرابی ہے ، اور کیا ہی بڑی خرابی اس شخص کے لئے جو براکام کرے اور اسے اچھا سمجھتا رہے ؛چاہے لاعلمی اور نا سمجھی سے اورچاہے بدنیتی سے۔ہر دو صورت بربادی ہی مقدر ہے ایسے شخص کا۔

۳۴۔ پھیلاتے ہیں فساد اور اسے نام دیتے ہیں اصلاح کا۔ بہت عجیب ہے یہ رویہ، اور خدا نے اس رویے کو منافقین کی ایک نشانی بتایا ہے۔ پس آؤ ذرا جھانک کر دیکھیں اپنے اپنے گریبان میں کہ کہیں ہم بھی اسی روش میں مبتلا تو نہیں۔ فساد ایسی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں سخت ناگوار ہے۔قتل سے بھی ہولناک جرم۔ کوئی مومن کبھی فساد انگیز نہیں ہوتا؛اور اگر ہو تو اس کا ایمان خطرے میں ہے۔ فساد کیسے پھیلتا ہے؛ لگائی بجھائی کرنے سے، لوگوں کے باہمی جھگڑوں کو

Marfat.com

ہوا دینے سے۔ اور بغض و نفرت ابھارنے سے۔ خدا کا عہد توڑنا، رشتوں کی پروا نہ کرنا اور دوسروں کے معاملات میں دخل دینا، قرآن اسے بھی فساد کہتا ہے۔ امن کی راہ میں روڑے اٹکانا، پیار کے ماحول کو گدلانا۔ اور سماجی نظم کو کمزور کرنا یہ بھی تو فساد ہے۔

لیکن اے میرے پیارے قارئین! کچھ شکلیں فساد کی ایسی بھی ہیں جنہیں آپ شاید فساد کہنے سے گھبرائیں، مگر حقیقت میں وہ بھی فساد ہی ہیں۔ یہاں میں ایسی تمام شکلیں گنوا تو نہیں سکتا۔ البتہ مثالیں ایک دو پیش کر سکتا ہوں: ایک بہت ہی عام شکل فساد کی یہ ہے کہ آدمی بے سوچے سمجھے دوسروں کو غلطیوں پر ٹوکنا شروع کر دے۔ خواہ مخواہ بے موقع اور بے محل تنقید سوائے فتنہ کے اور کچھ نہیں۔ سمجھ نہ ہو تو آدمی تبلیغ کے نام پر بہت بڑا فساد کھڑا کر دیتا ہے۔ ایک صورت اور فساد کی یہ ہے کہ آدمی زندگی کے مسائل کو کچھ اس انداز سے حل کرے کہ اس حل سے نفع کم اور نقصان زیادہ پہنچنے لگے۔ عام طور پر انسان ہر معاملے میں میں اپنا ذاتی فائدہ ہی سوچتا ہے اور یہی سوچ اکثر اوقات معاشرہ میں فساد پھیلنے کا سبب بنتی ہے۔ آدمی کی ساری توجہ اپنے آپ پر مرکوز رہتی ہے اور یوں وہ جان بوجھ کر یا بے خبری میں دوسروں کو تنگی، تکلیف میں مبتلا کر دیتا ہے اور یہی تو فساد ہے۔

بقرہ ۱۳:۵

۳۵۔ ایمان کا ہر دعوٰی سچ مچ ایما ن نہیں ہوتا ۔اسکی پرکھ ضروری ہے اور یہ پرکھ خودہی کر لینی چاہیے تاکہ سدھر نے کا امکان باقی رہے ورنہ خدا جب پرکھے گا تو پھر ایما ن کی سچائی پانے کا ہر راستہ بند ہو چکا ہوگا۔

۳۶۔ ایمان کو پرکھنے کی کسوٹی یہ ہے کہ صحابہ اور اہلبیت جیسا ایمان ہو؛لیکن

Marfat.com

اس معیار تک پہنچنا بہت دشوار ہے۔ لہذا ہمیں اتنا ہی کرلینا چاہیے کہ خود سے بہتر لوگوں کے ایمان کو دیکھ کراپنی اصلاح کرتے چلے جائیں اور سانسوں کی ڈوری ٹوٹنے تک اسی راستے پر چلتے رہیں۔

۳۷۔ جو لوگ دوسروں کو دھوکہ دیتے اورتنہائی میں انکا تمسخراڑاتے ہیں ،اللہ تعالیٰ انہیں اس تمسخر کی سزادے کر ہی رہتا ہے اور اس میں کچھ دیر بھی نہیں کرتا۔

۳۸۔ لوگو!اپنے جرائم کی سزا نہ ملنے پر اترانا چھوڑدو۔ اکثر یہ مہلت ہی سزاہوتی ہے اور یقیناًیہ سزاساری سزاؤں سے بھیانک ہے کہ اس سے آدمی دھوکے میں مارا جاتا ہے ۔آج دنیا بھر میں کافروں ،گمراہوں ،بدکاروں اور گستاخوں کو پنپتادیکھ کریوں لگتا ہے جیسے دنیا ساری مہلت اور محرومی کی سزاؤں میں جکڑی ہوئی تیزی سے اپنے انجام کی طرف بڑھتی چلی جا رہی ہے۔

بقرہ:۱۶

۳۹۔ انسان زندگی بھر تجارت ہی کرتارہتاہے۔پیسوں کی تجارت،رشتوں کی تجارت،جذبوں کی تجارت،روپوں کی تجارت اور نیکیوں کی تجارت۔حد یہ ہے کہ ایمان کو بھی تجارت ہی بنا لیتا ہے۔تجارت کوئی بھی ہواور کیسی بھی ہونفع نقصان تواس میں ہوتا ہی ہے: پر المیہ یہ ہے کہ اکثر لوگ اٹھاتے نقصان ہیں اور سمجھتے اسے نفع ہیں۔نقصان کی لاکھوں قسمیں ہیں؛کوئی چھوٹانقصان ہے اور کوئی بڑا، لیکن اس دھرتی کے سینے پر چشم فلک نے اس سے بڑا نقصان اور کوئی نہیں دیکھا کہ آدمی دنیا کوپانے کے لئے آخرت کو کھو دے ۔اور ذرا ایک نظر اپنے آس پاس دیکھو تو سہی ۔بہت بڑی تعداد ایسے ہی لوگوں کی ہے جو اپنی آخرت گنوا کردنیا کی خساست کا انبار اٹھائے پھرتے ہیں۔اور ذرادھیان سے، کہیں خود

Marfat.com

بھی انھی میں تو نہیں ہیں۔

بقرہ:۱۷-۲۰

۴۰۔ کچھ لوگوں کا معاملہ عجیب ہوتا ہے۔ وہ خود کواور اپنے آس پاس کوچمکانے میں لگے رہتے ہیں اور اسکے لئے ہر جتن کرتے ہیں،پر اس سارے عمل میں اس کو بھولے رہتے ہیں جو ہرچمک کا مالک ہے۔ جس کی بارگاہ سے چمک اترتی ہے ور جب چاہے اسے واپس اٹھابھی لیتا ہے۔پھر ایسے لوگوں کا انجام یہ ہوتا ہے کہ جب انکی کوشش رنگ لاتی ہے اور سارا ماحول جگمگااٹھتا ہے تو اچانک ہی وہ آکر ساری جگمگاہٹ چھین لیتا ہے اور سب کچھ ملیامیٹ کر دیتا ہے۔پس اے لوگو!اپنی دنیا کو چمکاؤ ۔بے شک خوب چمکاؤ ،مگر اس ذات کو ہرگز نہ بھولنا جو اپنی قدرتو ں سے ہر شئے کو گھیر ے ہوئے ہے اور جس کی سلطنت سے باہرہم کبھی جا نہیں سکتے ۔

۴۱۔ اندھے ،بہرے ،گونگے۔صرف منافق ہی ایسے نہیں ہوتے ،مسلمان بھی ہوسکتے ہیں اور مسلمانو ں میں ہم بھی تو ہیں۔خدا کا لاڈلا ہم میں سے کوئی نہیں۔ پھر کیوں نہ اپنا جائزہ لیں ۔کہیں ایسا تو نہیں ہم دیکھتے ،سنتے ،بولتے سب کچھ ہیں مگر اس سب کچھ میں وہ شامل نہیں جسکے لئے خدا نے ہمیں دیکھنے، سننے اوربولنے والا بنایا ہے۔

۴۲۔ زندگی کے آسمانوں پر بادلوں کی گرج چمک تو ہرآن رہتی ہے اور اکثر دنیا والے ان بادلوں سے گھبراکر منہ چھپائے سہمے سہمے سے رہاکرتے ہیں سوائے ان کے، جو خداکے آسرے پر اعتماداپنا جمائے رکھیں۔زندگی کے ر استوں پراندھیرے اور اجالے کی جب آنکھ مچولی برپا ہو تب چلنے کی سکت انہی کو ملتی ہے جو دل کی آنکھ سے دیکھنا سیکھ لیں،کیونکہ اندر کی بینائی سب سے طاقتور

Marfat.com

بینائی ہے۔یہ زندگی کے اندھیروں کی ہر پرت کو چیر کر، سارے پردوں سے گزر کرراستے اجالتی اور قدم قدم سنبھل کر چلنے کا سہارا دیتی ہے۔

۴۳۔ بگڑے ہوئے لوگ چاہے کافر ہوں یا مسلمان ،بظاہر طاقتور،آزاد اور بااختیار دکھائی دیتے ہیں۔ہر طرف گھومتے پھرتے۔جو جی میں آئے کرتے۔ مگر حقیقت میں وہ ہر طرف سے گھرے ہوئے ہیں،خدا کی قدرتوں کے حصار میں ۔ایک نادیدہ قوت ہے جس نے اپنے آہنی شکنجے ہرطرف کسے ہوئے ہیں ۔جب چاہے گی وہ انہیں جکڑ لے گی۔ سو اے میرے محترم قاری !کسی بدی کا ارتکاب کرتے سمے خود کو آزاد اور بااختیار سمجھنے کی جسارت کبھی نہ کرنا۔ یہ ساری آزادی بس مہلت کا ایک دھوکہ ہے۔ قدرت جب چاہے ایک اشارے سے یہ ساری بساط لپیٹ کر ہمیں اپنی گرفت میں لے لے۔

۴۴۔ اللہ کی قدرت ہر شئے پر حاوی ہے۔یہ بات لفظوں میں ہم سب دہراتے رہتے ہیں،اور اکثر ایسا ہی کرتے ہیں۔کیو ں نہ آج اسے ہم سانسوں کی ڈوری میں باندھ لیں ،دل کی دھڑکنوں میں سمو لیں اور جذبوں کی تپش میں گوندھ لیں ۔ہاں اے میرے خدا! میں نے مان لیا تو ہر شئے پر قادر ہے۔اپنی قدرتوں کا نور مجھ پر سائباں رکھنا ۔ہمیشہ مہرباں رہنا۔آمین

بقرہ ۲۱:۵-۲۲

۴۵۔ اے دنیا والو! اِدھر اُدھر کے خداؤں کی پوجا کیوں کرتے ہو۔پوجا کروتو ایسے رب کی جس نے تمہیں بنایا اورتم سے پہلوں کو بھی ۔اگر وہ اسے پہچان نہ پائے تو کیا تم بھی وہی غلطی کرو گے ۔زندگی کے اور کسی معاملے میں تو یہ وتیرہ نہیں تمہارا۔معاش اور سیاست میں تو تم اگلوں کی غلطیاں پہچانتے،ان سے بچتے اور بہتر روش اپناتے ہو۔پھر اپنی آخرت کے معاملے میں ایسا کیوں نہیں

Marfat.com

کرتے۔خدا کے معاملے میں اگلوں کی غلطیاں دہراتے چلے جانے کی عادت چھوڑ دو اور دل کی سچائی،کھرے پن سے خدا کو اپنا لو ۔اسے پوجو ،اسے چاہو ،اسی کی بات مانو۔جووہ چاہے وہی کچھ دل سے بن جاؤ۔پھر دیکھو وہ تمہیں کیسے کرم کی برکھا میں نہلاتا ہے۔

۴۶۔ خدا کی عبادت اُسے پرآیا سمجھ کر اس کے خوف سے سہمے ہوئے نہیں بلکہ اسے اپنا جان کر،دل سے اس کی چاہت اپنا کر کرو۔وہ تمہارااپنا رب ہے، کوئی غیرنہیں ۔اس کا بسیرا دور کہیں باہر نہیں ،تمہاری رگِ جاں کے پاس ہے۔وہ تمہیں ڈرا کر نہیں رکھنا چاہتا ۔پیار سے اپنابناناچاہتا ہے۔اِدھر اُدھر کے دوست نہ جانے کتنے تم بناتے ہو،ایک اس کو بھی اپنادوست بناکرتوذرادیکھو۔پھر یقیناً ساری دوستیاں تم بھول کر اسی کے ہورہوگے۔ ہاں اسی کے۔آزماکردیکھ لو۔ایسا ہی ہوگا۔

۴۷۔ اللہ تعالیٰ تم سے عبادت اپنے لئے نہیں ،تمہارے ہی لئے مانگتا ہے۔ اسے تمہاری عبادت سے کیا لینا۔کچھ نہیں ۔وہ توخود تمہیں دیتاہے اور دیئے چلا جاتا ہے،تم چاہے اس کی عبادت کرو یانہ کرو۔اس کی تو شان ہی دیناہے ۔پھر عبادت کا تقاضا کس لئے۔ہاں کچھ چیزیں ایسی ہیں جو بن عبادت کے نہیں ملتیں۔یہ قانون قدرت ہے، اور چونکہ وہ تمہیں سب کچھ دینا چاہتا ہے اس لئے قانون قدرت بتا دیا ہے کہ جب تک عبادت نہیں کرو گے فلاں فلاں چیزیں نہیں ملیں گی۔

۴۸۔ عبادت سے جو چیزیں ملتی ہیں ان میں ایک تقوٰی ہے لیکن تقوٰی کوہم آخرت میں کام آنے والی ایک نیکی سمجھ کر اس کے پاس سے گزرجاتے ہیں۔ توجہ اسکی طرف نہیں دیتے کیونکہ ہمیں دنیا کمانے کی جلدی ہوتی ہے حالانکہ خدانے ہمیں بتادیاہے کہ دنیا بھی تقوٰی سے ملتی ہے۔

Marfat.com

﴿ومن یتق اللّٰہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لایحتسب﴾

جو کوئی تقوٰی اپنا لے خدااس کے لئے سب راستے

کھول دیتا ہے اور اسے وہاں سے رزق دیتا ہے

جہاں اس کا گمان بھی نہ ہو۔

۴۹۔ کفار مکہ سے قرآن کہہ رہا ہے:ذرا سوچو تو سہی تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ پتھروں کو خدا بنائے بیٹھے ہو ۔یہ تو ہل سکیں نہ بول سکیں ۔دیکھ سکیں نہ سن سکیں۔ کھا سکیں نہ پی سکیں ۔ یہ تو سانس بھی نہیں لے سکتے۔ انہیں تو آدمی نے خود تراشا ہے۔ پھرآدمی تو ان سے بہتر ہوا۔ارے یہ کیسے خدا ہیں جن سے آدمی خود بہتر ہے۔ آؤ ذرا سرک جائیں۔، کچھ دور ہٹیں ان پتھروں کے خدا وں سے ۔کچھ دیر انہیں خدا سمجھنا چھوڑ دیں ۔پھر جانچیں، یہ ہمارا کیا بگاڑ لیں گے ۔کچھ نہیں ۔ بھلا پتھر بھی کبھی کسی کا کچھ بگاڑ سکتا ہے ۔انہیں تو ہم خود جب چاہیں بگاڑ لیں۔ جب چاہیں دوبارہ گھڑ لیں ۔یہ کیسے خدا ہوئے جن کا بننا ،بگڑنا خود انسان کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جب چاہے انہیں اٹھا کر نیچے پھینک دے ۔جب چاہے مندر میں سجا کر پوجنے لگے ۔جب چاہے بازار سے جا کر لے آئے۔جب چا ہے اٹھا کر دریا میں بہا دے ۔ایسی چیز یقیناً خدا نہیں ہو سکتی ۔

خدا ہونے کی پہلی شرط یہ ہے کہ اس پر آدمی کا بس نہ چلتا ہو ۔انسان کسی کے آگے جھکتا ہی تب ہے جب اسے وہ سب سے اعلیٰ، سب سے برتر محسوس ہو،اور ساری دنیا اس کے قبضۂ قدرت میں سمٹی نظر آئے ۔ آدمی پو جا اسی کی کرتا ہے جو اسے کو نین کا مالک دکھائی دے ۔جو زندگی اور موت کی سب طاقتوں پر حاوی ہو ۔جو دھرتی اور آکاش کے سب منظروں چھایا ہو ۔جو زندگی کے ہر افق سے آدمی کو طلعتیں بخشے۔ جو اسکی ہر تمنا، ہر آرزو، ہر مانگ پو ری کر

Marfat.com

سکے ۔جو ہر لحہ اسے بہت کچھ دے رہا ہو ،اور جب چاہے اس سے بہت کچھ لینے کی طاقت رکھے۔جو آدمی کو اپنی ہر سوچ کا محور دِکھے ،پھر بھی اسے سمجھ نہ پائے۔جو اسکے دل کی ہر دھڑکن میں بستا ہو ،مگر یہ چار سو کونین میں اس کو تلاشے ۔جو اسکی نبضوں کے ہرا رتعاش میں اپنی بندگی کی پیاس بھر دے کہ اسے چاہ کر بھی چھوڑ نہ پائے ۔جو اس کی سانسو ں کی ہر موج میں اپنے پیارکی تپش انڈیل دے ۔اس طرح کہ بندہ اسے بھولنا بھی چاہے تو کسی طور بھلا نہ پائے۔ جو اپنے ہونے کا یقین اس کے لہو کی بوند بوند میں رچا دے ؛اس طور کہ اس کے وجود کا ریشہ ریشہ گواہی دے کہ ہاں خدا یہی ہے ۔

قارئین !ہو سکتا ہے آپ پوچھیں کہ اگر سچ مچ خدا بندوں کے وجود کی ہر پہنائی میں اسی طرح اپنے ہونے کا یقین انڈیلتا ہے تو پھر آج دنیا کے سارے کافر کیوں اسے مان کر نہیں دیتے ؟ بات یہ ہے کہ جس طرح خدانے اپنا وجود ہر انسان کی نگاہو ں سے چھپا رکھا ہے، اسی طرح اس نے اپنے ہونے کا اقرار بھی ہر شخص کی فطرت کے نہاں خانے میں چھپا دیاہے ۔روح ہر شخص کی اسے جانتی ،پہچانتی اور مانتی ہے پر اس کے ماننے کی خبر آدمی کے حسی وجود اور اسکے شعورِ ظاہر کو نہیں ہوتی ۔ہر انسان کی فطرت میں خدا نے اپنی معرفت ،اپنی محبت بھر دی ہے؛ پر اس محبت و معرفت کو دریافت کرنا،اجاگر کرنا اور اس کا اقرارواظہار کرنا آدمی کے شعور و عقل کا امتحان بنا دیا ہے ۔اور اسی امتحان میں دنیا اکثر ناکا م رہی ہے ۔پس مجھے کہنے دیجئے کہ فطرت ہر شخص کی اسے پہچانتی ہے ، پر یہ عقل ہے جو مان کر نہیں دیتی اور امتحان تو اسی عقل کا ہو رہا ہے۔کفر وایمان کا معاملہ اسی سے جڑا ہے ۔جو عقل سے پہچان کر دل اور زبان سے اقرار کرلے وہی صاحب ایمان ہے؛ اور یہی توفیق ہے جو کافروں سے پرے پرے رہتی ہے ۔

Marfat.com

بقرہ ۲۲:۵

۵۰۔ حیرت ہے تم اس ہستی سے منہ موڑتے ہو۔ جس نے زمین بچھائی،آسمان اٹھایا،بارشیں برسائیں،پھل اگائے اور طرح طرح کا رزق تمہیں بخشا۔ کون ہے جو ان ساری نعمتوں سے لطف اٹھائے،پھر بھی خدا کو پہچان نہ پائے۔ تعجب تو یہی ہے کہ پہچانتے سب ہیں مگر غفلت میں کھوئے ہیں۔ غفلت اور وہ بھی اپنے پروردگار سے ۔خدا کے بندو ایسا نہ کرنا۔بہت نقصان ہو گا۔

۵۱۔ خدا کی ذات یکتا ہے ،یگانہ ہے ۔ہر شخص اتنا تو جانتا ہے کہ خدا وہی ہو سکتا ہے جو ساری کائنات کا مالک ہو ۔سب اس کے حضور جھکتے ہوں۔کوئی ذرہ ،کوئی قطرہ اس کے دائرہ اختیار سے باہر نہ ہو۔پھر بھلا خود ہی سوچئے،کیا ایسی ہستی کا کوئی شریک،کوئی ساجھی ہو سکتا ہے۔ہرگزنہیں۔کوئی نہیں ۔ تو کیوں اس کا شریک ٹھہرائیں کسی کو ہم۔

بقرہ ۲۳-۲۴

۵۲۔ قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندے پر نازل فرمایا۔اس کا حرف حرف صفتِ الٰہی اور اسکی تجلی ذاتی ہے ۔ہر شک وریب سے پاک اور امکان تغیر سے ماورا۔ الفاظ اور معانی،اسلوب اور آہنگ،خطاب اور بیان سب کچھ بشر کی قوت ادراک سے باہر ۔ پھربھلا مخلوق اس جیسا کلام کیونکر بنا سکتی ہے۔اگر ہے کسی کو شک تو بنالائے ایک سورت ہی اس جیسی۔

یہ بات قرآن کریم کے بارے میں حرف آخر کا درجہ رکھتی ہے کہ اس کی مثل کوئی اور عبارت نہیں ہو سکتی۔ جن و انس کیا ساری مخلوق مل کر بھی کوئی ایک سطر تک اس کی مانند نہیں بنا سکتی۔مخلوق کی زبان وحی الٰہی کا مقابلہ کیونکر کر سکتی ہے۔ عام طور پر مفسرین اور علوم القرآن پر لکھنے والے حضرات قرآن کریم

Marfat.com

کے اس چیلنج کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ:

''یہ الفاظ و معانی اور اسلوب کے لحاظ سے قرآن کی مثل بنا کر لانے کا چیلنج ہے''۔

میرا احساس یہ ہے کہ قرآن حکیم کے اس چیلنج ﴿فأتوا بسورة من مثله﴾ یعنی قرآن کی کسی ایک سورت جیسی کوئی عبارت ہی بنا کر لے آؤ، کا صحیح مفہوم سمجھا نہیں جا سکا۔ دراصل اس چیلنج کی حقیقی معنویت کو سمجھنا خالق اور مخلوق کے فرق کو سمجھنے میں منحصر ہے۔ قرآن خالق کائنات کا کلام ہے۔ اس کے الفاظ و معانی میں خدا کی طاقت اور اختیار کی تاثیر پنہاں ہے۔ قرآن جیسا کلام مخلوق بنا ہی نہیں سکی۔ ایسا کلام وہی بنا سکتا ہے جو ساری دنیا کا مالک ہو۔ جس کے قبضۂ قدرت میں سب کی زندگی اور موت ہو۔ جو ہر ایک کی سوچوں، نیتوں اور اعمال سے باخبر ہو۔ جو سب کا حساب لینے کی طاقت رکھتا ہو۔ جس کے پاس جزا و سزا کا اختیار ہو۔ جو دوزخ اور جنت کا مالک ہو۔ جو مخلوق میں سے ہر ایک کے ساتھ اپنی مرضی کا برتاؤ کرسکے۔ جو برے اعمال پر سزا کی وعید اور اچھے اعمال پر جنت کی بشارت دے سکے۔ قرآن میں یہ سب کچھ ہے اور خدا جب کافروں کو چیلنج دیتا ہے کہ

''اگر تم قرآن کو اس کائنات کے خالق ومالک کا کلام نہیں سمجھتے تو ایسا کوئی کلام تم سب دنیا والے مل کر بنانے کی کوشش کر دیکھو''

تو اس چیلنج کے ذریعے اللہ تعالیٰ درحقیقت کافروں کو اپنی قدرت دکھا کر ایمان لانے کی دعوت دے رہا ہے۔ یہ چیلنج کوئی مناظرہ نہیں ہے بلکہ اس میں خالقِ کائنات کی طرف سے کفار کے لئے ایمان کی دعوت چھپی ہوئی ہے۔ اس چیلنج کی نوعیت ایسی نہیں کہ گویا ایک فریق دوسرے کی شکست کا پیشگی اعلان کر

Marfat.com

رہا ہو بلکہ یہ تو ایک قادرو قیوم اور مالک ومختار ہستی کی طرف اپنی نافرمان مخلوق کو سُدھارنے کی انتہائی خوبصورت اور اثر انگیز تدبیر ہے۔ قرآن کی فصاحت و بلاغت اور کمال اعجاز کو ایک اپنی جگہ ایک مسلمہ حقیقت ہے لیکن قرآن کے اس چیلنج کی تعبیر عام طور پر جس طرح کی جاتی ہے۔ اس کا ایک خطرناک پہلو یہ نکلتا ہے کہ گویا قرآن جس نے اتارا ہے وہ خود کو اپنی مخلوق کے سامنے ایک فریق کے طور پہ رکھ کے انہیں چیلنج دے رہا ہے کہ میں نے ایسا اعلیٰ اور عمدہ کلام اتارا ہے تم بھی اس جیسا کوئی کلام بنا کر دکھاؤ''۔ حاشا وکلا ۔خدا کے ساتھ مخلوق کا کیا مقابلہ یہ آیت بتا رہی ہے کہ قرآن کا اصل اعجاز اس کے کلام الٰہی ہونے میں پنہاں ہے۔

مخلوق میں بھلا کس کے اندر یہ طاقت ہے کہ وہ اپنی طاقت اور اپنے الفاظ کے تانے بانے سے دنیا والوں کے لئے اخروی نجات کی ریسماں بُن سکے''۔

۵۳۔ چودہ سو سال اوران گنت مخلوق۔ قرآن کے اس عالمگیر چیلنج کے سامنے پوری دنیابے بس چلی آرہی ہے اور ابد تک ہمیشہ ایسا ہی رہے گا۔پھر کیوں یہ دنیا والے سارے اس پر ایمان نہیں لے آتے۔اس لئے کہ ہم دنیا والوں تک ابھی یہ سچائی ٹھیک سے پہنچا ہی نہیں پائے۔صرف چند زبانوں میں قرآن کے چند تراجم چھپ جانے سے قرآن کی سچائی آدم کی ساری اولاد تک نہیں پہنچ پاتی۔

اے علم والو!تم اپنا علم لے آؤ۔اے ماہرینِ فن تم اپنا ہنر لے کر پہنچو اور اے دولت والو! خدارا تم بھی کچھ احساس کرو اورخدا کی دی ہوئی دولت میں سے کچھ حصہ اس کی مخلوق تک اس کا پیغام پہنچانے میں لگا دو۔یہ تمہارے ہی کام آئے گا۔اور یاد رکھنا دولت سب یہیں رہ جائیگی۔اپنی تشہیر کے دینی منصوبے چھوڑواور خدا کا نام اس کے منکروں تک پہنچانے کے لئے نکلو۔

Marfat.com

۵۴۔ آگ سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ہر آگ سے خاصکر دوزخ کی آگ سے۔ آدمی اور پتھر سب اسکا ایندھن ہیں۔ہر بت جسے پوجا جائے اور ایسے سب پجاری آگ میں اکٹھے ہوں گے۔ہاں مگر آگ کی تکلیف تو پجاری ہی اٹھائیں گے۔

بقرہ:۲۵

۵۵۔ ملتے جلتے پھل اور ذائقے جدا جدا۔انگنت اسرار چھپے ہیں ایک اس حقیقت میں۔قدرت کی نیرنگیاں،تخلیق کی ندرتیں،مشیت کے اطوار،فطرت کے مظاہر،ابتلا کے رنگ اور زندگی کے روپ۔غرض کیا کچھ جھلکتا ہے اس ایک اشارے میں، بیان نہیں ہو سکتا ۔قدرت طرح طرح سے سے اپنا آپ دکھاتی اور منواتی ہے۔ اسکی شانیں ان گنت ہیں ۔رنگوں اور ذائقوں کی دنیا میں بھی قدرت کی شان جھلکتی ہے۔

۵۶۔ زندگی انسان کو نہ جانے کس کس طور آزماتی ہے۔کچھ چیزیں دیکھنے میں الگ نظر آتی ہیں اور حقیقت مین جدا ہوتی ہیں ۔یہ بھی تو انسان کے ادراک اور سمجھ کی آزمائش ہے۔

۵۷۔ اے دنیا والو!رب کی عطائیں لا محدود ہیں ۔اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بندہ اپنے رب کی مختلف نعمتوں کو ایک ہی نعمت سمجھتا ہے اور یوں شکر گزاری میں کوتاہی کا مرتکب ٹھہرتا ہے۔سچ تو یہ ہے کہ ہر سانس خدا کا ایک نیا انعام ہے۔ اور اس ایک انعام میں بھی اسکی دو نعمتیں چھپی ہیں: ایک تو آکسیجن کا میسر آنا اور دوسرے کاربن ڈائی آکسائیڈ کے زہر سے چھٹکارا پانا۔دیکھنے اور محسوس کرنے میں ہُوا تو ایک جیسی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہُوا کا ہر نیا اور تازہ جھونکا خدا کا ایک نیا انعام ہے۔ کچھ بھی کھائے آدمی ،غذا کا ہر لقمہ اسے تازہ توانائی اور

Marfat.com

کیلوریز کی مقدار دیتا ہے اور ذائقہ طبیعت میں ایک نئی فرحت اور تازہ نشاط بھرتا ہے۔پانی پیو تو جرعہ جرعہ زندگی پنپتی ہے۔پھول جتنی بار سونگھو، ہر دفعہ بدن میں ایک تازگی امنڈتی ہے۔ہر نظر ہریالی اور ہر کرن اجالا ہمیں ایک نیا سرور دے ۔تو اب ذرا سوچ کر کہیے خدا کی نعمتوں کے رنگ کتنے اور کیسے ہیں۔سچ یہ ہے کہ اپنی نعمتوں کو بس خدا ہی جانتاہے۔پھر نہ جا نے کیوں ہم اس کی ناشکری میں کھوئے رہتے ہیں ۔اے خدا!معاف کرنا اور اپنے شکر کی توفیق دینا۔آمین

بقرہ:۲۶-۲۷

۵۸۔ ایمان والے خداکی قدرتو ں کو ہررنگ اور روپ میں پہچان لیتے ہیں۔اس کے کلام کی ہر باریک سے باریک معنویت اور اس کے افعال کی ہر پیچیدہ سے پیچیدہ توجیہہ اپنی تمام تر حکمتوں کے ساتھ ان پر آشکار ہوتی ہے۔اس کے ہر تعلق، ہرنسبت کی ساری کرشمہ سازیاں انہیں برحق دکھائی دیتی ہیں ۔اسکی ہرہر با ت، ہر ہر حکم پر انہیں پختہ یقین ہوتاہے۔وہ مچھر ،مکھی یا کسی کمتر چیز کی مثال بھی دے تو اہلِ ایمان اس میں چھپی حقیقت کی رعنائیاں دل وجان سے تسلیم کرتے ہیں۔کسی شئے پر کبھی تنقید نہیں کرتے۔

۵۹۔ خدا کے کامو ں پرتنقید کرنا کافروں کا شیوہ ہے ۔ان کی سمجھ محدود ہوتی ہے اور جو کچھ سمجھ نہ آئے اس پر اعتراض کرتے ہیں۔انسان کو کبھی ایسی چیز پراعتراض نہیں کرنا چاہیے جو اس کی سطح وجود یا سطح فہم سے اونچی ہو۔اور خدا کی ہر بات بندے کی سطح سے اونچی ہے۔

۶۰۔ اللہ کے ہر کا م ،ہر بات اور ہر چیز میں سراسرہدایت ہے۔اسکی ذات سے کوئی چیز ایسی صادر نہیں ہوئی جس میں گمراہی ہو؛ پھر گمراہی کیاہے ۔دراصل

Marfat.com

خدا کی بات نہ ماننے اور اس کے احکام پر عمل نہ کرنے کا نام گمراہی ہے۔خدا کی بارگاہ سے جو کچھ آتا ہے اس سے ہدایت کا ایک دروازہ کھلتا ہے۔ اب یہ بندوں کا کام ہے کہ وہ اس ہدایت کو اپنائیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔پس جو لوگ ہدایت کو اپنانے سے گریز کرتے ہیں، وہی گمراہ ہیں۔خدا کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔بندہ خود گمراہی کا راستہ اپناتا ہے۔ہدایت سے گریز کا نام گمراہی ہے اور یہ گریز بندے کا عمل ہے،خدا کا نہیں ۔

۶۱۔ ہاں اتنی بات ہے کہ ہدایت بندے کو اپنے اختیار سے نہیں ،خدا کے کرم سے ملتی ہے۔یہ خدا ہی ہے جو بندے کو گمراہی سے بچاتا اور ہدایت کی راہ پر ڈالتا ہے۔پس کھلا کہ بندہ اپنی مرضی سے گمراہی اپناتا ہے لیکن خدا جسے چاہے گمراہی سے نکال کر ہدایت کی طرف لے آتا ہے۔اور جسے چاہے گمراہی میں پڑا رہنے دیتا ہے۔ اور قرآن میں جہاں جہاں اللہ تعالیٰ کے بارے میں (یضل) کے الفاظ آئے ہیں ان کا مفہوم ہر جگہ یہی ہے کہ(وہ گمراہی میں پڑا رہنے دیتا ہے)۔یہ تو اللہ کے بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہیے کہ وہ کسی کو گمراہ کرتا ہے۔اس کی شان تو ہدایت دینا ہے، گمراہ کرنا نہیں۔ ہاں یہ اس کی مرضی ہے کہ جسے چاہے گمراہی سے نکال کر ہدایت میں لے آئے اور جسے چاہے اسکی اپنی خریدی ہوئی گمراہی میں پڑا رہنے دے۔

۶۲۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے کہ وہ کن لوگوں کو گمراہی میں پڑا رہنے دیتا ہے۔ ایسے لوگوں کوجو(فاسق) ہوں؛اور فاسق وہ لوگ ہیں جو اللہ کے پختہ عہد توڑتے ہیں،جن چیزوں کو اس نے ملانے کا حکم دیا ہے، انہیں کاٹتے اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ۔پس اے قارئین!اگرآپ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے آپ کو ہر قسم کی گمراہی سے بچائے اور ہمیشہ نور ہدایت کے اجالوں میں رکھے تو ایک کام کیجیے: یہ کہ فسق وفجور سے بچنے کی ہر ممکن کوشش

Marfat.com

کیجیے۔فاسق کی جو علامات اوپر بیان ہوئیں ان سے ہمیشہ دور رہیے اور خدا سے توفیق ہدایت مانگتے رہیے۔

بقرہ:۲۸

۶۳۔ کافر تو خیر اللہ کا انکار کرتے ہی ہیں،لیکن خطرہ یہ ہے کہ ہمارے اقرار میں بھی انکار ہی مضمر نہ ہو۔بات یہ ہے کہ اقرار بھی کئی قسم کا ہے اور انکار بھی۔ ایک کلی اور ایک جزوی۔ ایک صریح ،دوسرا مضمر۔ایک براہِ راست ،دوسرا بالواسطہ ۔کلی،صریح اور براہ راست انکار سے تو مسلمان عام طور پر محفوظ رہتے ہیں لیکن جزوی ،بالواسطہ یا مضمر انکار کا خطرہ ہمیشہ باقی رہتا ہے۔پس ڈرتے رہنا چاہیے ہر مسلمان کو اور ہر آن اپنا جائزہ لیتے رہنا چاہیے کہ کہیں ہمارا ایمان کسی شائبہ انکار سے آلو دہ تو نہیں ہے ۔ایک جلیل القدر صحابی حضرت جابرؓ سے کسی نے دو آدمیوں کا حال پوچھا:ایک وہ کہ جس کے عمل میں برائی ہی برائی ہے اور نیکی بالکل عنقا لیکن اس کا ایمان یقیں کی پختگی لئے ہوئے ہے اور دوسرا وہ جس کا نامۂ اعمال ہر قسم کی نیکیوں سے بھرا ہوا اور ہر برائی سے پاک ہے لیکن اس کا ایمان تشکیک سے آلو دہ ہے۔صحابی رسول ﷺ نے فرمایا:ایک کا یقین اسکے گناہوں کو دھودے گا اور دوسرے کا شک اسکی تمام نیکیوں کو برباد کر دیگا ۔

۶۴۔ حیرت ہے،خدا کے انکار کی جرأت آدمی میں کیونکر اٹھتی ہے جبکہ وہ خدا کی دھرتی پر خداکے سائباں تلے جی رہا ہے۔ اسکی ایک ایک سانس خدا کی مہربانیوں میں ڈوبی ہوئی ہے اور یہ سانس بھی خدا کی مرضی سے لے رہا ہے۔وہ کچھ نہیں تھا ،خدانے اسکو بنایا ہے اورجب تک خداچاہے گااسکی سانسیں چلتی رہیں گی۔ہاں تو اے خدا کا انکار کرنے والے!کبھی اتنا تو سوچ لے کہ تیرے انکار سے اس کا کیا بگڑے گا۔کچھ نہیں؛ لیکن ذرا دھیان رکھنا تیرا اپنا انجام کہیں بگڑ نہ جائے۔سوجلدی کر،انجام سے پہلے ہی خداکو مان لے اور اپنے تن من کے

Marfat.com

اندھیروں میں اس کے نام کے دیپ جلالے۔اس کے پیا ر کی روشنی بھر لے۔

۶۵۔ جو آیا ہے زمین پڑاسے لوٹنا تو ہے بہرحال۔اور جہاں سے آیا ۔ہے،یقیناً اُدھر ہی لوٹنا ہے۔پھر یہ بھی ہے کہ از خود یہاں کوئی نہیں آیا اور نہ آتا ہے۔کوئی نہ کوئی تو بھیجنے والا ہے۔تم نہ جانے اسے کس کس نام سے پکار تے ہومگر اس نے اپنا ذاتی نام(اللہ) بتایا ہے۔جب تم ایک اللہ کو اپنا معبودحقیقی مان لو،پھر اس کے بعد تم اس کے صفاتی ناموں سے اس کو پکار سکتے ہو۔ہاں تو اتنا یاد رکھو! جس نے ہمیں دنیا میں بھیجا ہے اسی کی طرف لوٹ کر ہمیں جانا ہے۔اللہ وہی ہے، میرا خدا اور تیرا خدا ۔ہم سب کا خدا۔ہم سب اس کے بندے ہیں۔ہمیں دنیا میں اسی نے بھیجا ہے اپنی عبادت کے لئے۔پھر اس کو چھوڑ کر ہم کسی اور کی پوجا کیوں کریں اور اسکے ساتھ کسی کو شریک کیوں ٹھہرائیں۔

بقرہ:۲۹

۶۶۔ جسے ہم بھولے بیٹھے ہیں،وہ کتنا مہرباں ہے ہم پر۔ہمارے ہی لئے ساری دنیا بنائی اس نے۔یہ کرۂ ارض،اسکی فضا جہاں تک ہے اور اسکی آغوش میں جو کچھ ہے،سب خدا نے آدم کی اولاد کو نفع پہنچانے کیلئے تخلیق کیا ہے۔ سات آسمانو ں کی ٹھیک ٹھیک استواری کس کیلئے ہے۔ نوعِ بشر کی زندگی میں توازن برپا کرنے کے لئے۔ قرآن کریم نے سورۂ حجر(آیت:۲۱) میں بتایا ہے کہ ہر شئے خزانوں کے خزانے خدا کے پاس ہے اور وہ مخلوقات کی ضر ورت کے بقدرایک اندازے سے اتارتا ہے تاکہ زمین کے سینے پر انواع واقسام کی نعمتیں ایک توازن کے ساتھ نوعِ بشر کو ملتی رہیں۔امید ہے قارئین! اس سے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ اللہ اپنے بندو ں پر کتنا مہربان ہے۔وہ کس قدر ہمارا خیال رکھتا ہے۔

Marfat.com

۶۷۔ کائنات ہستی کا کوئی ذرہ خدا کے دائرہ عمل سے باہر نہیں ہے یہ بات اللہ تعالیٰ انسانوں کو سمجھا رہا ہے۔ تاکہ وہ اپنی سوچوں ،اپنے ارادوں اپنی حرکات،اپنے رویوں،اپنی امنگوں،اپنے جذبوں،اپنی خواہشات اور اپنے اعمال میں ہر لحظہ ،ہر آن اس حقیقت کو ملحوظ رکھیں،خدا کے حضور جوابدہی کے احساس سے سرشار رہیں اور تمام برائیوں سے بچتے رہیں۔

بقرہ:۳۰

۶۸۔ انسان کی تخلیق کا کیا حسن اہتمام ہے ،سبحان اللہ۔ وہ لمحہ رب کی نگاہ میں بہت قیمتی ہے جب اس نے فرشتو ں سے اظہار فرمایا کہ میں کرۂ ارض پہ اپنا ایک نائب بنانے والا ہو ۔ گویا مشیتِ الٰہی نے بشر کی عظمت کا اظہار اسے خلعت وجود بخشنے سے پہلے اس وقت کی سب سے عظیم مخلوق فرشتوں کے سامنے کر دینا چاہا۔

۶۹۔ فرشتے کبھی خدا کے حضور کسی معاملہ میں تردد،تامل یا اعتراض کر ہی نہیں سکتے۔ ان کی تو فطرت ہی میں کامل سپردگی بھری ہوئی ہے۔پھر قابلِ غور بات یہ ہے کہ بارگاہِ الٰہی سے آدم کی نیابت کا اعلان سن کر فرشتوں نے تامل کا اظہار کیوں کیا ۔میں اسے بھی مشیتِ الٰہی کا حسن اہتمام سمجھتا ہوں۔میرا احساس یہ ہے کہ دیگر مخلوقات کی طرح فرشتوں کو بھی اللہ تعالیٰ چونکہ بنی آدم کی مسلسل اعانت میں لگائے رکھنا چاہتا تھا اس لئے آدم کے منصب خلافت کی غیر معمولی فضیلت اوراتیازی حیثیت کا پورا پورا ادراک انہیں بخشنے کی خاطر فرشتوں سے مکالمہ فرمایا۔

فرشتے عقل وشعور میں بہت ہی اعلیٰ درجہ رکھتے ہیں۔پھر بارگاہِ الٰہی میں اپنے قرب خاص اور اعلیٰ ترین کائناتی، غیبی اور الوہی ذمہ داریوں سے

Marfat.com

عہدہ برآء ہونے کے ناطے بھی انہیں امتیازی مقام حاصل ہے اورایسی برگزیدہ مخلوق کو اس کے تمام مقدس فرائض اور مناصب سمیت بنی آدم کی معاونت پر لگا دینا مشیتِ الٰہی کا ایک ایسا یگانہ اقدام تھا جسکی پوری معنویت اور ندرت کو آشکار کئے بغیر تخلیقِ کائنات کا عمل مکمل نہ ہوتا۔لہذا خدا کی ازلی مشیت نے چاہا کہ فرشتے آدم کی نیا بت پر اعتراض کریں اور اللہ تعالیٰ اس اعتراض کے جواب میں آدم کے شرف وامتیاز،مقام ومنصب اور وظائفِ کار پوری طرح اجاگر کر کے دکھادے کہ اب آگے نظامِ کائنات اولادِآدم کی زندگی کے گرد گھومے گا۔ پس اگر فرشتے اعتراض نہ کرتے تو آدم کے منصب خلافت کونہ دنیا سمجھ پاتی اور نہ خود اولادِآدم۔جبھی تو قرآن میں اللہ تعالیٰ نے یہ سارا منظر کھول کر اولادِ آدم کے سامنے بیان کر دیاہے۔

۷۰۔ فرشتوں کا وظیفہ حمدوتسبیح وتقدیس الٰہی ہے۔تخلیقِ آدم کے سمے فرشتوں کی زبان سے خدا نے اس کا اعلان واظہار کرایا اور نوع بشر کو رہتی دنیا قرآن میں سنا دیا۔ کیوں؟ ۔ ارے اسی لئے کہ آدم کی اولاد اچھی طرح جان لے اور ہمیشہ کے لئے یاد رکھے کہ حمد وتسبیح کثرت سے جاری رکھنا خدا کو بہت محبوب ہے ۔ اولادآدم کا منصب خلافت الٰہیہ ہے۔ اسے دنیا میں بہت سے کام کرنے ہیں لیکن ہر کام سے پہلے اور ہر کام کے ساتھ یہ کام بھی ضرور کرنا ہے جو فرشتے ہر وقت کرتے ہیں: یعنی تسبیح وتقدیس الٰہی۔اگر یہ کام نہ ہوا تو باقی سب کام رائگاں ہیں۔ فرشتوں کے اعلان سے اتنی بات بہرحال واضح ہو گئی کہ تسبیح و تقدیس کے بغیر منصب خلافت کچھ نہیں۔ہاں اس کے ساتھ کچھ اور کاموں کوملاکر انجام دینا منصبِ خلافت ہے۔

بقرہ ۲:۳۱-۳۳

۷۱۔ آدم کو خدا نے سب چیزوں کے نام سکھائے۔ پھر ان ناموں کے

Marfat.com

ذریعہ آدم کی برتری فرشتو ں پ ظاہر فرمائی۔اس سے اچھی طرح کھول کر خدانے سمجھا دیا کہ سارے کا م میں خود ہی کرتا ہوں۔عظمت کسی کی ذاتی نہیں۔ ساری عظمتیں میری ہی دی ہوئی ہی ہیں۔میری مرضی، میں جسے چاہوں جو فضیلت دے دوں۔کوئی کسی شرف پر اِترائے نہ دوسروں پر حسد کرے۔جسے جو بھی عزت ملے وہ اس پر خدا کا شکر ادا کرے اور بس۔ ہاں دوسروں کی فضیلتیں ہر شخص کو ماننی چاہئیں۔کسی کی عظمت کا انکار درحقیقت خدا کی شانِ عطا کا انکار ہے؛اور دوسروں کی عظمتیں تسلیم کرنارب ذوالجلال کی عطاؤں پر ایمان لانا ہے۔

۷۲۔ علم اسماء درحقیقت علم اشیاء ہے۔ چیزوں کے نام اُن کی ماہیت کا پرتو ہیں۔سو ناموں کا علم درحقیقت اشیاء کی ماہیت کا علم ہے۔اور یہ علم آدم علیہ السلام کو اس لئے عطا ہوا تاکہ ان کی اولاد رہتی دنیا سب اشیا ء سے خود بھی فائدہ اٹھائے اور دوسری تمام مخلوقات کو بھی فائدہ پہنچائے۔ہر چیز میں خدا نے کوئی نہ کوئی خاص نفع رکھا ہے اور یہ نفع دوسروں کے لئے ہے ۔سورج کی روشنی دوسروں کے لئے ہے؛اس کے اپنے لئے نہیں۔ بادل اوروں کے لئے برستے ہیں۔ زمین کی ہریالی خود اسکے اپنے نہیں؛ اوروں کے کام آتی ہے۔درخت اپنے سائے میں خود نہیں بیٹھتے۔ اپنے پھل خود نہیں کھاتے۔

غرض ہر ذرۂ کائنات دوسروں کے لئے بہت سے فائدے لئے ہوئے ہے ۔پر بات یہ ہے کہ ہر چیز کا نفع دوسروں تک پہنچانا خدا کا کام ہے اوراس کام لئے خدا نے آدم کو کو اپنا نائب بنایا ہے۔یہی سبب ہے کہ آدم کو سب سے پہلے اشیاء کا علم دیا گیا تاکہ وہ ہر چیز میں پنہاں اور خواص کو اچھی طرح پہچان لے اور ساتھ ہی یہ بھی دیکھ لے کن کن چیزوں کو کن کن فائدوں کی ضرورت ہے اور کیسے یہ فوائد ان تک پہنچانے ہیں۔پھر جب تک دنیا میں اسے رہنا ہے وہ خود اپنے لئے بھی ہر چیز سے کام لے اور دوسری تما م چیزوں تک باقی سب

Marfat.com

اشیاء کے فوائد بھی پہنچاتا رہے۔ یوں درحقیقت وہ زنجیر ہے، جو کائنات کی سب اشیاء کو باہم جوڑے ہوئے ہے۔ ایک وسیلہ، جو ہر چیز تک ہر چیز کا نفع پہنچا رہا ہے۔ ایک رابطہ، جس کے وجود میں ابلاغ کی انگنت لہریں سب اطراف سے آکر مرتکز ہوتی اور یہاں سے دوسری سمتوں میں پھیلتی ہیں ایک مرکز، جس کے گرد اشیاء کائنات کے سارے دائرے کھچے ہوئے ہیں۔ اور یہی مرکزیت اس کا منصب خلافت ہے۔ وہ کائنات میں خدا کا نائب اس لئے ہے تاکہ دنیا کی ہر چیز کو دوسری سب چیزوں سے جوڑ دے اور سب کا نفع سب تک پہنچائے۔

۷۳۔ وہ جو اللہ تعالیٰ نے آدم کی خلافت پر فرشتوں کا اظہارِ تردد سن کر ان سے فرمایا تھا کہ میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے تو یہ دراصل آدم کو دیے گئے علم اشیاء کے انہی لا تعداد مضمرات اور منصب خلافت کے بیش بہا اثرات کی طرف اشارہ تھا۔ ان عظیم فوائد کے مقابلہ میں انسان کی سفا کی اور فساد انگیزی کے نقصانات بھی کم ہیں۔ یہ نقصانات تو اس کی آزادی اور اختیار سے ابھرے جس کا اسے ذرہ ذرہ حساب دینا ہے۔ پھر جس نے جتنا فساد پھیلایا ہو گا وہ اسکی ساری سزا بھگت کر رہے گا۔ یہ سزا ایک طرف، مگر خلافتِ الہیہ کا منصب اس آزادی اور اختیار کے ساتھ ہی پنپنا تھا؛ اور یہی بشریت کا امتیاز ہے کل عالم تخلیق میں۔ چونکہ فرشتے اس حریت و اختیار سے بہرہ ور نہیں، اس لئے وہ سارے فوائد وثمرات ان کی نگاہوں سے اوجھل رہے جو اس حریت و اختیار کے اندر پنہاں ہیں۔ اسی حقیقت کی طرف اشارہ تھا خدا کے اس ارشاد میں کہ:

﴿میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ آسمان و زمین کے
سارے غیب میرے علم میں ہیں﴾

Marfat.com

بقرہ:۳٤

۷۴۔ آدم کو فرشتوں کا سجدہ ایک تحیر کا سرِعنوان ہے ۔سجدہ چاہے تعظیم ہی کا ہو،کوئی چھوٹی چیز تو نہیں ۔ کچھ نہ کچھ راز تو ہو گا اس میں قدرت کا ۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ آدم کی برتری دکھانی اورفرشتوں سے اطاعت کروانی مقصود تھی۔ہو گی؛ لیکن بات صرف اتنی سی نہیں ہے کیونکہ اس کے لئے سجدہ ضروری نہ تھا۔ سجدہ میں لازماً کوئی گہری معنویت چھپی ہوئی ہے۔ایک پیغام ہے نوعِ بشر کیلئے ۔مسجود ملائک ہونا بہت بڑا شرف ہے آدم کیلئے؛پراس شرف کے ساتھ ایک بہت بڑی ذمہ داری وابستہ ہے۔اس ذمہ داری کو نبھانا آدم کے ہر بیٹے اور بیٹی پر لازم ہے۔

۷۵۔ یہ ذمہ داری کیا ہے؟ اسے یوں سمجھئے کہ: قرآن پاک میں ہے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا تھا: جب میں آدم کے وجود میں اپنی طرف سے روح پھونکوں تب تم اسے سجدہ کرنا۔پھر جب اللہ نے روح پھونک دی تب سارے فرشتوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔تو کیا خیال ہے قارئین!اس سے اچھی طرح ظاہر نہیں ہو گیا کہ سجدہ حقیقت میں روح آدم کو تھا۔سو یاد رکھئے ہمارے جسم میں جو روح ودیعت ہے وہی مسجود ملائک ہے۔اب ہمیں اس روح کو ہمیشہ اس اعلیٰ مقام میں رکھنا ہے جہاں وہ مسجود ملائک ہی رہے ۔یہ مقام ہے پاکیزگی ،تقدس،عبدیت اور خلافت کا۔اور یہی چار چیزیں مل کر اس بھاری ذمہ داری کا تعین کرتی ہیں جو مسجود ملائک ہونے کے شرف سے وابستہ ہے۔

۷۶۔ ابلیس نے سجدہ کیوں نہیں کیا؟اس پر بات تو آئندہ کسی موقع پر ہوگی ان شاء اللہ۔ یہاں ہمیں صرف اتنا ہی سوچنا ہے کہ ابلیس کے سجدہ نہ کرنے سے جو نتائج رونما ہوئے کہ اب قیامت تک وہ ہمارا کھلا دشمن ہے اور ہر آن ہمیں نت نئی گمراہی میں ڈال کر خداسے دور اور اسکے عذاب سے قریب تر کرنے

Marfat.com

میں لگا ہوا ہے، کیا انہی نتائج کے آئینے میں ہمارے مسجود ملائک ہونے کا رازآشکار نہیں ہو رہا۔یقیناً ایسا ہی ہے۔ آدم کو فرشتوں کا سجدہ انکی ساری اولاد کے لئے رہتی دنیا جاری رہنے والے امتحان کا سر آغاز تھا۔اب ہمیں اس امتحان میں قدم قدم سرخرو ہونے کی آرزو پالنی اور سعی پیہم جاری رکھنی ہے۔

۷۷۔ ابلیس یہ سجدہ نہ کرکے کافر ٹھہرااور ہمیشہ کے لئے دوزخ کا ایندھن بن گیا۔اتنابرااور بھیانک جرم تھا یہ سجدہ نہ کرنا۔قرآن نے اس جرم کو دو چیزوں کا مجموعہ ٹھہرایا ہے۔(ابی واستکبر)۔ایک انکار،دوسرا تکبر۔پس یاد رکھئے، جہاں بھی دو چیزیں اکٹھی ہو گئیں وہاں دوزخ ہی دوزخ ہے۔نجات کے لئے توبہ ضروری ہے اور توبہ کی توفیق وہاں کبھی نہیں اترتی جہاں خدا کی نافرمانی میں دونوں چیزیں اکٹھی ہوجائیں: انکار اورتکبر۔

۷۸۔ نافرمانی تو آدم سے بھی ہوئی تھی مگر خدا نے اسے بھول کہا ہے کیونکہ اس میں انکار اور تکبر دونوں چیزیں نہیں تھیں۔صرف عدم تعمیل حکم تھی اور عدم تعمیل،انکارِتعمیل سے بہت ہلکی اور فروتر چیز ہے۔عدم تعمیل ہے، حکم پر عمل نہ کرنا۔ عدم تعمیل کی وجوہات بہت سی ہو سکتی ہیں:غفلت ، کوتاہی،بھول ،مستی،عذر وغیرہ اور ان میں سے ہر چیز کی تلافی اور اصلاح ممکن ہے؛جبکہ انکارِتعمیل میں ضد ،مقابلہ اپنے کچھ ہونے کا پندار شامل ہے جسکی تلافی ممکن نہیں۔ اصلاح کی گنجائش موجود ہے لیکن اکثر پندار ذات کی اصلاح بہت مشکل ہوتی ہے اور مشکل ہی سے کسی کو نصیب ہوتی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ پندار خود سب سے بڑی رکاوٹ ہے پندار کی اصلاح میں۔جو کوئی اپنی اصلاح میں آپ رکاوٹ ہو اس کا سدھرنا قریب قریب ناممکن ہی ہوتا ہے۔خدا ہمیں پندار سے ہمیشہ بچائے۔ آمین

Marfat.com

بقرہ:۳۵

۷۹۔ آدم و حوا کو خدا نے کچھ عرصہ جنت میں ٹھہرایا اور پھر وہاں سے اس طرح نکالا کہ جنت کی کشش،تڑپ،چاہت اور پیاس ان کے وجود اور زندگی کا حصہ بن گئی۔اگر جنت کی نعمتوں سے پوری طرح سیراب ہو کر وہاں سے نکلتے تو جنت کی تمنا ،آرزو اور پیاس باقی نہ رہتی۔پس جنت میں ابوالبشر کا جو امتحان لیا گیا اور جس میں ان سے بھول سر زد ہوئی اس کا ایک ثمر یہ تھا کہ جنت سے نکلتے وقت وہ اسکی شدید چاہت، تڑپ اور پیاس لئے ہوئے تھے ۔یہ پیاس ان کے لہو کی بوند بوند میں رچ گئی تھی اور وجود کے ریشے ریشے میں بھر گئی تھی۔

۸۰۔ جنت کی یہی طلب اور پیاس ہے جو آدم وحوا کی ساری اولاد میں منتقل ہوئی ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کم وبیش دنیا کے سارے مذاہب اور تمام اقوام کسی نہ کسی صورت انسان کے لئے موت کے بعد کوئی نہ کوئی مقام راحت و مسرت ضرور تجویز کرتے ہیں اور اسکے مقابل ایک مقامِ رنج والم بھی ۔ پھر یہ بھی کہ دنیا میں قریباً ہر انسان کو فطرت کے حسین مناظر سبزہ باغات،نہریں اور پھل پھول وغیرہ ضرور بھاتے ہیں۔یہ بھی دراصل جنت کی فطری کشش کا مظہر ہے اور اسی لئے دنیا میں یہ حسین مناظر رکھے گئے ہیں تاکہ انسان کے خمیر میں گندھی ہوئی جنت کی آرزو ہر دم توانا اور ترو تازہ رہے ۔اور شاید آسمانی صحیفوں میں کثرت کے ساتھ جنت اور اس کے حسین مناظر کا تذکرہ بھی اسی لئے ہے تاکہ آدم کی ساری اولاد کو ان کی گم گشتہ میراث یاد دلائی جاتی رہے۔

۸۱۔ قارئین محترم!اگر یہ بات آپ کو سمجھ آگئی ہے کہ جنت کی آرزو،طلب اور پیاس آدم کی ساری اولاد میں موروثی طور پر منتقل ہوئی ہے تو یقیناً آپ کو یہ ماننے میں ذرا تامل نہیں ہو گا کہ جینز کے ذریعہ وراثت (Genetic Heridity) کا دائرہ بہت وسیع ہے ۔صرف جسم کی ہیئت،شکل وصورت ،بالوں

Marfat.com

کی رنگت اور چند اوصاف وخصائص ہی جینز کے ذریعہ والدین سے اولاد میں منتقل نہیں ہوتے بلکہ انسانی فطرت کے بنیادی مظاہر ،جذبات واحساسات،روحانی امنگیں اورآرزوئیں ،طبیعت کے میلا نات ،عادات واطوار اورحد یہ ہے کہ خالص مذہبی رجحانات بھی جینز (Genes)کے ذریعے والدین سے اولاد میں منتقل ہوتے ہیں اور پہلے انسان سے لے کر آج تک پورے تسلسل کے ساتھ ہوتے چلے آرہے ہیں۔

۸۲۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اپنے موروثی ،خاندانی مذہب کو بدلنا عام طور پر کسی بھی انسان کیلئے آسان نہیں ہوتا بلکہ سچ تو یہ ہے کہ از حد دشوار ہوتا ہے۔ قُرآن میں بار بار اہل کفر کے اس مزاج کو دین حق اپنانے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ دکھایا گیا ہے کہ وہ کہتے ہیں : (قالوا وجدناعلیہ آباء نا)۔یعنی ہم بت پرستی نہیں چھوڑ سکتے کیونکہ یہ ہمارے باپ دادا کا مذہب ہے ۔سوال یہ ہے کہ باپ دادا کے اس مذہب کے ساتھ ان کا دلی لگا وٴ کہاں سے آیا ۔اسی جینز کی وراثت (Genetic Heredity) سے۔آنکھو ں نے باپ دادا کو جو کچھ کرتے ہوئے دیکھا ،اولاد کے خون میں اسکی محبت پہلے سے موجود تھی اور یہ محبت ماں باپ کی طرف سے موروثی طور پر منتقل ہوئی تھی ۔

۸۳۔ قارئین کرام !امید ہے آپ بات سمجھ گئے ہوں گے؛ تو پھر اس کے ساتھ ہی مجھے یہ بھی کہنے دیجئے کہ جینٹک تھیوری (Genetic Theory) دنیا میں جدید میڈیکل سائنس نے دریافت نہیں کی بلکہ چودہ سو سال پہلے قرآنِ حکیم نے دنیا کو بتائی اور پوری وضاحت وصراحت حتٰی کہ مثالوں کے ساتھ بتائی ہے۔اب یہ کا م تو قرآن کے ماننے والو ں کا تھا کہ دنیا کی توجہ اس طرف مبذول کراتے۔بہرحال آج بھی اس پر کام کرنے اور حق کو پھیلانے کی ضرورت ہے تاکہ دنیا قرآن کی صداقت پہچان لے اور منصف مزاج لوگ اس کی طرف

Marfat.com

لپک کر آئیں ۔اب یہ کا م کیسے ہو؟ قارئینِ محترم !اسکے لئے آپ ہی میں سے کچھ لوگوں کو آگے بڑھنا ہو گا؛ تو دیکھتے ہیں خوش نصیبی کے لئے کس دل کا دروازہ کھلتا ہے ۔ ارے بھائی! کیوں سو چتے ہو کہ آپ اس ضمن میں کیا کر سکتے ہیں ۔کچھ نہ کچھ تو کر ہی سکتے ہوں گے آپ ۔جو کچھ آپ کے بس میں ہے قرآن کی تبلیغ کے لئے وہ آپ کر دیجئے۔دوسرے لوگ کچھ اور کرلیں گے سو یوں یہ کام آگے بڑھتا رہے گااور خدا کا پیغام دنیا میں کچھ اور لوگوں تک پہنچتارہے گا ۔

۸۴۔ شیطان نے آدم و حوا دونوں کو بہکایا اور جنت سے نکلوا دیا ۔تو کیا خیال ہے قارئین!آج وہ مجھے اور آپ کو جنت میں واپس پہنچانے کے لئے جتن کر رہاہوگا۔اس کے وسوسوں کی تعمیل میں تو ہم کچھ اسی ذوق وشوق سے لگے ہوئے ہیں جیسے یہی جنت کا سیدھا راستہ ہو۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ۔نے جگہ جگہ ہمیں بتا دیا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔مگر ہم ہیں کہ اس کے ساتھ دوستی کی پینگیں بڑھا رہے ہیں۔یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس دوستی کے شجر پہ بہت ہی کڑوا پھل اگے گا؛جیسے قرآن کے استعارے میں (زقوم) یعنی تھوہر کا درخت گنہگار کا طعام بتا یا گیاہے (دخان۔۴۳۔۴۶)

۸۵۔ اولادآدم کاٹھکانہ زمین ہے اور اسے قیامت تک زمین ہی پہ رہنا ہے چاہے کائنات کے تمام سیاروں پہ اپنی بستیاں بسا لے ۔جیسا اللہ تعالیٰ نے اسے بنایا ہے، زمیں ہی اس کے لئے سازگار ہے اور جو کچھ زندہ رہنے کے لئے اسے چاہیے زمین ہی دے سکتی ہے۔ دوسرے کسی بھی سیارے پر جا کر انسان آباد ہو تو اسے زمین سے وہ سب کچھ اپنے ہمراہ لے جانا پڑے گاجو کچھ عرصہ جینے کے لئے اسے وہاں درکار ہو گا۔

Marfat.com

بقرہ:۳۷

۸۶۔ آدم کو خدانے توبہ کیلئے کچھ کلمات سکھائے جن سے انھوں نے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔یوں پہلے ہی دن سے اللہ تعالیٰ نے بتادیا کہ وہ آدم کی اولاد پر ہمیشہ مہربان رہے گا۔ حد یہ ہے کہ اسے غلطیوں کی تلافی کاراستہ بھی خود ہی بتائے گا۔

۸۷۔ جب آدم کو معافی دینی ہی تھی تو یونہی دے دی ہوتی۔توبہ کروانے اور توبہ کے چند کلمات سکھانے کا اہتمام آخر کس لئے؟کیا راز ہے اس میں:ایک یہ کہ اولادآدم کو بتانا تھا، ہر چیز کا ایک نظام ہے خدا کے ہاں؛اور اس نظام کے مطابق ہی تمہیں جینا ہو گا۔دوسرے یہ کہ جینے کا سلیقہ چاہیے اور یہ سلیقہ تمہیں خدا ہی سکھائے گا۔انبیاء کو خود براہ راست اور دوسرے سب لوگوں کو انبیاء کے ذریعہ۔پس جو لوگ خدا کی مرضی کے سانچے میں ڈھل کر جینا چاہیں وہ انبیاء کی غلامی کا پٹہ اپنے گلے میں ڈال لیں۔

۸۸۔ توبہ کا طریقہ تو اللہ تعالیٰ نے سکھادیا لیکن توبہ کیے بغیر معافی نہیں ملی۔یہ بات قصہء آدم نے سمجھادی ہے ہمیں۔پس کوئی بھی اس بھول میں نہ رہے کہ آدم کے بیٹے اور بیٹیاں گناہ کرتے رہیں،اللہ خود ہی معاف کردے گا ،وہ بڑا مہربان ہے۔ یاد رکھیے اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے پر مہربان ہے ،گنہگار پہ نہیں۔بھلا سوچئے تو سہی،ابوالبشر آدمؑ جو پیغمبر بھی تھے کیا خدا ان پہ مہربان نہ تھا۔پھر بغیر توبہ کے انہیں معاف کیوں نہ کیا حالانکہ ان سے تو گناہ بھی سرزد نہ ہواتھا بس ایک بھول ہوئی تھی۔جیسا کہ سورہ طٰہٰ کی آیت ۱۱۵ میں خود رب نے بتادیا ہے۔پھر بھلا ہم کیا شئے ہیں اور کس بات پہ اتراتے ہیں۔ یہ جملہ پھر سنئے اور گرہ میں باندھئے بلکہ اپنے دل کی دھڑکنوں میں گوندھ لیجئے کہ:

Marfat.com

''اللہ توبہ کرنے والے پر مہربان ہے، گناہگار پہ نہیں''۔

بقرہ:۳۸-۳۹

۸۹۔ خدانے انسان کو زمین پر اتارا تو ساتھ ہی اس کی ہدایت کا انتظام بھی کر دیا ۔اب اگر انسان کو بربادی سے بچ کر جینا ہے تو ہدایت ربانی کے سائے میں جیے۔یہ ہر خوف وغم سے چھٹکارا دلاتی ہے اور سکون وراحت کا ہر دروازہ اس کے لئے کھول دیتی ہے۔

۹۰۔ ہدایت ربانی کو ماننا اور نہ ماننا آدمی کے اپنے اختیار میں ہے لیکن ماننے کے فوائد اور نہ ماننے کے نقصانات اسے اچھی طرح بتا دیے گئے ہیں اور فطری طور پر انسان کو ہدایت قبول کرنے کی طرف مائل کر دیا گیا ہے۔ انسان جب تک دنیاوی آلائشوں میں ڈوبا رہے وہ ہدایت سے محروم رہتا ہے لیکن جیسے ہی اسکی اصل فطرت بیدار ہو جائے وہ فوراًلپک کر خدا کی ہدایت کواپنا لیتا ہے ۔

۹۱۔ ہدایت ربانی کو نہ ماننا کفر ہے؛ اور اگر اس کے ساتھ آیات الٰہی کی تکذیب کا جرم بھی شامل ہو جائے تو پھر عام طور پر توفیق الٰہی کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور دوزخ ہی ایسے شخص کا دائمی مقدر ٹھہرتی ہے۔

بقرہ:۴۰-۴۲

۹۲۔ سورہ بقرہ کی آیت ۴۰ تا ۱۵۱ اور پھر آیت ۲۴۳ تا ۲۵۲ کم وبیش ایک سو ایک آیات میں اہلِ کتاب یہودونصاریٰ سے یا توبراہِ راست مکالمہ یا روئے سخن انکی طرف ہے اور یا پھر ان کے حوالے سے گفتگو ہو رہی ہے۔تحویلِ قبلہ اور معاشرت کے احکام سے پتہ چلتا ہے کہ اس سورت کا نزول ہجرت کے بعد ابتدائی عرصہ میں ہوا ہے۔یوں احساس ابھرتا ہے کہ مدینہ منورہ اور آس پاس بسنے والے یہودونصاریٰ کوہدایت کی راہ پر لانے کے لئے اس سورت میں اور

Marfat.com

اسکے سا تھ جوڑا بنانے والی سورہ آلِ عمران میں ہر طرح اتمام حجت کر دیا گیاہے۔اور اب رہتی دنیا تمام یہودونصاریٰ کے لئے قرآنی دعوت کا واشگاف بیان اسی طرح اتمام حجت کرتا رہے گا۔

۹۳۔ آیت ۴۰ اور ۴۱ میں دوبارہ یہود کو تاکید کی گئی کہ صرف اللہ سے ہی ڈرو۔اور اسی کا تقوٰی اختیار کرو ۔یوں لگتا ہے مصریوں کی غلامی ،فرعون کے مظالم،عمالقہ کے خوف ،صحرائے تیہہ میں بھٹکنے اور بعد ازاں تاریخ کی سات بدترین تباہیوں اور بخت نصر کے مظالم نے یہود کی نفسیات پر اتنے شدید اور گہرے اثرات ڈالے تھے کہ وہ ہر وقت دنیا وی قوتوں سے خوفزدہ اور سہمے ہوئے رہتے۔دراصل انھوں نے ذلت اور مسکنت کی طویل سزا کاٹی تھی اور اب بھی سزایافتہ لوگوں ہی کی طرح خوف کی نفسیا ت میں جینے کے عادی ہو چکے تھے۔ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے انھیں دنیاوی قوتوں کے خوف سے نجات دلائی اور خشیتِ الٰہی سے سرشار ہوکر جینے کی تلقین فرمائی۔

۹۴۔ حضور سید المرسلین ﷺ کے پیغمبر ہونے اور قرآن کے کتاب اللہ ہونے کا واضح ،پختہ اور ٹھوس یقین مدینہ منورہ کے یہود کو حاصل تھا مگر اس کے باوجود انہوں نے دین حق کو قبول نہ کیا بلکہ حسد وبغض اور شدید عداوت کا مظاہرہ کیا ۔اس آیت میں انہیں احساس دلایا جا رہا ہے کہ جس طرح یقینی طور پر تم حضور سید عالم ﷺ کی نبوت کو پہچانتے ہو،سو تمہیں تو سب سے پہلے ایمان لانے والا گروہ ہونا چاہیے تھا مگر تم سب سے پہلے کفر کرنے والے بن رہے ہو ۔حیرت ہے تمہیں خدا کا اتنا سا خوف بھی نہیں۔

۹۵۔ حق کے ساتھ باطل کی آمیزش ۔یہی سب سے المناک منظر ہے تاریخ مذاہب کا ۔انسانی ذہن از خود کبھی بے آمیز حق کی پو ری تصویر نہیں کھینچ سکتا، ورنہ سرے سے خدا کی رہنمائی کی کبھی ضرورت ہی نہ پڑتی مذہب کے معاملے

Marfat.com

میں۔ لیکن المیہ تو یہ ہے کہ آسمان سے اترے مذاہب جو کہ خالص،اجلی اور نکھری ہوئی سچائیوں کا مجموعہ ہوتے ہیں ،آگے چل کر ان کے ماننے والے رفتہ رفتہ ان میں بھی باطل کی آمیزش کر دیتے ہیں ۔ یہود ونصاریٰ نے بھی اپنے مذاہب کے ساتھ یہی کیا۔البتہ دین حق اسلام آج بھی اپنی اصل پاکیزہ صورت میں بعینہ محفوظ ہے ۔یہ حضورسید عالم ﷺ کی شانِ خاتمیت کا فیضان ہے۔

بقرہ:۴۳

۹۶۔ نماز پڑھو،زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو ۔حکم صرف عبادت کرنے کا نہیں،حکم عبادت کرنیوالوں کے ساتھ شامل ہونے کا بھی ہے ۔عام طور پر اس آیت سے مرادنمازباجماعت لی جاتی ہے۔وہ بھی ہے لیکن اس سے زیادہ بھی کچھ ہے ۔نمازباجماعت کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے لیکن اس آیت سے پہلے خطاب چونکہ یہود سے چل رہاہے لہذا رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع سے مراد ہے اہل حق کی اجتماعیت(Community)میں شامل ہونا۔یہود اپنے مذہب کی عبادت تو کرتے تھے اور اسی کو ذریعہ نجات سمجھتے تھے۔ اس آیت میں انہیں سمجھایا جا رہا ہے کہ بات عبادت کرنے کی نہیں ،بات عبادت کرنے والوں کی سنگت اختیار کرنے کی ہے۔اپنے طور پر توہر آدمی جو کچھ کرتا ہے اسے حق ،سچ ،مذہب اور عبادت ہی سمجھتا ہے ۔لیکن ضروری تو نہیں کہ آدمی جس چیز کو حق سمجھ کراپنائے ہوئے ہو یا عبادت سمجھ کرانجام دے رہا ہو ،وہ فی الواقع اللہ کے ہاں بھی حق اور عبادت ہی ہو۔

پھر کیسے کھلے کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ؟اس کا نہایت آسان طریقہ یہ ہے کہ آدمی حق پر چلنے کی اجتماعیت (Community)تلاش کرے اور کرتاہی رہے تاآنکہ اسے یقینی شواہدمل جائیں کہ اہل حق کی اجتماعیت یہی ہے۔ پھر وہ سچے دل سے ان میں شامل ہو جائے اور ان کی سنگت اپنا لے ۔اب

Marfat.com

یہی سنگت اسے نکھارے گی ،سنوارے گی اور بدل کر رکھ دے گی ۔یہود کو خدا نے اس لئے رکوع کرنے والی یعنی صحابہ کرامؓ کی سنگت اپنانے کا حکم دیا کہ اس طرح پاکیزہ سنگت کی برکتیں ان کے دل کا بغض دھو دیں گی اور باالآخر ان کے سینے حق کے لئے کھل جائیں گے۔

بقرہ :۴۴

۹۷ ۔ انسان بھی عجیب چیز ہے ۔ خود غرضی کا پتلا ، مگر ساتھ ہی نا سمجھی کا مرقع۔ ویسے کہنے کو تو اپنے فائدے کیلئے جیتا ہے۔ دولت ، دنیوی چیزوں ، وقتی مفادات اورنفسانی خواہشات کے معاملے میں سراسر خود غرض ۔ ہر وقت اپنا فائدہ سوچنے والا۔ مگر ناسمجھ اس قدرکہ دین کے معاملے میں، دائمی مفادات اور ہمیشہ کے فائدہ بارے اسکی خود غرضی کہیں غائب ہوجاتی ہے ۔اپنی آخرت سنوارنے اور اپنی نجات کی فکر کرنے کی بجائے دوسروں کو نصیحتیں کرتا پھرتا ہے حالانکہ سب سے زیادہ خود غرضی کی ضرورت یہاں ہے۔ دین میں خدا نے سبقت یعنی دوسروں سے آگے بڑھنے کا حکم دیا ہے، مگر اس معاملہ میں آدمی خوذ کو فراموش کرکے دوسروں کی فکر میں گھلنے لگتا ہے ، یہ عجیب نادانی ہے اور ایسی نادانی پر سورۂ بقرۂ کی آیت نمبر ۴۴ہمیں جھنجھوڑ رہی ہے :''کیا تم دوسروں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ خدا کی کتاب تم پڑھتے ہو''۔

پس کیا خیال ہے قارئین محترم ! یہ آیت پڑھ کر ہمیں بیدار ہوجانا چاہیے کہ ابھی نہیں۔ اچھا ابھی وقت نہیں آیا۔ تو چلو جن کا وقت آگیا ہے انہیں بیدار ہولینے دو۔ ہاں اتنا بہر حال سن لو کہ خدا نے اس آیت کے آخر میں ہم سے پوچھا ہے (افلا تعقلون) یعنی کیا تمہیں عقل نہیں ۔

(بقرہ :۴۵،۴۶)

Marfat.com

۹۸۔ اپنی اصلاح کرنا چاہتے ہو اور طبیعت اس طرف نہیں آتی تو صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو ۔برائیوں سے بچنے اور نیکیوں پر جمے رہنے کیلئے آدمی کوجو چیز سب سے زیادہ درکار ہے وہ صبر ہے ، یعنی طبیعت کے خلاف چیزوں کو برداشت کرنے کی عادت۔ اور رہی نماز تو وہ انسان کی روح پر جما ہوا سارا میل کھرچ کر دھو ڈالتی ہے اور آدمی کا من اجلا ہوجاتا ہے۔ اس آیت میں صبر اور نماز سے مدد حاصل کرنے کا حکم اسی معاملہ میں دیا گیا ہے۔

۹۹۔ صبر اور نماز آدمی کو زندگی کے معاملات میں ہر طرح کے بگاڑ سے بچاتے ہیں۔ جھگڑوں ، فتنوں ، حادثات اور آفات کو انسان کی زندگی سے دور کرتی ہے اور اگر آدمی ان میں گھرا ہوا ہو تو نکالتے بھی ہیں بہت چنانچہ آگے سورۃ بقرہ کی آیت ۱۵۳ میں دوبارہ صبر اور نماز سے مدد حاصل کرنے کا حکم دیا ہے اور وہاں سیاق و سباق یہی بتاتا ہے کہ آزمائشوں اور ہر قسم کی مشکلات میں ان سے مدد ملتی ہے ۔

۱۰۰۔ نماز بہت بھاری ہے لوگوں پر سوائے ان کے جن میں خشوع وخضوع اور بارگاہِ الٰہی میں حاضری کا احساس ہو۔ دیکھئے اس آیت نے کتنا واضح بتادیا کہ دین کے احکام پر عمل کرنا جذبوں کے بغیر ممکن نہیں۔ جذبۂ خشیت آدمی میں موجود ہو تو اسکی طبیعت نماز پڑھنے پر آمادہ ہوتی ہے ورنہ نہیں۔ خدا کے حضور جواب دہی کا احساس ہی آدمی میں وہ خشوع و خضوع پیدا کرتا ہے جس سے بالآخر اسکی طبیعت نماز پڑھنے پر آمادہ ہوتی ہے۔ پس یہ بات اچھی طرح کھل کر سامنے آگئی کہ دین پر عمل جذبوں کی راہ سے ہی آدمی کو میسر آتا ہے۔ اس بارے میں ہم نے تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب'' پانچ منٹ زندگی'' کیلئے میں لکھا ہے اور قارئین محترم ! اگر آپ غور کریں کہ آج پوری دنیا میں مسلمان اپنے دین سے دور کیوں ہوگئے ہیں تو اس کا ایک ہی سبب

Marfat.com

آپ کو نظر آئے گا اور وہ ہے جذبوں کی کمی ۔ یاد رکھئے! عمل ہمیشہ جذبوں سے پید اہوتا ہے اور عمل کی خامی ہمیشہ جذبوں کی کمی سے ابھرتی ہے ۔ جذبہ ہی آدمی سے نماز پڑھواتا ہے اور نماز نہ پڑھنے والے کی اصل بد قسمتی یہی جذبہ کا فقدان ہے۔

بقرہ ۴۷:۴۸

۱۰۱۔ خدا کی نعمتوں کو یاد رکھنا اور یاد کرتے رہنا، یہ ہے وہ مزاج کہ ایمان جس کے بغیر ایک قدم بھی نہیں چلتا۔ قارئین محترم ! یہاں دو چیزوں میں فرق اچھی طرح سمجھ لیجئے: ایک ہے خدا کی نعمتو ں کا یاد آجانا۔ اس میں بندے کا اپنا دخل نہیں ہوتا ۔ حالات و واقعات اسے یاد کرادیتے ہیں اور ایسا اکثر خدا کی طرف سے بطور سزا ہوتا ہے۔ جب بندے کی غفلت بڑھ جاتی ہے یا انتہائی اہم مواقع پر بھی وہ خدا کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تو ایسے میں خدائے ذوالجلال اس بندے کی سر زنش کیلئے اس کے وجود کی گہرائیوں میں اپنی نعمتوں کے احساس کی تپش انڈیل دیتا ہے۔ پھر اچانک اس کا شعور جاگ اٹھتا ہے اور خدا کی نعمتیں اسے یادآجاتی ہیں؛

اورائے میرے قارئین محترم ! آپ پہچان لیجئے کہ اکثر ہمارے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے۔ ہم خوش گمانیوں مین ڈوبے رہتے ہیں کہ خدا کی یاد ہمیں تڑپا رہی ہے، اسکی نعمتوں کا شکر ادا ہورہا ہے حالانکہ یہ شکر اور یاد بھی اسکی طرف سے بطور سزا ہوتی ہے۔ پس اے میرے بھائیو !ہمیں یہ بھی دیکھنا ہے کہ خدا ہمارے ساتھ کیا کر رہا ہے ،اور یہ بھی سوچنا ہے کہ وہ ہم سے جو کچھ چاہتا ہے کیا ہم وہ کر رہے ہیں یا نہیں؟ اور دوسری چیز یہی ہے :یعنی خدا کی نعمتوں کو یاد رکھنے اور یاد کرتے رہنے کو اپنا شعور، اپنا مزاج اور اپنا شیوہ بنالے آدمی۔ یہ ہے نیکی ۔اسی کا مطالبہ ہے آدمی سے اور اسی کا حکم دیا جارہا

Marfat.com

ہے زیر نظر آیت میں۔

۱۰۲۔ اچھا اب ذرایہ بھی دیکھ لیجئے کہ اس آیت میں خطاب کس سے ہے ۔ نزول قرآن کے وقت جو یہود موجود تھے ان سے کہا جارہا ہے کہ میری وہ نعمتیں یاد کرو جو میں نے تم پر کیں اور اس کے بعد آگے وہ نعمتیں گنوائی جارہی ہیں جو حضرت موسیٰ کے زمانے میں یہود پر اتری تھیں۔ مطلب یہ کہ اڑھائی ہزار سال پرانی نعمتیں یاد کرنے کا حکم دیا جارہا ہے۔ وہ نعمتیں جو ان کے باپ دادا کی نسلوں پر اتریں آج ان نعمتوں کو دہرانے اور ان کی شکر گزاری کا حق ادا کرنے کا مطالبہ ہورہا ہے۔

تو کیا خیال ہے قارئین محترم ! ایسا معاملہ خدا کا صرف یہود ہی کے ساتھ ہے ۔کیا ہم مسلمانوں کو پرانی نعمتیں یاد کرنے کی ضرورت نہیں ۔ امت مسلمہ پر خدا نے کیا کیا انعام برسائے ۔ ہمارے باپ دادا کو اس نے کیسی کیسی برکتوں سے نوازا۔ ہمارے بزرگوں کو اس نے کہاں سے کہاں تک پہنچادیا۔ ہماری گزری ہوئی نسلوں پر وہ کتنا مہربان رہاہے۔ ہمیں اس سے کیا لینا دینا ؟ ہم کوئی یہود تھوڑی ہیں جن کو خدا نے بار بار اپنے انعامات قرآن کے ذریعہ یاد دلائے ہیں ۔ ارے ہم تو مسلمان ہیں! خدا کے لاڈلے۔ ہمیں کیا لگے اس کے انعامات کو یاد کرنے سے ؟

اچھا تو میرے بھائی! ذرا اب یہ سوال بھی خود سے پوچھ کر اس کا جواب تو سوچ رکھئے کہ پھر قرآن کے پہلے ہی پارے میں خدا تعالیٰ ایک سو سے زیادہ آیات میں یہود کی اڑھائی ہزار سالہ تاریخ کے دوران اپنی طرف سے اتاری ہوئی نعمتوں کی نام بنام فہرست بھلا ہم مسلمانوں کو کیوں سنارہا ہے اور قرآن میں رہتی دنیا ان نعمتوں کا تذکرہ کس لئے موجود ہے؟ ہو سکتا ہے آپ کہیں یہود کو اسلام قبول کرنے کی ترغیب دلانے کیلئے ۔ تو پھر میں آپ

Marfat.com

سے پوچھوں گا: ذرا یہ تو بتائے کہ نزول قرآن سے لیکر آج تک دنیا میں کتنے یہودی ان آیات کو پڑھ کر اور خدا کی نعمتوں کو یاد کرکے مسلمان ہوئے ہیں ۔ چند ہزار بلکہ چند سو سے زیادہ یہودی پورے چودہ سو سالوں میں بھی مسلمان نہیں ہوئے تو پھر اے میرے قارئین ! مان لیجئے اور یقیناً آپ کو اننا ہی پڑے گا کہ یہود پر کئے گئے اپنے احسانات گنواکر دراصل اللہ تعالیٰ رہتی دنیا آنے والے مسلمانوں کے شعور و احساس ، طبیعت و مزاج اور ذہن و ذوق کی تربیت ایسے انداز میں کرنا چاہتا ہے کہ وہ ہمیشہ خود پر اور اپنی گزری ہوئی نسلوں پر نیز مجموعی لحاظ سے پوری امت مسلمہ پر اتاری گئی ایک ایک نعمت کو ہمیشہ یاد رکھیں۔ سے سے ان کی یاد تازہ کرتے رہیں اور لحہ لحہ ان کی شکر گزاری کا حق ادا کرتے رہیں۔

بات یہ ہے کہ نزول قرآن توعہد رسالت میں ہوا۔ اب بھلابعد میں آنے والے مسلمانوں کو ان کی پچھلی نسلوں پر اتاری گئی نعمتوں کی یاد قرآنِ مجید میں کیسے دلائی جاتی ۔ صاف ظاہر ہے اسکی ایک ہی صورت تھی کہ یہود و نصاریٰ کو خطاب کرکے ان کی گذشتہ نسلوں پر کئے گئے احسانات انہیں یاد دلائے جاتے اور یہ چیز مسلمانوں کیلئے نصیحت و ہدایت اور تلقین و موعظت کا ذریعہ بن جاتی؛ اور یہی اسلوب ہے قرآن کی ان آیات کا۔بظاہر خطاب یہود سے ہے لیکن مسلمان بھی اس میں شامل ہیں اور روئے سخن قیامت تک آنے والی تمام مسلمان نسلوں کی طرف ہے۔ یہی ہماری امت کے وجود اور تسلسل کی ضمانت ہے ۔ یہی امت مسلمہ کی شان ہدایت ہے اور یہی ہمارے لئے بحیثیت مسلمان زندہ رہنے کی واحد صورت ۔ اگر ہم اپنے آباؤ و اجداد پر اتاری گئی نعمتوں کو بھول گئے تو خود پر اترنے والی نعمتوں کو کیسے پہچانیں گے؟ کیسے انہیں یاد کریں گے اور کیسے ان کا شکریہ ادا کریں گے؟

Marfat.com

یاد رہے جس نے اپنے باپ دادا کے ساتھ خدا کا رشتہ پہچان لیا اس نے اپنے ساتھ بھی خدا کا رشتہ پہچان لیا۔ اور جس نے اپنی گزری ہوئی نسلوں کی تاریخ میں خدا کو نہیں پایا اس نے اپنے وجود کے بہتے دھاروں میں بھی اسے نہیں پایا۔ اللہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک ہے۔ وہی اکیلا وحدہ لاشریک ہے۔ پس خدا کو صرف اسی نے پایا جس نے اسے ماضی ، حال اور مستقبل تینوں زمانوں کو خدا سے جڑا ہوا دیکھ لیا ۔ تو آؤ اے مسلمانو! ہم اپنے وجود اور اپنی تاریخ کے آئینے میں خدا کی ساری نعمتو ں اور نوازشوں کو دریافت کرنے اور ان کی شکر گزاری کا حق ادا کرنے کے سفر پر نکلیں اور ذرا جلد نکلیں کہ کہیں اس کام کیلئے دی ہوئی زندگی کی مہلت خدا ہم سے چھین نہ لے۔ اے اللہ ! ہماری غفلتیں معاف کرنا اور اپنی دریافت کے سفر میں خود ہی ہماری رہنمائی کرنا ۔ آمین

۱۰۳۔ یہود کو اپنے زمانے میں سب قوموں پر فضیلت دی گئی اور یہ فضیلت اپنے ساتھ ایک ذمہ داری لے کر آتی ہے۔ پھر جب ذمہ داری انسان کے شعور و مزاج اور عمل و کردار کا حصہ بن جائے تو خود ایک فضیلت کا درجہ اختیار کرلیتی ہے ۔ اب انسان اگر اس ذمہ داری کو نبھاتا رہے تو مراتب فضیلت میں ترقی کرتا رہتا ہے ورنہ اصل فضیلت بھی سلب ہوجاتی ہے اور ذمہ داری نبھانے سے گریز کو بھی سزائے محرومی میں بدل دیا جاتا ہے۔ یہود کے ساتھ ایسا ہی ہوا اور ڈرنا چاہیے کہ کہیں ہمارا بھی یہی انجام نہ ہو۔

۱۰۴۔ روزِ قیامت جواب دہی کے لمحے کوئی شخص نہ فدیہ دے کر چھوٹ سکے گا، نہ کوئی دوسرا اس کے کام آسکے گا۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت بھی جس کو نصیب ہوگی یہ اسکے لئے ایک انعام ہی ہوگا نہ کہ استحقاق؛ تو پھر کیا آج ہم اپنے لئے استحقاق سمجھ کراترا سکتے ہیں؟نہیں۔

Marfat.com

بقرہ ۵۰،۴۹:

۱۰۵۔ بنی اسرائیل کو آل فرعون کے برے عذاب سے نجات دلائی ۔ معلوم ہوا سوسائٹی کے مختلف طبقے بعض اوقات ایک دوسرے کیلئے عذاب کی صورتوں میں ڈھل جاتے ہیں۔ اور اس عذاب سے چھٹکارا پانا خدا کی مہربانی کے سوا ممکن نہیں ہوتا۔ بُرے حکمران ، جاگیردار ، سرمایہ دار ، مجرم ، استحصالی گروپ جن میں بسا اوقات مذہبی اور روحانی استحصال کرنے والے بھی شامل ہوتے ہیں، سیاستدان اور لوٹ کھسوٹ مچانے والے پیشہ ور طبقے جیسے ڈاکٹر ، وکیل ، تاجر اور مزدور وغیرہ غرض موجودہ سماجی نظام میں ایک عجیب قسم کی باہمی کشمکش نے لوگوں کو جکڑ رکھا ہے ۔ شریفانہ زندگی گزارنے والے افراد کیلئے ایک لحاظ سے بعض معاشروں میں جینا دشوار ہوچکا ہے، اور یہ ان کے لئے ایک طرح کا عذاب ہی تو ہے۔

ذرا یہ بھی دیکھئے کہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کسی ایک قوم کیلئے تعلق رکھنے والے مجرمانہ ذہنیت کے بہت سے لوگ دوسرے ممالک میں جاکر اپنی منفی سوچ اور بُرے کردار کے باعث اس پوری قوم کیلئے بدنامی اور شرمندگی کا سبب بنتے ہیں۔ایسے لوگ چاہے تھوڑے ہی کیوں نہ ہوں بعض اوقات پوری قوم کیلئے دائمی رسوائی کے عذاب میں ڈھل جاتے ہیں ۔ اب خدا ہی اس عذاب سے ہمیں چھٹکارا دلاسکتا ہے۔

۱۰۶۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے بنی اسرائیل کو لیکر مصر سے نکلے۔ فرعون اپنے لشکر کے ساتھ تعاقب میں آیا۔دریا پر پہنچے تو موسیٰؑ نے اپناعصا اس میں مارا ۔خدا نے بارہ راستے بنادیے۔دونوں طبقے دریا کے ان راستوں میں اتر گئے۔ بنی اسرائیل کو خدا نے پار لگایا اور فرعون کو لشکر سمیت ڈبودیا ۔ دنیا میں ہر قوم کیلئے اسی طرح کبھی نہ کبھی خدا کی مدد ضرور اترتی

Marfat.com

ہے۔ خدا ہر قوم کو اپنی معجزانہ اعانت کا کوئی نہ کوئی رنگ ضرور دکھاتا ہے۔ پچھلی قوموں کے گزرے ہوئے واقعات ایک طرف، امت مسلمہ کی تاریخ کے انگنت الوہی کرشمے اپنی جگہ، حقیقت یہ ہے کہ آج بھی دنیا کی مختلف قوموں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کے خاص رنگ نظر آتے ہیں۔ وہ تو ہے ہی سب کا پالنہار۔ سب کو پالتا، بچاتا اور سنبھالتا ہے۔ اور اسی پالنے، بچانے اور سنبھالنے میں سب کیلئے اپنی رہنمائی اور ابلاغِ حق کے ناقابل تردید شواہد سے اتمامِ حجت کی صورتیں پیدا کردیتا ہے۔

بقرہ ۵۱:۵۴

۱۰۷۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خدا نے طور پر بلایا۔ وہ چالیس راتیں وہاں رہے۔ اس دوران بنی اسرائیل کے بہت سے لوگ بچھڑے کی پرستش کرنے لگے۔ حضرت ہارونؑ نے بہت سمجھایا مگر نہ مانے۔ حضرت موسیٰؑ لوٹے تو بہت افسردہ ہوئے۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال مہربانی سے ان لوگوں کو بھی معاف کردیا جو ایمان کے بعد شرک جیسے ہولناک جرم میں مبتلا ہوکر دین سے مرتد ہوچکے تھے۔ ان لوگوں کی سزا تو یہ تھی کہ اسی شرک و کفر کی حالت میں اجتماعی طور پر ہلاک کردیئے جاتے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے موت کو توبہ اور معافی کا ذریعہ بنادیا۔ شرک اگر ایمان کے بعدارتداد (Apostacy) کی صورت اپنایا جائے تو ناقابل معافی جرم ٹھہرتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو نوازنے پر آتا ہے تو اس کیلئے بخشش کے دروازے کھول دیتا ہے۔

۱۰۸۔ سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ اپنی ان مہربانیوں کا تذکرہ بنی اسرائیل کے اس گروہ کے سامنے کر رہا ہے جو مدینہ منورہ میں آباد تھا۔ یہود کے یہ تین قبائل بنو قریظہ، بنو نضیر اور بنو قینقاع تھے۔ پچھلے واقعات کے اس بیان سے

Marfat.com

انہیں سمجھایا جارہا ہے کہ اب تمہارے پاس میری طرف سے دینِ حق اپنی آخری شکل میں آچکا ہے ۔ اور میں وہی تمہارا خدا ہوں جو آج پھر ایک بارتم سے قرآن کے ریعہ خطاب کر رہا ہوں۔ میرے ان احسانات کو یاد کرو ۔ دین حق کا انکار نہ کرو۔ جس طرح تمہارے باپ دادا ایک پیغمبر حضرت ہارونؑ کی موجودگی کے باوصف خدا کی توحید اور بچھڑے کی پوجا میں فرق نہ کرسکے اور بھیانک جرم میں مبتلا ہوگئے۔ آج تم بھی اسی طرح میرے آخری رسول حضرت محمدﷺ کو اپنی کتابوں میں بیان کردہ ان کے تمام اوصاف کے ساتھ پوری طرح پہچاننے کے باوجود ایمان کی دولت سے محروم رہنے کا جرم کر رہے ہو۔اب بھی وقت ہے کہ میں نے تمہیں کچھ مہلت دے رکھی ہے۔ سمجھ داری سے کام لو اور دین حق کو اپنالو۔ ورنہ قتل ،جلا وطنی اور ذلت و رسوائی کے عذاب تمہارا مقدر بن سکتے ہیں۔

یاد رکھو یہ قرآن کریم تمہاری تاریخ کے جو پرانے واقعات بیان کر رہا ہے عرب میں کوئی ان سے واقف نہ تھا یہ بات خود اس امر کا ثبوت ہے کہ وہی بنی اسرائیل کا خدا آج قرآن کے ذریعے تمہیں پھر راہ حق کی طرف بلارہا ہے ۔ آجاؤ حق کی طرف ، ورنہ یاد رکھو ، جو خد اتمہاری گزری ہوئی نسلوں کو طرح طرح کے احسانات سے نواز سکتا ہے وہ اگر چاہے تو آج تمہیں کسی بھی قسم کے عذاب سے دوچار کرنا اس کیلئے کیا مشکل ہے؟

بقرہ :۵۵،۵۶

۱۰۹۔حضرت موسی علیہ السلام بنی اسرائیل میں سے چند منتخب لوگوں کو اپنے ساتھ طور پر لے گئے، وہاں وہ بولے: اے موسیٰ ! ہم ہرگز تمہارا یقین نہ کریں گے جب تک خدا کو علانیہ نہ دیکھ لیں ۔اس پر آسمان سے بجلی کی کڑک نے انہیں آدبوچا اور سب مرگئے، پھر موسیٰ ؑ کی التجا پراللہ تعالیٰ نے انہیں

Marfat.com

دوبارہ زندگی بخشی۔ اس سے کھلا کہ پیغمبر پر ایمان لانے کے بعد اگر کسی ایک چھوٹے سے چھوٹے معاملہ میں بھی اس کا یقین کرنے میں کوتاہی سر زد ہو تو اللہ تعالی کے ہاں ایسا شخص فوری طور پر عذابِ ہلاکت کا مستوجب ہوجاتا ہے۔ پھر ایسا شخص خدائی دھرتی پر سانس لینے کا حقدار نہیں رہتا۔

۱۱۰۔ انسان پر خدا کی طرف سے جو بھی نعمت اترتی ہے وہ اپنے ساتھ شکر گزاری کا تقاضا لیکر آتی ہے۔ بھلا سوچئے تو سہی، اللہ تعالیٰ بندے کو نعمتیں دیتا کس لئے ہے۔ شکر گزاری کے ساتھ جینے کیلئے۔ اگر وہ شکر گزاری کے بغیر جئے تو خدا کیساتھ اس کا کیا رشتہ رہا؟ اور جب خدا کے ساتھ بندے نے اپنا کوئی رشتہ قائم نہ رکھا ہو تو اس پر خدا کی نعمتیں کیوں اتریں ۔یہ ساری دنیا خدا نے بنائی ہے اور دنیا کا ذرہ ذرہ اسے جانتے ، پہچانتے اور مانتے ہوئے یہاں بس رہا ہے۔ اب اگر انسان خدا کی دنیا میں رہتے ہوئے اس سے بغاوت اختیار کئے رکھے تو اس کاانجام آشکار ہے۔

بقرہ :۵۷

۱۱۳۔ بنی اسرائیل پر خدا کے کرم کی انتہاء دیکھئے: خدا کی نافرمانی پر صحرائے تیہ میں چالیس سال کیلئے بھٹکنے کی سزا بھگت رہے ہیں اور اس سزا کے دوران بھی خدا نے ان پر بادل کو مسلسل سائبان کئے رکھا ہے اور ان کی خوراک کیلئے آسمان سے من و سلوی اتر رہا ہے۔ بنی اسرائیل تو مجرم تھے؛ وہ کہاں سے خدا کے اتنے لاڈلے ہوتے۔ یہ دراصل خدا کی طرف سے اپنے پیغمبر حضرت موسیٰ ؑ کی تکریم تھی اور ان کے وسیلۂ کرم کی خیرات پر قوم کے لوگ پلتے رہے۔ روئے زمین پر کوئی بھی امت یا اس کے افراد اگر جرائم کے باوصف خدا کی مہربانیوں کے سائے میں جیتے رہے ہیں تو یہ ان کے لئے خدا کے پیغمبر کی پناہِ عاطفت اور آغوشِ رحمت کا فیضان رہا ہے اور بس۔

Marfat.com

کوئی کبھی یہ سوچنے یا گمان رکھنے کی جرأت بھی نہ کرے کہ وہ اگر زمین پر گناہوں کے باوجود سکون و عافیت سے سانس لے رہا ہے تو یہ وقت کے پیغمبر کی رحمتوں اور برکتوں کا وسیلہ نہیں ہے۔ ہمیشہ ہر شخص کو یاد رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کسی زمانہ میں کسی بھی مخلوق پر کبھی اپنے پیغمبر کے وسیلہ کے بغیر کوئی مہربانی، کوئی نعمت، کوئی راحت نہیں اتارتا۔ اگر ایسا ہوتا تو اس نے پہلے انسان کو پہلا پیغمبر نہ بنایا ہوتا اور ہر قوم، ہر علاقے، ہر زمانے کیلئے پیغمبر کا سایہ رحمت قائم نہ رکھا ہوتا۔ وہ دنیا والوں کو جو کچھ دیتا ہے۔ اپنے پیغمبر کے وسیلہ سے دیتا ہے۔لوگ سمجھتے ہیں خدا ہم پر مہربان ہے تو اس میں کچھ ہماری اپنی خوبی ہے۔ہمیں اپنی نیکیوں سے صلہ مل رہا ہے۔ یہ بالکل ویسا ہی دھوکہ ہے جیسا کافروں کو اپنا مذہب حق سمجھنے میں دھوکہ ہورہا ہے۔

۱۱۲۔ بندے خدا کی نافرمانی کرتے ہوئے اس گمان میں رہتے ہیں کہ اس نافرمانی سے ان کا کچھ نہیں بگڑا ۔ اور یہی گمان ان کیلئے بہت بڑا گھاٹے کا سودا ہے۔ خدا کی ہر نافرمانی کرتے ہوئے بندہ اپنی جان پر ایک تازہ ظلم ڈھاتا ہے۔ ایک قدم اور وہ خدا سے دور ہوجاتا ہے۔خساست ، آلودگی اور زنگ کی ایک تہہ مزید اسکے دل پر جم جاتی ہے۔ اسکی روح کی میل کچھ اور بڑھ جاتی ہے۔ فطرت کی پاگیزگی کچھ اور گھٹ جاتی ہے۔ سوز و گداز ، محبت و خشیت اور جذبوں کی تپش کچھ اور مدہم پڑ جاتی ہے۔ اور یوں اسکی تقدیر کے بند دروازے پر گویا ایک تالا مزید لگ جاتا ہے۔

بقرہ: ۵۸،۵۹

۱۱۳۔ قوم موسیٰ سے فرمایا: اس بستی میں داخل ہو اور جہاں سے چاہو کھاؤ پیو۔ ہاں دروازے سے سجدہ کرتے، معافی چاہتے گزرنا تاکہ تمہیں بخش دیا جائے، مگر انہوں نے لفظ بدل کر کہا اور یوں سزا کے مستحق ٹھہرے۔ معلوم

Marfat.com

ہوا کہ بستیاں سب ایک سی نہیں ہوتیں۔ کچھ بستیاں خدا کے ہاں پسندیدہ ہیں۔ ان میں برکتیں اترتی ہیں۔ ایسی بستیوں میں رہنے کی تمنا ہر اچھے شخص کے دل میں پنپنی چاہیے۔ اس کے برعکس کچھ بستیاں خدا کے پسندیدہ ماحول سے عاری ہوتی ہیں۔ان میں رہنا بے برکتی کا باعث بنتا ہے۔

۱۱۴۔ توبہ اور معافی کا راستہ انسان کیلئے زندگی کا سب سے اجلا راستہ ہے۔ اس راستے پر چلتے ہوئے قدم قدم انسان خدا کے قرب کی البیلی منزلوں کی طرف بڑھ رہا ہوتا ہے پر اس راستے پر چلنا ہر ایک کے نصیب میں نہیں۔ خدا جسے چاہے اپنی توفیق کرم سے توبہ کی راہوں پر ڈال دیتا ہے۔

۱۱۵۔ قوم موسیٰ ؑ کو خدا نے توبہ کی تدبیر سکھائی ۔پھر انہوں نے اس کے خلاف کیا تو رب نے آسمان سے عذاب ان پر اتار دیا۔ معلوم ہوا کہ خدا اگر کسی کو توبہ کی راہ سمجھادے اور وہ اس سے جان بوجھ کر گریز اپنائے رکھے تو پھر اسے زندگی عذاب ہی میں انڈیل کر رہتی ہے۔

بقرہ:۶۰

۱۱۶۔ حضرت موسیٰ ؑ نے صحرا میں بھٹکتی ہوئی اپنی قوم کیلئے پانی مانگا تو خدا نے حکم دیا: ''پتھر پہ اپنا عصا مارو''۔ اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے ۔ دیکھئے پیاس سے پوری قوم تڑپ رہی ہے اور ہر دل سے پانی کی التجا امنڈ رہی ہے۔ مگر جب تک پیغمبر نے دعا نہیں مانگی خدا نے پانی نہیں دیا ۔ اور پیغمبر کے مانگنے پر بھی اس کے ذریعہ اسی کے وسیلہ سے عطا فرمایا۔کیا یہ محض اتفاق ہے۔ نہیں خدا کے ہر عمل میں اسکی طرف سے مخلوق کیلئے ایک درس، ایک پیغام ہے۔ پس دنیا والو جان لو کہ پیغمبر کے وسیلے کے بغیر خدا اپنی مخلوق کو کبھی کچھ نہیں دیتا۔

Marfat.com

۱۱۷۔ بنی اسرائیل بارہ قبیلوں میں بٹے ہوئے تھے۔ سو ان کے لئے بارہ چشمے پھوٹے ایسا کیوں؟ سب کیلئے ایک چشمہ کیوں نہیں؟ معلوم ہواقوموں اور معاشروں میں نسلی و قبائلی تقسیم خدا کی حکمت و مشیت کے مطابق ہے اور ان کے حقوق و فرائض میں درجہ بندی ، امتیاز و اختصاص کے مراتب اور سماجی حیثیت کا فرق بھی قدرت کو گوارا ہے۔ البتہ ان میں باہمی تصادم ، کشمکش اور عناد و مخاصمت کسی طور خدا تعالیٰ برداشت نہیں کرتا۔ طبقاتی امتیاز جب تک سوسائٹی میں تقسیم کار (Work distributing) کے ذریعہ مختلف قوموں کو اجاگر کرنے ، زندگی کے مظاہر کو پروان چڑھانے اور باہمی مسابقت سے ترقی کی راہیں کھولنے کا کام انجام دے تب تک یہ قدرت کی اسکیم کا ایک حصہ رہتا ہے؛ لیکن جب انسانی مزاج کی خرابیاں اس سے ناجائز فائدہ اٹھاکر سوسائٹی کے مجموعی تشخص کو نقصان پہنچانے لگیں تو یہ ایک سماجی برائی کا روپ دھار لیتا ہے۔

۱۱۸۔ انسان کے پاس جو کچھ ہے سب خدا کی طرف سے رزق ہے, لہٰذا اسے ہر چیز سے فائدہ اٹھاتے سمے خدا کی مہربانیوں کا تصور باندھے رکھنا چاہیے۔ جب انسان دنیا کی ہر چیز سے اپنا رشتہ اسے خدا کا رزق سمجھ کر جوڑے گا تو پھر شادابیاں اس کے جیون میں امنڈ امنڈ کر آئیں گی۔ خدا کی یادا ور اس کا تصور جس چیز، جس کام میں بھی شامل ہو وہ برکتوں سے معمور رہتا ہے۔

۱۱۹۔ خدا کا رزق کھاکر خدا کی زمین میں فساد پھیلانا خود عقل انسانی کواسے اچھا نہیں سمجھتی تو خدا کی نظر میں اچھا کیسے ہوگا۔ چنانچہ یہود کے ساتھ ساتھ روئے زمین کے ہر انسان کو خدا کا یہ حکم ہر آن یاد رکھنا چاہیے کہ کھاؤ، پیو مگر زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔

Marfat.com

بقرہ ۶۱:۵

۱۲۰۔ انسانی مزاج میں تلون ، جدت طلبی اورتغیر پسندی پائی جاتی ہے۔ بنی اسرائیل کیلئے من و سلویٰ جیسی عمدہ غذا آسمان سے اتر رہی تھی مگر وہ کچھ ہی عرصہ میں اس سے اکتا گئے اور کہنے لگے :" ہم ایک ہی قسم کی خوراک پر ہرگز صبر نہیں کرسکتے۔" ایک ہی جیسے حالت ، کیفیت ،ماحول اور طرز زندگی پرزیادہ عرصہ قائم نہیں رہ سکتا۔ ہمیشہ نت نئی چیزوں ، نئے فیشن ،نئے ماحول ، نئے انداز اور حدیہ کہ نئے تعلقات کی آرزو انگڑائیاں لیتی رہتی ہے۔اس میں وہ کبھی ایک حال پر اپنی زندگی کو قائم نہیں رکھ سکتا۔یہ اسکی نفسیات کا لازمی تقاضا ہے۔

۱۲۱۔ انسان کو فطری طور پر خدا نے زمین سے جوڑ دیا ہے۔ زمین ہی سے اس کا خمیر اٹھا ہے اور زمین ہی میں اس کا تاحشر ٹھکانہ ہے۔ زمین پر اترتے سمے خدا نے آدم کو بتا دیا تھا کہ ایک مدت تک زمین ہی میں انہیں رہنا اور اس سے فائدہ اٹھانا ہے۔چنانچہ اب زمین کے ساتھ انسان کا رشتہ بہت گہرا ہے،اس لئے وہ اپنی دنیاوی زندگی میں ہمیشہ زمین ، اس کے ماحول اور اسکی پیداوارہی کو پسند کرتا رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ قوم موسیٰ کچھ عرصہ تک من و سلویٰ کھانے کے بعد جب کسی نئی خوراک کی تمنا کرتی ہے تو ان الفاظ میں : اے موسیٰ" ؑ ! اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں زمین کی اگائی ہوئی سبزیاں ساگ ،ککڑی ، گیہوں، مسوز اور پیاز مہیا کرے۔"

۱۲۲۔ زندگی میں بہتر چیز کوچھوڑ کر ادنیٰ چیز لینے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ آدمی کے سامنے دو چیزیں ہیں ،ایک بہتر دوسری کم تر۔ اور اسے ان دونوں میں سے کوئی ایک چیز لینے کا اختیار ملے تو اب اسے چاہیے کہ حالات و ممکنات کے تمام پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہوئے بہتر یا کم تر کسی بھی چیز کا

Marfat.com

فیصلہ کرلے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اسے ایک چیز پہلے سے میسر ہے اور اب وہ اسے دوسری چیز سے بدلنا چاہتا ہے تو یہاں اسے لازماً دیکھنا چاہیے کہ ان میں سے بہتر چیز کونسی ہے۔ اسی صورت میں بہتر چیز کو چھوڑ کر کم تر لینا غلط ہوگا کیونکہ اس میں ایک طرح خدا کی ناشکری پائی جاتی ہے۔ خدا نے اسے جو چیز پہلے دے رکھی ہے وہ اگر بہتر ہے تو اسے چھوڑ کر کم تر چیز لینا خدا کی ناشکری ہی تو ہے ۔ اس لئے حضرت موسیٰ ؑ نے اپنی قوم سے کہا: ''کیا تم بہتر چیز کو ادنیٰ کے ساتھ تبدیل کرنا چاہتے ہو'' اور قرآن نے اسے ان کا جرم ٹھہرایا ہے۔

۱۲۳۔ یہود کے بارے میں ارشاد ہے کہ ان پر ذلت و مسکینی ڈال دی گئی اور وہ غضب الٰہی کے مورد بنے کیونکہ وہ آیات الٰہی کا انکار کرتے ، انبیاء کرام کو ناحق قتل کرتے ، سرکشی و زیادتی اور حدود الٰہی سے تجاوز کا ارتکاب کرتے تھے۔ قتلِ انبیاء کے سوا باقی جرائم کا ارتکاب آج ہم بھی کر رہے ہیں اور یہ آیت قرآن میں صرف یہود کی تاریخ سنانے کے لئے نہیں اتری بلکہ ہمارے لئے نصیحت و عبرت بھی لے کر آئی ہے۔ پس ڈرتے رہنا چاہیے اور ذلت و مسکینی کا عذاب لانے والے جرائم سے جس قدر جلد ہوسکے توبہ کرلینی چاہیے ۔

۱۲۴۔ ایک سوال اکثر اٹھایا جاتا ہے کہ قرآن کی رو سے یہود پر ذلت و مسکینی کا عذاب مسلط ہے جبکہ ہم آج انہیں سب سے زیادہ خوشحال اور ساری دنیا پر غالب قوم کی حیثیت سے دیکھتے ہیں۔ یہ مشاہدہ تو عذاب کی نفی کر رہا ہے۔ اس کے جواب کئی ہیں۔ اگلے کسی مقام پر زیادہ تفصیل سے ان شاء اللہ بات ہوگی۔ فی الوقت یہی کہ :۔

۱۔ عذاب ہر نسل پر اسکے اپنے اعمال اور جرائم کی نوعیت کے مطابق

Marfat.com

اترتا ہے۔ ایک نسل کے جرائم کا عذاب دوسری نسل نہیں بھگتا کرتی۔ خدا کا قانون ہے(لاتزروازرة و زر اخری)یعنی کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

ب۔ ویسے چونکہ یہود کی اجتماعی نفسیات ہزاروں سال پر محیط نسل در نسل سے نئے جرائم کی کہانی سناتی چلی آرہی ہے لہٰذا اتنا تو واضح ہے کہ ہر نسل کے اپنے جرائم ہیں اور جرائم کی نوعیت کے مطابق عذاب کا بھی اپنا ہی رنگ ہے۔

ج۔ ایک عذاب گذشتہ چودہ سو برس سے ان کی ہر نسل میں مشترک نظر آرہا ہے کہ یہ جہاں بھی رہتے ہیں بحیثیت اقلیتی گروہ یا غالب قوم ، اپنی مخصوص ذہنیت ، مزاج ، دوسروں کے ساتھ برتاؤ اور مجموعی طرزِ عمل کے باعث پورے ماحول میں اپنا ایک نفرت انگیز تشخص(Image) قائم کرلیتے ہیں۔آس پاس کی فضا میں ان کیلئے ایک تذلیل ہی رچی بسی رہتی ہے۔ کوئی ان کا دوست ہو یا محسن بہرحال اعتبار نہیں کرتا اور ان سے خائف و بیزار ہی رہتا ہے۔ جن لوگوں نے انہیں دنیا بھر سے اکٹھا کرکے ایک ملک میں لابسایا ہے، اپنے اپنے ملکوں میں وہ بھی ان سے خائف اور بچ بچ کر ہی رہتے ہیں۔

د۔ اور آخر میں یہ کہ آج بھی روئے زمین پر دینِ حق اسلام کو نہ ماننے والی ساری قوموں میں سب سے بڑھ کر یہی ہیں جو اسلام کی صداقت ، حقانیت اور خدا کے ہاں واحد مقبول دین ہونے کی حیثیت سے اچھی طرح جانتے پہچانتے ہیں مگر دل کی پاتال میں چھپا حسد و بغض انہیں کبھی دینِ حق کو اپنانے کی توفیق سے بہرہ ور نہیں ہونے دیتا۔ جو قوم آج بھی اس قابل ہے کہ اِدھر اسلام کو اپنائے اور اُدھر خدا کے ہاں سے بے پناہ عزت و وقار پالے مگر وہ محض اپنے دل کے بغض و حسد کی بناء پر دنیا کی اتنی بڑی سعادت

Marfat.com

اوراخروی نجات کو پیہم ٹھکراتی چلی آرہی ہے تو اس سے بڑا عذاب رسوائی اور اس سے بڑھ کر ذلت و مسکینی اور کیا ہوگی۔انفرادی حیثیت سے بھی دیکھ لیجئے کہ ہر شخص کی اوسط عمر ساٹھ ، ستر سال ہے اور ان میں سے ہر شخص جانتا ہے کہ مجھے خدا کے حضور پیش ہوکر حساب دینا ہے۔ اور پھر کم و بیش ہر آدمی پیغمبر اسلام ﷺ کی نبوت و رسالت کے یقینی شواہد سے آگاہ ہے مگر اسلام قبول نہیں کرتا۔ صرف اپنے نسلی پندار اور قومی تشخص کی خاطر ۔ یہود ہمیشہ اسی قومی غرور اور نسلی پندار کے سہارے جیتے آئے ہیں اور یہی ان کیلئے تمام سعادتوں سے محرومی اور تمام رسوائیوں کا موجب رہا ہے۔

بقرہ ۵:۶۲

۱۲۵۔ اس آیت کو بعض لوگ سمجھ نہیں سکے اور غلط طور پر یہ گمان کر بیٹھے کہ سارے مذاہب برحق ہیں اور سب کے ماننے والے نجات یافتہ ۔ المیہ یہ ہے کہ ایسا گمان پھیلانے والے بظاہر علم و تقدس کے بڑے بڑے دعویدار اور بعض تو قرآن کے مفسرین ہیں ۔ سوال یہ ہے کہ اگر ان کا گمان صحیح ہے تو وہ خود اپنے طرز عمل سے اس گمان کی سچائی ثابت کیوں نہیں کرتے جبکہ دیگر مذاہب کے لوگ ایسے مفکرین و محققین کے اسلام سے نکل کر ان کا مذہب اپنانے پر بہت زیادہ عزت افزائی کریں گے۔ خود مسلمان کہلاتے ہوئے اسلام کے تنہا دین حق ہونے کی نفی کرتے چلے جانا کہاں کی دانشمندی ہے؟ روشن خیال مسلمان کہلانے کی ساری تگ و دو کے باوجود ان لوگوں کو دیگر مذاہب کے ماننے کبھی اتنا نہیں چاہیں گے جتنا ان کے اسلام سے نکل جانے پر ان کی واہ واہ کریں گے؛تو کیوں نہیں یہ لوگ اپنے گمان پر عمل کرکے اسلام کے بجائے کسی اور مذہب کی آغوش میں اپنے لئے نجات آخرت کا سامان ڈھونڈتے ۔

Marfat.com

یاد رکھئے ! اسلام کے مفکرو محقق اورقران کے مفسر بن کر اسلام کی حقانیت کو مٹانے کی رائیگاں جرأتیں کرنے والے حضرات، عام سادہ لوح مسلمانون کو اسلام سے بیزار کرنے اور بہت سے کافرں کو اسلام کی آغوش میں آکر اخروی نجات پانے سے محروم کردینے کے سوا اور کوئی خدمت نہیں کر رہے ۔ نہ اسلام اور مسلمانوں کی اور نہ ہی دیگر مذاہب اور ان کے ماننے والوں کی۔ایسے برخودغلط اور نام نہاد محققین سے تو مجھے بس اتنا ہی کہنا تھا۔ ہاں میں اپنے عام قارئین کی توجہ چند حقائق کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

ا۔ یہ آیت (بقرہ:٦١)ہرگز اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کو برحق ، ذریعۂ نجات اور خدا کے ہاں مقبول دین ثابت نہیں کر رہی؛ بلکہ یہ اس کے برعکس تما م دیگر مذاہب کے پیروکاروں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دے رہی ہے ۔ خدا کے اس فرمان کا منشا یہ ہے کہ اے اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب کے ماننے والو! اگر تم اپنے اپنے مذاہب کی اوٹ سے مجھ سچے خداہی کو اپنا معبود مانتے ہو تو سن لو ! کہ آج میں تم سب سے اس قرآن کے ذریعہ ایک بار پھر خطاب کر رہا ہوں اور تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اب مجھ پر اس طرح ایمان لاؤ جس طرح قرآن تمہیں کہہ رہا ہے۔ ایسا ایمان جیسا قرآن کے ماننے والے یہ لوگ مجھ پر ایمان لائے ہیں اور قیامت میں میرے حضور پیش ہوکر ان تمام سوالوں کی جواب دہی کیلئے تیاری کرو جن سوالوں کے بارے میں قرآن بتارہا ہے۔ اے دنیا والو! آگاہ ہوجاؤ کہ میں تمہارا پروردگار آج کے بعد تم سے وہی ایمان قبول کروں گا جو اس قرآن کے ذریعہ میں تم سے مانگ رہا ہوں۔

ب۔ قارئین ! ذرا ان نام نہاد مفکرین سے اتنا تو پوچھئے کہ اگر یہ آیت اسلام سے پہلے کے تمام مذاہب کو برحق ثابت کرنے کے لئے اتری ہے تو

Marfat.com

اس تردد کی ضرورت کیا تھی؟ دیگر مذاہب کے ماننے والے تو اس قرآن کو مانتے ہی نہیں ۔ وہ تو اس سے پہلے ہی اپنے اپنے مذہب کو برحق سمجھتے تھے اور آج بھی اسی طرح برحق سمجھ رہے ہیں۔پھر اس آیت نے اور اس قرآن نے آکر دنیا کو کیا دیا۔اور پھر بھلا اس قرآن کے اترنے کی کیا ضرورت تھی اگر دنیا کو پیغام ہی یہ دینا تھا کہ تم جس مذہب کے ماننے والے اورجو کوئی بھی ہو اسی مذہب میں تمہارے لئے نجات ہے تو اتنی سی بات دنیا کو بتانے کیلئے جو دنیا کو پہلے ہی معلوم تھی اور جس بات کو ماننے کیلئے دنیا قرآن پاک کی محتاج ہی نہیں، یہ سارا تردد کیوں کیا گیا؟ مزید یہ کہ پھر ایک نئے مذہب اسلام کودنیا میں اتارنے اور پھیلانے کی کیا ضرورت تھی؟ جب سارے مذاہب حق ہیں اور ہر مذہب کو ماننے والے نجات یافتہ ہیں تو پھر ایک نیا مذہب کس لئے؟ خواہ مخواہ دنیا کے مذاہب میں ایک نئی کشمکش ، تصادم اور جنگ و جدال کی فضا کس لئے پیدا کی گئی۔ خدا کے بندو ! ڈرو خدا کے غضب سے۔ اگر سارے مذہب برحق ہیں تو پھر اسلام نام کے کسی مذہب کی دنیا میں کوئی ضرورت نہیں اور پھر قرآن کا پیغام ساری دنیا تک پہنچانے کی فکر محض ایک بیماری قرار پاتی ہے۔

ج۔ قرآن کی کسی ایک آیت کو دوسری تمام آیات سے کاٹ کر سب سے الگ کرکے ماس سے ظاہری، سرسری اور سطحی مفہوم نکالنا اورپھر اس سطحی مفہوم کو دین کا سب سے بڑا اور مرکزی عقیدہ بنالینا اور تاریخ مذاہب بلکہ تاریخ عالم کی سب سے بڑی سچائی قرار دینا ؛ ایسی سچائی جس پر دنیا کی تمام سچائیوں کا دارو مدار ہے، کتنی بڑی اور بھیانک جسارت ہوگی؟'' دنیا کا ہر مذہب حق ہے'' یہ محض الفاظ سے بنا ایک فقرہ نہیں بلکہ دنیا کی ساری تاریخ اور سارے مذاہب اور اس سے بھی بڑھ کر موت کے بعد کی ساری حقیقتیں ،قیامت ، حشر

Marfat.com

نشر ، حساب کتاب ، جنت دوزخ یعنی ہر چیز کا تصور ہی سرے سے بدل دینے والا فقرہ ہے۔ کیا ایسا فقرہ کوئی مولوی ، کوئی دانشور بزعم خود قرآن کی کسی آیت کا من گھڑت مفہوم لے کر یکا یک ساری دنیا کے سامنے بول دینے کی اہلیت، حیثیت اور جواز و اختیار رکھتا ہے؟

د۔ پھر قرآن کی ان ساری آیات کا کیا ہوگا جن میں اللہ تعالیٰ نے کھول کھول کر واشگاف لفظوں میں ساری دنیا کو بتا دیا ہے کہ

☆ میرے نزدیک اب دین حق صرف اسلام ہے ۔(مائدہ)

☆اور جو کوئی اسلام کسی اور مذہب کو اپنائے گا تو ہرگز اس سے اللہ تعالیٰ وہ مذہب قبول نہیں کرے گا۔ (آل عمران)

☆ اگر تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو گے تب ہدایت پر ہوگے۔

☆محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرنے والے کافر ہیں۔(بقرہ)

ھ۔ اگر سارے مذاہب حق ہیں تو پھر اسلام کو نہ ماننے والے کافر کیوں کہلاتے ہیں؟ پھر تو سبھی مومن کہلانے چاہئیں ۔اور کافر انہیں خود اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں کہا ہے کہ :''تو سوال یہ ہے کہ اگر سارے مذاہب حق ہیں تو پھر کفر کیا چیز ہے اور اسلام نہ لانے والوں کو ہم کافر کس منہ سے کہتے ہیں۔اس کا کیا جواز ہے؟

ہوسکتا ہے کوئی دانشور یہاں یہ دور کی کوڑی لائے کہ دیگر مذاہب کے ماننے والے اپنے اپنے مذاہب کی سچائیوں اور توحید کو چھوڑ چکے ہیں اس لئے کافر کہلاتے ہیں تو پھر میں پوچھوں گا کہ جب وہ مذاہب اپنی "سچائیاں

Marfat.com

کھوچکے ہیں اور ان کی اصل تعلیمات آج دنیا میں موجود نہیں تو پھر وہ برحق مذاہب کیسے قرار پائے؟ اور اگر کبھی ان مذاہب کے ماننے والوں نے ان کھوئی ہوئی سچائیوں کو پالیا تو کیا اچانک وہ اس دریافت کے ساتھ ہی کافر سے یکدم مسلمان بن جائیں گے؟

بقرہ ۶۴،۶۳:۵

۱۲۶۔ اللہ تعالیٰ نے قوم موسیٰ سے وعدہ لیا ان پر کوہ طور لاکھڑا کیا اور اس عالم میں فرمایا: ''جو ہم نے دیا اسے مضبوطی سے تھام لو''

قارئین محترم! کیا یہ بات حیرت انگیز نہیں کہ بنی اسرائیل خدا کی اس قدر نعمتوں اور پیہم مہربانیوں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اور پیغمبروں کے سایۂ عاطفت میں زندگی گزارتے ہوئے بھی اس قدر معصیت کوش اور نافرمانی کا مزاج لئے ہوئے ہیں کہ خود رب ذوالجلال کو ان سے اپنی کتاب پڑھنے، سمجھنے، یاد رکھنے اور برتنے کا عہد لینے کیلئے انہیں فوری اور شدید ترین حسی مادی اور سر پر کھڑے عذاب کا خوف دلانا پڑتا ہے۔ دراصل غلامی کے طویل دور میں ان کے اندر خوف کی نفسیات کچھ اس قدر گہری اور پیچیدہ ہوگئی تھی کہ جس خدا نے انہیں آزادی دلائی، قدم قدم پر بے پایاں انعامات سے نوازا، لحہ لحہ جلیل القدر پیغمبروں کے سایہ کرم میں رکھا اور ایک طرح سے ماورائی الوہی ماحول میں سانس لینے کا موقع بخشا، اس رحیم و کریم پروردگار کے ساتھ بھی ذرہ بھر شکر گزاری اور فرمانبرداری کا رشتہ جوڑنے پر تیار نہیں جب تک انہیں شدید ترین فوری خطرہ سے دوچار نہ کیا جائے۔

یہ ہے کہ ان کی نفسیات جو غلامی کے طویل دور سے ابھری۔ اور یہ ہے خدائی برتاؤ کا فارمولا کہ جیسی نفسیات ویسا برتاؤ۔ یہ اصولی ہمیں اس آیت

Marfat.com

سے ملا ہے اور اب ذرا آیئے کچھ اپنے گریبان میں جھانک لیں۔

قارئین محترم ! کبھی کبھار تو یوں لگتا ہے کہ ہماری پاکستانی قوم بھی دو سو سال غلامی میں گزارنے کے بعد خدا کی جن پیہم نوازشوں سے سرفراز ہوئی اور جس بے دردی سے خدا کی ان لازوال نعمتوں کو پامال کیا ؛ شاید ہماری نفسیات بھی کچھ کچھ بنی اسرائیل کے ساتھ ملتی جلتی سی ہوگئی ہے ؛اور خدا نہ کرے کہ ہمارے لئے سزائیں بھی ویسی ہی اترنا شروع ہوجائیں۔ قدرت نے مہلت کا جو وقفہ ہمیں سنبھلنے کیلئے دے رکھا ہے اور بار بار تنبیہ کے ذریعہ ہمیں جس طرح سمجھارہی ہے اس سے فائدہ اٹھالینا چاہیے۔ توبہ ، تجدید عہد اور شکر گزاری کے راستے پر جادہ پیما ہوجانا چاہیے بس بہت ہوچکی نافرمانی۔ اب سمجھنے اوربدلنے کاوقت ہے۔حالیہ تباہ کن زلزلے(اکتوبر۲۰۰۵) اور قدرت کے دیگر اقدامات سے عیاں ہے کہ مہلت کی گھڑیاں اب تیزی سے سمٹ رہی ہیں اور تاریخ زبان حال سے پکار رہی ہے۔

نہ جا اس کے تحمل پر کہ بے ڈھب ہے گرفت اس کی
ڈر اس کی دیر گیری سے کہ ہے سخت انتقام اس کا

۱۲۷۔ آیت ۶۴ بتارہی ہے کہ بنی اسرائیل کے طرز عمل میں جس قدر حیرت انگیز بات ان سے عہد لیتے وقت سر پر خوف کا پہاڑ مسلط کرنا ہے اس سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ پختہ عہد فائدہ لینے کے بعد پہاڑ سر سے ہٹتے ہی پھر اپنے عہد سے بری طرح پھر گئے۔ وہ تو تھی خوف کی نفسیات اور یہ ہے نافرمانی کامزاج ۔ دونوں ایک دوسرے کی ضد ۔ عام طور پر جہاں خوف کی نفسیات ہوتی ہے وہاں بے انتہا فرمانبر داری اور اطاعت شعاری بھی اسی خوف کے مزاج میں ساتھ ہی گندھی بھی ہوتی ہے مگر یہ دنیا کی نرالی قوم

Marfat.com

ہے اور نرالی ہی اس کی نفسیات۔

پیغمبروں کی اولاد ہے اور پھر ساری کی ساری قوم ایک ہی نسل ، ایک ہی خون ۔ پھر اس پر مستزاد یہ کہ تقریباً چار ہزار سال تک مسلسل پیغمبروں کے سایہ عاطفت میں زندگی گزارتے رہے اور نسل در نسل اطاعت و فرمانبرداری کی تربیت اور مشق-و ریاضت سے گزرتے رہے۔ اس کے باوجود نافرمانی کا مزاج اس قدر باغیانہ سرشت کا مظہر ہے کہ سزا کا خوف سر پر مسلط ہے پھر بھی دھڑلے سے نافرمانی ہورہی ہے۔ غالباً دنیا کا علم نفسیات ابھی اس قدر ترقی نہیں کر سکا کہ بنی اسرائیل کے اس انوکھے اجتماعی مزاج (Unique Collective Phychology) کی صحیح توجیہ پیش کر سکے۔ یہ ایسی انوکھی قوم ہے جس کے مخصوص مزاج کو سمجھنے سے پوری دنیا کے ماہرین علم و تدبر ہمیشہ عاجز و درماندہ ہی رہے ہیں ۔ شاید کرۂ ارض کا سب سے بھیانک خمیر دھیرے دھیرے یہیں پہ سارا مرتکز ہوگیا ہے۔

۱۲۸۔ میں صدقے جاؤں مولا ترے کرم پہ۔ قوم موسیٰ کی باغیانہ سرشت کا عالم یہ ہے اور اس پر بھی خدا کے فضل و کرم اور قربانیوں کی چادر ان پر تنی ہوئی ہے اور رحمتوں کی برسات پیہم ہورہی ہے۔ اگر یہ رحمتیں نہ ہوتیں تو انجام نہ جانے کیا ہوتا؟ اور اے مسلمان کہلانے والو ، خدا کے بندو! کچھ ہمیں بھی اپنے حال پر نظر ڈال ہی لینی چاہیے۔شاید ہم بنی اسرائیل سے بھی کچھ زیادہ ہی گئے گزرے نہ ہوں کہ بارہا ایسا لگتا ہے جیسے ہم خدا کی مہربانیوں کی برستی برکھا کو بھی قطرہ قطرہ اپنی بدعملی کی ویران گھاٹیوں میں انڈیل کر اسکی نعمتوں نعمتوں اور رحمتوں کی مسلسل توہین کر رہے ہیں۔ اے اللہ!معاف کرنا، مجھے لفظ نہیں آتے جن سے اپنی توبہ قبولیت کے لائق بنا سکوں۔ہاں میرا دامن عجز پھیلا ہوا ہے۔ اسے شایان التفات بھی تو ہی بنا دے اور چشم التفات کی بندہ

Marfat.com

نوازیوں سے نہال بھی فرما دے ۔آمین

بقرہ:۶۵،۶۶

۱۲۹۔ ایک بستی والوں کا واقعہ ہے کہ ہفتہ بھر میں چھ دن مچھلیاں پکڑنے کی اجازت اور صرف ایک دن کی ممانعت ہے۔ اس بستی والوں نے اس کا توڑ بھی نکال ہی لیا۔ ایک حیلہ تراشا اور خدا کے حکم سے گریز کی راہ نکال لی مگر پھر اس کی سزا بھی پائی اور یہ بڑی بھیانک سزا تھی کہ سارے لوگ مسخ ہوکر بندر بن گئے۔ ویسے عجیب بات ہے ، وہ کونسا خدائی حکم ہے جسکی نافرمانی کا راستہ ان لوگوں نے نہیں تراشا اور کونسا معاملہ ہے زندگی کا جس میں انہوں نے دین سے گریز کی تدبیریں نہیں گھڑیں۔ اورارے مسلمانو! ایک حدیث پاک بتاتی ہے کہ ہم اسلام کے نام لیوا بھی اس قوم کے نقش قدم پہ چلتے ہوئے ایک ایک بدی اور نافرمانی میں ان کی پیروی کر گزریں گے۔ بہت بری تھی روش اس قوم کی' دین کے احکام سے غداری میں اور بہت المناک ہے یہ منظر ہم مسلمان کہلانے والوں کا ان کی قدم بقدم پیروی میں ۔ اب خدا کا فضل و کرم ہی ہمیں اس گمراہی کی تیرہ و تار ظلمت سے نکالے۔ آمین

بقرہ:۶۷،۷۱

۱۳۰۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم سے فرمایا : خدا نے تمہیں ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیا ہے تو وہ بولے : آپ ہم سے مذاق کیوں کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا :" میں ایسی نادانی کی روش سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں"

دیکھئے بنی اسرئیل کتنی آسانی سے خدا کے جلیل القدر پیغمبر پر بے یقینی اور بے اعتمادی کا اظہار کررہے ہیں۔ منصب نبوت کے ساتھ یہ بے باک طرز عمل کسی

Marfat.com

انتہائی پیچیدہ ذہنی آزار کی چغلی کھاتا ہے ۔تاریخ انسانی میں یہ تو ہوتا رہا کہ کسی قوم نے خدا کے پیغمبر کو پیغمبر نہیں مانا۔ لیکن ایسا بنی اسرائیل کے سوا اور کہیں نہیں ہوا کہ پیغمبر پر ایمان بھی رکھتے ہیں لیکن اس کی بات نہیں مانتے۔ قدم قدم پر صریح نافرمانی اور باغیانہ روش کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ بھلا ایسا کہیں اور ہو بھی کیسے سکتا تھا کہ اس جیسی قوم روئے زمین پر کوئی اور گزری ہے ،نہ آئے گی۔ پیغمبر کو مانتے ہوئے مسلسل نافرمانی کرتے چلے جانا یہ ہنر ہے اس قوم کا۔ اس مزاج میں کوئی ان کا ساجھی نہیں ۔

کس قدر نا بلد ہے یہ قوم خدا کے نبیوں کا مقام سمجھنے سے ؟ شاید اس کا اندازہ بھی روئے زمین پر اور کوئی نہیں لگاسکتا۔ جس قوم نے اپنے پیغمبروں کی توہین کرنے اور ان کے پاکیزہ کردار پر شرمناک الزامات لگانے کی خاطر اپنی مقدس آسمانی کتابوں میں تحریف کرنا ضروری سمجھا ،اس قوم کی پست ذہنیت کو سمجھنا اور بیان کرنا آدم کی پوری اولاد کے بس میں نہیں ہے۔ جبھی تو خود اللہ تعالی نے قرآن کریم میں سینکڑوں مقامات پر بار بار تکرار کے سات ان کی خاص ذہنیت اور بد اطواریوں کا ذرہ ذرہ ، قطرہ قطرہ نقشہ کھینچ کر پوری دنیا کے سامنے رکھ دیا ہے تاکہ ہر شخص جان لے ، پہچان لے کہ روئے زمین کے اجالوں میں ایسی بھیانک اور کوئی نسل ، کوئی قوم نہ کہیں بستی ہے نہ آئندہ کبھی ابھرے گی ۔ یہ قوم شاہکار ہے خدا کی دھرتی پر پائے جانے والے سارے کریہہ مزاجوں اور سب فاسد اطواروں کا ۔سو دنیا کو لرزہ بر اندام رہنا چاہیے ان کی دوستی اور چاہت سے ۔ عارف کشمیر میاں محمد بخش صاحب کے الفاظ میں

کیکر نے انگوڑ چڑھایا ، ہر خوشہ زخمایا

۱۳۱۔ حکم کیا تھا : ایک گائے ذبح کرنے کا ۔اور وہ بھی خود انہی کی

Marfat.com

ضرورت، انہی کے فائدے کی خاطر۔ انہی کو ایک بھیانک آزار سے نجات دلانے کیلئے خدا کی انمول مہربانی اور بے پایاں کرم کے ایک مظہر کے طور پر۔مگر ان کا ذہنی خلفشار دیکھئے کہ اپنے پیغمبر کے ذریعہ خدا کے ساتھ اتنی طویل بحث وتمحیص،پے در پے سوالات اور بار بار کی حیلہ تراشیوں کے بعد بالآخر مجبور ہوکر گائے ذبح کرنے کے خدائی حکم پر عمل کیا بھی تو اس طرح کہ دل نہیں مانتا۔ذہن اب بھی گریز اور بچاؤ کی راہیں ڈھونڈ رہا ہے اور بادلِ ناخواستہ ، بے بسی اور لاچاری کی اطاعت کر رہے ہیں۔ قرآن کے الفاظ میں:

فذبحوها وما كادوا يفعلون .

: پس انہیں گائے ذبح کرنا پڑی اور وہ نہ تھے ایسا کرنے والے۔

دیکھئے کیسی پیچیدہ نفسیاتی گرہیں پڑی ہوئی ہیں بنی اسرائیل کے ذہن و مزاج میں۔ تو کیا خیال ہے آج جبکہ تقریباً چار ہزار سال وہ اسی ذہنیت میں مزید پختگی کے ساتھ گزار چکے ہیں،کیا وہ اولاد آدم کے بنائے ہوئے اصولوں کی پیروی اور انسانی معاہدوں کی پاسداری کریں گے ۔ واہ اے زمین والو ! تم ان لوگو ں کو آج اپنا خیر خواہ سمجھنے اور اپنا وفادار بنانے پر تلے ہوئے ہو جبکہ وہ اپنی تاریخ کے روزِ اول سے ہی کبھی اپنے پروردگار کے بھی وفادار نہ بن سکے۔

بقرہ:۷۲،۷۳

۱۳۲۔ بنی اسرائیل میں ایک شخص قتل ہوا۔ وہ آپس میں اختلاف کرنے لگے۔ جو وہ چھپاتے تھے اللہ تعالیٰ اسے ظاہر کرنے والا تھا۔ چنانچہ ذبح شدہ گائے کا ایک ٹکرا مقتول کو لگانے کا حکم دیا۔ اس سے مقتول نے جی اٹھا اور قاتل کا نام بتادیا۔

Marfat.com

انسان اپنے جرائم چھپانے کا مزاج رکھتا ہے۔ سوچ کے جرائم ، نیت کی برائیاں ، جذبوں کی خرابیاں یہ سب تو ویسے بھی پوشیدہ ہی ہوتی ہیں؛ لیکن عمل کے جرائم بھی انسان ہر ممکن چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر دیکھو، اللہ تعالیٰ نے صاف بتادیا ہے کہ جو کچھ تم چھپاتے ہو وہ اسے ظاہر کرنے والا ہے۔ اور جس چیز کو اللہ ظاہر کرنے والا ہو اسے کون پوشیدہ رکھ سکتا ہے۔ چنانچہ کبھی تو وہ سزا کے ذریعہ جرم عیاں کردیتا ہے؛ یعنی مجرم کو سزا ایسی دیتا ہے کہ جرم خود آشکار ہوجائے۔ کبھی جرم چھپانے کی کوشش ہی خود جرم سے پردہ اٹھادیتی ہے؛ اور ایسا اکثر ہوا کرتا ہے۔ کبھی مجرم کا اپنا نفس ہی اس سے اپنے کامیاب اقدامِ جرم کا اظہار کرادیتا ہے۔ شیخی مارنا تو یوں بھی مجرمانہ ذہنیت کا شیوہ ہوا کرتا ہے۔ اور کبھی کبھی حالات ایسے پیدا ہوجایا کرتے ہیں کہ مجرم کیلئے اظہارِ جرم ہی خود عافیت اور بچاؤ کی واحد صورت نکلتی ہے اور جب کبھی اللہ تعالیٰ چاہے خرق عادت کو بھی تدبیر بنادیتا ہے۔

باقی رہیں نیت ، ارادے ، سوچ اور جذبے کی برائیاں تو وہ پوشیدہ ہوکر بھی پوشیدہ نہیں رہتیں کیونکہ یہ جن لوگوں کے خلاف ہوں ان کے دلوں تک لہریں خود بخود پہنچ کر ردِعمل میں نفرتوں کی فصل اگادیتی ہیں۔ سوچ اور جذبے کی برائی ہمیشہ اپنے ردِعمل کو جنم دیتی ہے۔ جو شخص کسی کے لئے برا سوچے ، ہو نہیں سکتا کہ وہ خود نفرتوں کا مورد نہ بنے۔ پس ان چھپی ہوئی برائیوں کا آشکار ہونا تو ایک مسلسل کائناتی عمل ہے جو خود بخود ہر آن جاری رہتا ہے۔ ایک ماہرِ نفسیات کے الفاظ میں پڑھیے۔

بقرہ ۷۴:۵

۱۳۴۔ دل سخت ہوجاتے ہیں۔ پتھر کی طرح یا اس سے بھی زیادہ سخت۔ خدا کی دھرتی پر سانس لیتی کل مخلوق کو اگر اچھائی اور برائی کے دو دائروں میں

Marfat.com

بانٹنا ہو اور اس تقسیم کا معیار صرف کسی ایک ہی چیز کو بنایا جائے تو وہ معیار یہی دل کی سختی اور نرمی ٹھہرے گا۔ اچھائی اور برائی کا اکلوتا معیار۔ ہر وہ چیز اچھی ہے جس کے دل میں نرمی ہو اور ہر وہ چیز بری ہے جس کا دل سخت ہو۔ ویسے تو پڑھنے لکھنے والے لوگوں ، علماء اخلاق ، علماء کرام ، ماہرین نفسیات ، مفکرین وغیرہ نے اپنے اپنے تصور میں نیکی اور بدی کے اَن گنت معیارات بیان کئے ہیں لیکن حقیقت میں وہ سارے کے سارے معیارات اسی ایک معیار کی مختلف تفصیلات ہیں اور بس۔ مطلق معیار صرف یہی ایک ہے ۔ نیکی کی شکلیں کروڑوں سہی لیکن تمام نیکیو ں کا سر چشمہ ایک ہی چیز ہے یعنی دل کی نرمی۔ اسی طرح برائی کے روپ حدِ شمار سے باہر ہیں لیکن وہ ساری ایک ہی چیز کی کوکھ سے جنم لیتی ہیں اور یہ کوکھ ہے دل کی سختی۔

قارئین محترم ! یہ بات میں نے اپنے پاس سے نہیں کی۔ میں باتیں گھڑنے کا شوقین نہیں۔ جو کچھ خدا کی کتاب قرآن حکیم ، حضور سید عالم ﷺ کی احادیث طیبہ ، سیرتِ مطہرہ اور اسلامی شریعت کے اصول و قواعد کی لاکھوں جزئیات کا نچوڑ محسوس ہوا ہے، وہ بالیقین یہی بات ہے کہ:

''خوبی اور خامی ، نقص اور عیب ، نیکی اور بدی غلط اور صحیح ، معروف اور منکر ، فضائل اور رذائل حسن اخلاق اور سوءِ اخلاق غرض کسی بھی جہت، کسی بھی حوالے سے خیر اور شر کا معیار ،جوہر، سرچشمہ ، منبع اور مبداء بس ایک اور صرف ایک ہی چیز ہے: دل کی نرمی اگر یہ موجود ہو تو نیکی موجود ہے۔ یہ جتنی زیادہ ہے نیکی اور خوشی اخلاقی اتنی ہی زیادہ ہے۔ اگر یہ کم ہے تو اچھائی کم ہے ۔ پھر جتنی اس میں کمی ہوگی اتنی سختی موجود ہوگی ۔ اور سختی سے برائی پیدا ہوگی۔ جتنی سختی اتنی

Marfat.com

برائی ، اور جیسی سختی ویسی برائی۔پھر یہ ہے کہ میں نرمی اور سختی کئی طرح کی ہے:جس طرح کی نرمی دل میں زیادہ۔ ہوگی اسی طرح کی نیکیاں مزاج ہی غالب ہونگی اور یہی حال سختی کا ہے۔ جس طرح کی سختی دل پر چھائی ہو اسی طرح کی برائی مزاج میں زیادہ ہوگی۔ جو کوئی برائیوں سے نکلنا اور نیکیوں میں بڑھنا چاہے وہ دل کی نرمی بڑھاتا جائے۔ توبہ و استغفار کیا ہے؟ یہی دل کی نرمی ، خشیت و رقت اور سوزو گداز'' ۔

قارئین محترم !اس بات کو اچھی طرح سمجھنے کیلئے ہم قرآن کریم، احادیث طیبہ اور جدید سائنسی تحقیق کی روشنی میں چند بنیادی حقائق ان شاء اللہ آگے چل کر بیان ہوں گے۔

بقرہ:۷۵·۷۹

۱۳۵۔ کلام الٰہی کو سن کر،سمجھ کر پھر اسے بدل دینا یا اس **نور** سے گریز و انحراف کرنا یہ ایسا جرم ہے جو انسان کی طبیعت، مزاج اورسرشت ہی میں ایک بڑی اور بنیادی خرابی انڈیل دیتا ہے۔ ایک کجی، ایک ٹیڑھا پن وجود کی پہنائیوں میں اس سے ڈھل جاتا ہے۔ ایک زنگ کی تہہ سی دل پر جم جاتی ہے۔ پھر ایسا شخص خدا پر تو ایمان خیر کیا لائے گا،بندوں کی کسی بات کو سمجھنے اور ماننے کی صلاحیت بھی اس سے چھن جاتی ہے۔ اور ذرا تصور کرلیجئے اس آدمی کی زندگی کیا ہوگی جو نہ خود کسی دوسرے شخص پر اعتماد کر سکتا ہے اور نہ اس کا اپنا وجود ہی کسی دوسرے کیلئے قابل اعتماد ہے۔

۱۳۶۔ گروہ بندیاں تو دنیا میں ہوتی رہتی ہیں اور سدا موجود رہیں گی ۔اور مختلف گروہوں میں باہم عداوت بھی ہوسکتی ہے لیکن دوستی یا دشمنی جو کچھ بھی

Marfat.com

ہو کھلی اور ظاہر ہونی چاہیے جہاں بھی کہیں دو رُخی اور منافقت در آئے وہاں سے آدمیت نکل جاتی ہے۔ آدمیت تو کیا حیوانات کا ادنیٰ درجہ بھی باقی نہیں رہتا۔ منافقت ایسی چیز ہے جو خدا نے درندگی کی پست ترین سطح پر بھی نہیں رکھی۔ حد تو یہ کہ ابلیس بھی منافق نہیں ہے ۔ فطرت نے کوئی دل منافق پیدا نہیں کیا۔ یہ بیماری انسان نے خود کمائی ہے۔ایک بار منافقت کے ساغر سے آدمی چند گھونٹ ہی پی لے تو پھر اس کا پورا وجود ہمیشہ کے لئے گدلا ہو کر رہ جاتا ہے۔

پس قارئین ! آپ خود ہی اندازہ کر لیجئے کہ منافقت کتنی بھیانک شے ہے۔ خدا کی اس بھری دنیا میں شاید منافقت سے زیادہ بری چیز کوئی نہیں؛ اور غالبًا یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ منافقین کو دوزخ کے سب سے نچلے گڑھے میں پھینکے گا اور یہ سب سے برا ٹھکانہ ہوگا۔ چنانچہ آیت نمبر۷۶ میں ان لوگوں کی اس منافقانہ روش پر سخت سرزنش کی گئی ہے۔

۱۳۷۔ لوگ نہ جانے منافقت کرتے کس لئے ہیں جبکہ ہر دو انسانوں کے درمیان اللہ تعالیٰ موجود ہے اور وہ سب ظاہر و پوشیدہ باتیں جانتا ہے اور منافقت کو جب چاہے آشکار کر دیتا ہے۔ پس لوگوں سے اپنی منافقت چھپانے والو! خدا اک روز تمہاری منافقت سب بندوں پر عیاں کردے گا۔ سو ڈرو اس دن سے جب ایسا ہوگا اور یاد رکھو وہ دن اسی دنیا میں آئے گا۔ پھر تم کہیں کے نہ رہوگے۔ ہر ایک کیلئے ناقابلِ اعتبار ٹھہرو گے۔

بقرہ ۵: ۸۰—۸۲

۳۸۔ کوئی فرد یا گروہ اپنے بارے میں از خود یہ گمان نہ لئے بیٹھا رہے کہ ہم تو جنتی ہیں تقدیر کا فیصلہ کسی کے بارے میں کیا ہوگا، یہ صرف خدا ہی

Marfat.com

جانتا ہے۔ بندے تو بس ہدایت کی راہ اپنائیں اور اپنا کام کئے جائیں۔ ہاں اگر دل کے معاملات درست ہیں اور ایمان و عمل کجی سے پاک تو خدا کی بارگاہ سے امیدِ کرم رکھیں۔

۱۳۹۔ دین تو دین ہے، دنیا کے معاملات میں بھی خدا کے حوالے سے آدمی کوئی ایسی بات نہ کرے جس کا یقینی اور قطعی علم اس کے پاس نہ ہو۔ سب سے زیادہ ڈرنا چاہیے مفتیان کرام کو۔ فتویٰ دینے کا کیا مطلب ہے : اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے حلال وحرام کا فیصلہ سنانا۔ مفتی اسلام کا کوئی منصب نہیں کہ بس اعزاز سمجھ کر اپنا لیا جائے۔ یہ تو ایک بہت ہی بھاری ذمہ داری ہے۔دنیا میں پل صراط کی مانند۔ احتیاط ایسی کہ بال سے زیادہ باریک اور خطرناک اتنی کہ تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ۔ لوگ فتویٰ لے کر عمل کریں تو فائدہ انہیں پہنچے اور فتویٰ کے غلط یا صحیح ہونے کی جواب دہی تمام تر مفتی کے ذمہ رہے۔ اس لئے بڑے بڑے جلیل القدر صحابۂ کرام بھی فتویٰ دینے سے حتی الامکان بچتے تھے کیونکہ اللہ اور اس کے رسول کا صحابہ کی طرف سے حلال و حرام کا فیصلہ دینا بہت ہی احتیاط کا تقاضا کرتا ہے۔ زیر نظر آیت میں یہود کو تنبیہ کی گئی ہے کہ جو بات تم جانتے نہیں، خدا کی طرف منسوب کیوں کرتے ہو؟

۱۴۰۔ جو آدمی برے کام کرے اور کرتا ہی چلا جائے تو اسکی برائیاں اسے گھیر لیں گی۔ اسکا وجود ، اسکی زندگی ، اسکی شخصیت ، اسکا کردار سب بدی کے گھیرے میں آجائیں گے۔ وہ توبہ و تلافی کی سب راہیں بھول جائے گا سوایسے شخص کا انجام بس دوزخ ہی دوزخ ہے۔

۱۴۱۔ باقی رہیں نیکیاں تو وہ ایمان کے بغیر معتبر نہیں۔ اس لئے قرآن میں ہر جگہ عمل صالح کا ذکر ایمان کے بعد آیا ہے۔ کہنا تو ہر جگہ قرآن یہی چاہتا

Marfat.com

ہے کہ عمل صالح آدمی کو جنت میں لے جائے گا مگر ساتھ ہی شرط لگادیتا ہے ایمان کی تاکہ ہرکافر ، ہر مومن پہچان لے کہ عمل صالح کا درجہ ایمان کے بعد آتا ہے۔ ایمان ہو تو ہر نیکی بس ایک رائگاں مشقت ہے ۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

بقرہ ۸۳:۵

۱۴۲۔ اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں سے کوئی عہد لیتا ہے تو اس میں اپنی عبادت کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی ، مخلوق کی بھلائی ، اخلاق کی عمدگی اور اجتماعی معاشی بہبود کو بھی یکساں طور پر شامل کرتا ہے۔ یہ اس آیت کا مجموعی مفاد اور حاصلِ مراد ہے۔

۱۴۳۔لوگوں سے ہمیشہ اچھی بات کرو۔ زندگی حسن اخلاق اور اچھی گفتگو ہی سے فلاح و سعادت کی راہ پر آگے بڑھتی ہے۔ ایمان کا معیار حسن اخلاق ہے۔

بقرہ ۸۴:۵—۸۷

۱۴۴۔ بنی اسرائیل میں بارہ قبیلے تھے مگر اللہ تعالیٰ ان سب کو ایک ہی آیت ایک ہی قوم ٹھہرا کر ان سے عہد لے رہا ہے کہ آپس میں خونریزی نہ کرنا۔ تم سب ایک ہو۔ کسی کو جلا وطن نہ کرنا۔ ایک دوسرے کے خلاف کسی ظلم و زیادتی میں مدد نہ کرنا ۔ یہ آیت دلیل ہے اس بات کی کہ خدا کے ہاں قوم اور ملت ہمیشہ مذہب کی بنیاد پر وجود میں آتی ہے اور انسانوں کے باہمی معاملات میں حقوق و فرائض کا سب سے پہلا اور مرکزی دائرہ مذہب کے حوالے سے متعین ہوتا ہے۔ ذات پات ، رنگ و نسل ، جغرافیہ اور وطن سب مذہب کے تابع ہیں۔ مذہب کے اندر رہتے ہوئے اور مذہبی تعلقات کو بالاتر رکھتے ہوئے ان سب کو اپنی اپنی جگہ وقعت ملنی چاہئے لیکن مذہب کے

Marfat.com

مقابلے میں یہ سب چیزیں اکیلے اکیلے یا اکٹھی مل کر بھی کچھ حیثیت نہیں رکھتیں ۔علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

قوم مذہب سے ہے، مذہب جو نہیں تم بھی نہیں
جذب باہم جو نہیں، محفل انجم بھی نہیں

۱۴۶۔ خدا کی کتاب کا ایک ایک حرف ، ایک ایک حکم یکساں معتبر ہے۔ ایسا نہیں کہ جو احکام اپنی خواہش نفس کے مطابق ہوں انہیں تو آدمی دل و جان سے اپنالے اور جو اس سے ٹکراتے ہوں انہیں چھوڑ دے۔ کتاب الٰہی پر ایمان یا تو ہوگا ، یا نہیں۔ بعض پر ایمان ہو اور بعض کا انکار، تو خدا کے ہاں یہ کفر ہی ٹھہرے گا۔

۱۴۷۔ بعض گناہ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی سزا آخرت کے علاوہ اس دنیا میں بھی ملتی ہے اور دنیاوی سزاؤں میں ایک بہت ہی بُری اور بھیانک سزا ہے : رسوائی۔اللہ تعالیٰ جس شخص یا گروہ کو رسوائی کی سزا دے پھر وہ اس دھرتی کے سینے پر کبھی اور کسی طور اپنے لئے کہیں سے اعتماد کا سرمایہ اور عزت کی پونجی کما کر نہیں لاسکتا۔

۱۴۸۔ آخرت کے ساتھ دنیا کمانا اور آخرت کیلئے دنیا کمانا تو خدا کے پسندیدہ ہے لیکن آخرت کو چھوڑ کر دنیا کمانا یا آخرت کے بدلے دنیا کمانا یہ ایسا بھیانک جرم ہے کہ پھر خدا ایسے لوگوں کی کچھ مدد نہیں کرتا ، نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں۔

۱۴۹۔ ﴿جب کبھی بنی اسرائیل کے پاس رسول وہ چیز لائے جو طبیعتوں کے خلاف تھی تو انہوں نے جھٹلایا اور بعض کو قتل کردیا۔﴾

Marfat.com

انسانی مزاج کی ایک خرابی یہ ہے کہ اپنی خواہش نفس کے خلاف چیزوں کو قبول نہیں کرتا ۔اگر اطاعت کرنی بھی پڑ جائے تو دل کی آمادگی سے نہیں ہوتی اور اس پر قائم رہنا مشکل ہوتا ہے۔ انبیاء کرام تو آتے ہی اس لیئے ہیں کہ انسانوں کا یہ مزاج سدھار دیں ۔ وہ علم دیتے ہیں،حکمت سکھاتے ہیں،نشانیاں دکھاتے ہیں اور دلوں کو پاک کرتے ہیں۔ مگر دیکھئے کہ بنی اسرائیل کا خمیر نہ جانے کس مٹی سے گندھا ہوا تھا کہ ہزاروں سالوں تک نسل در نسل انبیاء کرام کے زیر سایہ رہتے ہوئے بھی اپنے مزاج اور طبیعت کو آسمانی ہدایت قبول کرنے کیلئے تیار نہ کرسکے۔ انبیاء کرام کی رہنمائی صرف اسی صورت انہیں قبول ہوتی جب وہ ان کی خواہشِ نفس کے ساتھ ٹکراتی نہ ہو۔ یوں دراصل وہ انبیاء کی لائی ہوئی ہدایت پر نہیں بلکہ اپنے نفس کی خواہش پر چلتے تھے ۔

۵۰۔ خدا کی دھرتی پر انسان جرائم تو طرح طرح کے کرتا ہے مگر جرائم کی اس فہرست میں سب سے بُرا اور سب سے بھیانک جرم ہے خدا کے کسی پیغمبر کو قتل کردینا اور بنی اسرائیل یہ جرم پے درپے کرتے رہے۔ بس یہی وہ جرم ہے جس سے ان کیلئے قدرت کی طرف سے دائمی رسوائی کا اجتماعی عذاب مقرر ہوا۔ کائنات کی تاریخ میں یہ اکلوتی قوم ہے جس نے انبیاء کو قتل کیا اور اس لئے اکلوتی ہی قوم ہے جو ہزاروں سال پر محیط اجتماعی رسوائی کی ہولناک تاریخ لئے ہوئے ہے۔

بقرہ:۸۸

۱۵۱۔ بنی اسرائیل کہا کرتے تھے :ہمارے دل غلاف کے اندر محفوظ ہیں۔

Marfat.com

سو اپنے مذہب کے ہم کسی اور دین سے متاثر نہیں ہوتے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ جھوٹ کہتے ہیں؛ بلکہ خدا نے ان کے دلوں پر لعنت کا پردہ ڈال دیا ہے ان کے کفر کے باعث۔لہٰذا اب وہ حق کو قبول کرنے سے محروم رہتے ہیں ۔

معلوم ہوا انسان اپنے بارے میں طرح طرح کے دھوکوں میں مبتلا رہتا ہے اور شاید یہی اسکی زندگی کی سب سے بڑی خرابی ہے۔ذرا نفس کے مغالطوں اور دھوکوں کی چند مثالیں دیکھئے :

☆ نیکی کے بڑے بڑے کام کرتا ہے لیکن چونکہ نیت میں دکھاوا ، شہرت کی تمنا ، دولت کی حرص یا کوئی اور دنیوی غرض شامل ہوتی ہے لہٰذا نیکیاں برباد ہورہی ہوتی ہیں لیکن وہ خود کو نیک سمجھنے کے دھوکہ میں مبتلا رہتا ہے۔ فتورِ نیت کی تلبیس تو شیطان کی اتنی بڑی ایجاد ہے کہ اسے نوبل پرائز ملنا چاہیے۔ دینی مسائل سے لاعلمی کی بناء پر نماز ، روزہ، حج ، زکوۃ اور دیگر عبادات کی ادائیگی میں بڑی بڑی فاش غلطیاں کرتا چلا جاتا ہے اور بعض اوقات سمجھانے پر بھی مانتا نہیں بلکہ ایک رٹا رٹایا فقرہ دہراتا رہتا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ قبول کرنے والا ہے۔وہ نیتوں کو جانتا ہے''یہ فقرہ اپنی جگہ درست ، لیکن یہاں اس کا استعمال غلط ہے اور نفس امارہ آدمی کو ایسے دھوکے دیتا رہتا ہے۔

☆ بنکوں کا سود ، رشوت کا مال ، جوئے کی کمائی ، لاٹری کی رقم بڑے بڑے پرہیز گار لوگ دھڑلے سے کھاتے اور جائز ہونے کا فتویٰ صادر کرتے رہتے ہیں ۔ ایسے فتوے دورِ حاضر کے شیاطین کی بہت بڑی ایجاد ہیں جن سے لاکھوں انسان مسلسل مغالطہ میں پڑے ہوئے ہیں۔

☆ جدید مغربی طرز کے کاروبار میں مشغول لوگ اکثر حلال و حرام کی

Marfat.com

تمیز نہیں کرتے اور ہمیشہ نفس کے اس دھوکے میں مبتلا رہتے ہیں کہ ہم محنت ومشقت کی روزی کما رہے ہیں۔ یاد رکھئے مشقت سے کمائی ہوئی ہر روزی حلال نہیں ہوتی؛ ورنہ چور ، ڈاکو ، رشوت اور سود کھانے والے بھی کچھ کم مشقت نہیں اٹھاتے۔

☆ اپنی اپنی پسند کی نیکیوں میں لوگ کھوئے رہتے ہیں اور اتنی ہی اہمیت کی بلکہ زیادہ اہم نیکیاں چھوڑ دیتے ہیں۔ کچھ لوگ سال بہ سال عمرے اور حج کمانے کے چسکے میں اپنے ضرورت مند رشتہ داروں ، پڑوسیوں ، یتیموں اور دیگر مستحقین کا حق مارتے رہتے ہیں اور ستم یہ کہ پھر بھی خود کو بہت نیک اور مقبول بارگاہ ثابت کرنے میں لگے رہتے ہیں ۔

☆ دین کی تبلیغ ایک بہت ہی مقدس کام تھا مگر کچھ لوگوں نے اسے پیشہ بنالیا ہے۔ کچھ اسے شغل کے طور پر کرتے ہیں اور بہت سے لوگوں نے تو نفسانیت کی حد ہی کردی کہ محض اپنی تنظمیں چلانے کیلئے دین کی تبلیغ کرتے ہیں ۔دیکھئے شیطان نے کتنا بڑ ااور کتنا گہرا تلبیس کا جال پھیلا رکھا ہے۔ قارئین محترم ! ذرا سوچئے ، دنیا بھر میں لاکھوں بڑی بڑی تنظیمیں تبلیغ کا کام کر رہی ہیں اور دن بدن مسلمانوں کی حالت مزید خراب ہورہی ہے۔ کیا اس کی وجہ یہی تو نہیں کہ تبلیغ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نہیں ' اپنی اپنی تنظیموں کی ہورہی ہے۔

☆ کیا آپ نے ایسے لوگ نہیں دیکھے جو سنت رسول ﷺ پر عمل کی دعوت دیتے ہیں لیکن خود رسول ﷺ کی ذات گرامی سے لوگوں کو دور کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ آپ خود تجربہ کرکے دیکھ لیجئے۔ کچھ وقت ان کے ساتھ

Marfat.com

لگایئے۔ رفتہ رفتہ سنت کی محبت و عظمت تو آپ کے دل میں پیدا ہوتی جائے گی لیکن جسکی سنت ہے خود اس ذاتِ گرامی ﷺ کی محبت اور عظمت دل سے کم ہوتی جائے گی۔ اب یہ فیصلہ بھی آپ خود ہی کریجئے گا کہ کیا سنتوں پر ایسا عمل خدا کو پسند ہوسکتا ہے ؟ مگر یہ فیصلہ ذرا جلد کریجئے گا۔ کہیں دل پر مہر ہی نہ لگ جائے ۔

☆ آپ نے کچھ لوگ دیکھے ہوں گے جو صحابۂ کرام' اہل بیت اطہار یا اولیاء کرام کی شان اجاگر کرنے ، تذکرے پھیلانے ، دن منانے، بڑی بڑی تقریبات کا اہتمام کرنے خاص کر اپنے اپنے سلاسل کے بزرگوں کی غیر معمولی تعظیم و تقدیس اور تشہیر و توسیع کے کام میں ہر وقت ، ہر دم شب و روز لگے ہوں گے اور اس پر بہت فخر سے مچلتے ہوں گے۔ لیکن حضور سید کائنات،فخر موجودات ، آقائے دو عالم ﷺ کی ذات اقدس کو اجاگر کرنے میں اتنی زیادہ گرم جوشی کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ مریدین دنیا بھر میں جہاں بھی ہیں اپنے اپنے سلاسل کے کام میں اتنے انہماک سے لگے ہوئے ہیں کہ گویا اس سلسلہ سے باہر نہ خدا ہے اور نہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ حیرت ہے آدمی کہاں کہاں الجھ کر رہ جاتا ہے۔

☆ امت محمدیہ مسلکوں میں بٹ کر رہ گئی ہے اور ہر مسلک سے وابستہ لوگ کچھ نہ کچھ افراط یا تفریط کا شکار ہیں۔ انصاف کا مزاج آہستہ آہستہ مسلمانوں سے غائب ہوتا جارہا ہے۔ قرآن کا صریح حکم تو یہ ہے کہ شدید سے شدید محبت اور گہری سے گہری عداوت بھی مسلمان کو انصاف کی روش سے ہٹانے نہ پائے حتیٰ کہ وہ اپنے خلاف بھی ہمیشہ انصاف کی بات کرے۔ مگر ہم ہیں کہ اپنے اپنے فرقوں اور مسلکوں کے پیار میں انصاف کا خون کرنے سے باز نہیں

Marfat.com

آتے۔قارئین محترم !یادر کھئے مسلک تو دنیا ہی میں رہ جائیں گے اور خدا کے سامنے آدمی تن تنہا جواب دہی کے لئے کھڑا ہوگا۔

☆ خدا کی راہ میں خرچ کرنا۔ یہ تو ایسا کام تھا جو اس لئے کیا جائے کہ مرنے کے بعد آدمی کو فائدہ دے مگر مرنے کی باتیں کون سوچے ۔ یہاں تو ہر ایک دنیا بنانے کے چکر میں پڑا ہے۔ نام چلے ، اعزاز ملے ، تعلقات بڑھیں، دوست رشتہ دار خوش ہوں ، کچھ جوابی فائدہ ہاتھ آئے ، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ کاروبار پھیلے۔قارئین محترم ! آیئے ذرا ایک منٹ کا مراقبہ کریں اور کچھ اپنا جائزہ لیں۔ پھرخود ہی انصاف سے کہہ دیں کہ ہم جو پیسے خدا کی راہ میں دیتے ہیں کیا کبھی بے غرض بھی دیتے ہیں۔ کیا ان غیر محسوس اغراض میں سے کوئی بھی ہمارے دل کے نہاں خانے میں پوشیدہ نہیں ہوتی ۔ واہ نفس امارہ ! تو نے کیسے کیسے دھوکے تخلیق کئے ہیں۔

☆ اکثر لوگ یہ کہتے ہوئے ملیں گے، دین تو بس وہی کچھ ہے جو ہم سمجھے ہیں۔علم کے پندارنے ، تحقیق کے خمارنے اور فرقہ واریت کے بخار نے آدمی کو ہدایت کی تمنا اور حق کی تلاش سے بھی غافل کردیا ہے ۔جو بات سوجھ گئی؛ بس وہی حق ہے۔ اسکے خلاف ہم کچھ سننے' سوچنے اور سمجھنے کیلئے تیار نہیں۔ ہر طرف مناظرے ہیں ، اور جھگڑے ۔ کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں۔ جس کے پاس/جتنا علم ہے ، وہ اسی پر اکڑ رہا ہے۔حق کی تمنا اور جستجو کا راستہ ہی شاید کہیں گم ہوگیاہے۔ ویسے ہر نماز میں ہم خدا سے ہدایت کی دعا مانگتے ہیں مگر صرف زبان سے پڑھتے ہیں۔ جب کبھی دل سے مانگی، ان شاء اللہ مل جائے گی۔

Marfat.com

بقرہ: ۸۹—۹۱

۱۵۲۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے بنی اسرائیل بڑی شدت سے آخری نبی کے ظہور کے منتظر تھے۔ چار ہزار سال کے عرصہ پر محیط ایک لاکھ تیئس ہزار نو سو نوے سے زیادہ انبیاء کرام کی مسلسل بشارات نے یہود کے دلوں میں آخری نبی کا پیار بڑی شدت سے بھر دیا تھا۔ ہر پیغمبر اپنے زمانے میں بڑی چاہت سے حضور ﷺ کا تذکرہ کرتا اور آپ ﷺ کے ظہور قدسی کی بشارت دیتا۔ اس طرح رفتہ رفتہ یہود کے ذہن و ذوق اور شعور و احساس میں یہ بات گھر کر گئی کہ آنے والے پیغمبر آخرالزماں ﷺ کی ساری عظمتیں اور برکتیں یہود کو نصیب ہوں گی؛ اور یوں اُنہوں نے حضور ﷺ کی نسبتوں کو ظہور قدسی سے پہلے ہی اپنی تاریخ کا حصہ بنا لیا۔ چنانچہ وہ پیغمبر آخرالزماں ﷺ کی بعثت کا شدید بے چینی سے انتظار کرنے لگے۔ آپ ﷺ کے نام کی برکتوں سے فیضیاب ہوتے رہے اور کفار کے ساتھ اپنی جنگوں میں آپ ﷺ کے وسیلہ سے فتح کی دعائیں مانگتے اور کامیاب ہوتے رہے۔ مگر انسانی مزاج کا المیہ دیکھئے کہ اگر کسی قسم کا تعصب اسے اپنے حصار میں جکڑ لے تو پھر وہ کائنات کی بڑی سے بڑی سچائی کو بھی اپنے اس تعصب کی بھینٹ چڑھا دیتا ہے؛ اور یہی بھیانک جرم بنی اسرائیل سے بھی سرزد ہوا۔

یہود جس آنے والے نبی کے منتظر تھے، اسے بنی اسرائیل کی نسل میں سے دیکھنا چاہتے تھے۔ یہ تصور بھی ان کے لئے سوہانِ روح تھا کہ سلسلۂ نبوت کا شاہکار فرد جو ساری نبوتوں، کتابوں اور شریعتوں کو اپنی آغوش میں سمو کر پایۂ تکمیل تک پہنچا دے گا، بنی اسرائیل کے علاوہ کسی اور نسل، کسی اور قوم کی تاریخ کے ماتھے کا جھومر بنے۔ چنانچہ جس قوم نے دنیا بھر میں سب سے بڑھکر نبی آخرالزماں ﷺ کی بعثت کا انتظار کیا اور ہر طرف چرچا کر کے دوسری قوموں میں

Marfat.com

بھی ایک پیاس، اک بیقراری بھر دی؛ خود وہی قومِ بنی اسرائیل اتنی سیاہ بخت نکلی کہ جب حضور اکرم ﷺ کا ظہورِ قدسی ہوا تو مخالفت، عناد اور دشمنی میں ان سے بڑھکر کوئی نہ تھا۔ کفارِ مکہ کی مخالفت زیادہ تر جاہلیت اور شرک و بت پرستی میں مگن ہونے کی وجہ سے تھی، اس لئے جوں جوں حق واضح ہوتا گیا وہ انکار سے نکل کر اطاعت کے حلقے میں آتے گئے۔ مگر بنی اسرائیل..... اُف اللہ! کیا بگڑے ہوئے لوگ تھے۔ سب کچھ جانتے پہچانتے ہوئے بھی دشمنی میں حد سے بڑھ گئے اور اپنے لئے دائمی ذلت و رسوائی خرید لی۔ یہ ہے وہ حقیقت جس کا بیان اللہ تعالیٰ نے پیش نظر آیات (۸۹-۹۱) میں بڑے واشگاف انداز میں کیا ہے۔

بقرہ: ۹۲—۹۳

۱۵۳۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید اور کبریائی، رحمت اور مہربانی کی ایسی واضح اور مقدس نشانیاں اتنی کثیر تعداد میں بنی اسرائیل کو پے در پے دکھائیں کہ پوری نسلِ انسانی کی تاریخ میں کسی اور قوم کے ساتھ ایسا معاملہ نہیں فرمایا۔ پھر بھی اس قوم کی ذہنی پسماندگی، مزاج کی خرابی اور دل کی ویرانی کا عالم یہ ہے کہ اُدھر موسیٰ علیہ السلام طُور پر اُن کے لئے آسمانی صحیفہ لینے گئے اور اِدھر یہ قوم گمراہی کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب کر بچھڑے کی پوجا کرنے لگی۔ شرک کی غلاظت اور اتنی بھیانک پستیوں میں کوئی قوم ایسی شدت اور اتنی تیزی کے ساتھ گر سکتی ہے؛ اور وہ بھی اپنے ایک نہیں، دو، دو پیغمبروں کے موجود ہوتے! یہ شاید تاریخ انسانی کا ایک عجوبہ ہے اور بنی اسرائیل ایسے ہی تاریخی عجائبات کی آغوش میں پلنے والی قوم کا نام ہے۔ کوئی قوم نسل انسانی کی پوری تاریخ میں اس انداز سے کبھی مرتد نہیں ہوئی۔ بھلا پیغمبر پر ایمان لانے کے بعد ایسی واضح اور اتنی کثیر نشانیاں توحید الٰہی کی مسلسل دیکھتے ہوئے کوئی قوم اس طرح

Marfat.com

دین حق کو چھوڑ کر واپس کفر و شرک کی گمراہی. میں کیوں جا کر کُودے گی اور وہ بھی پیغمبر کی موجودگی میں۔ حیرت ہے بنی اسرائیل کے اس طرزِ عمل پر کائنات کے ذرے ذرے کو۔ اور قوم بنی اسرائیل ایسی ہی ناقابل فہم حیرتوں کی مسلسل تاریخ کا دوسرا نام ہے۔

بنی اسرائیل کے اس منفرد اندازِ کفر نے بچھڑے کو خدا سمجھنے کی شدید جذباتی حالت ان کے اندر پیدا کر دی۔ وہ فہم و ادراک، شعور و وجدان اور جذبہ و احساس کی ساری توانائیاں اپنی اس گمراہی میں نچوڑ بیٹھے۔

بقرہ: ۹۴—۹۶

۱۵۴۔ بنی اسرائیل کا دعویٰ تھا ہم خدا کے بیٹے ہیں اور اس کے لاڈلے۔ دنیا بھی ہماری ہے اور آخرت بھی۔ جنت کے حقدار ہم ہیں۔ دوزخ کی آگ ہمیں نہیں چُھوئے گی۔ اور اگر ہم میں سے کوئی دوزخ میں گیا بھی تو بس چند روز کے لئے۔ ان ساری خوش گمانیوں کا علاج خدا نے اس آیت میں یوں کر دیا کہ بنی اسرائیل اگر ان دعووں میں سچے ہیں تو پھر آخرت کی نعمتیں پانے اور جنت جانے میں دیر کس بات کی۔ انہیں چاہیے کہ خدا سے موت کی آرزو کریں تاکہ جلد اس دنیا کے آزاروں سے چھوٹ کر جنت کی راحتیں پائیں۔ مگر ایسا وہ ہرگز نہیں کرنے والے کیونکہ جانتے ہیں اُنہوں نے آخرت کے لئے آگے کیا بھیج رکھا ہے۔ انہیں معلوم ہے آخرت میں انجام برا ہوگا کیونکہ ایمان سے محرومی اور اعمال کی خرابی ہی اُنہوں نے کما رکھی ہے۔ دیکھئے! خدا نے کتنا زبردست طریقِ علاج سکھایا ہے اِن آیات میں اولادِ آدم کو نفس کی خرابیوں کا۔

بات صرف بنی اسرائیل کی نہیں، ہر مذہب کے ماننے والے اسی طرح اپنے اپنے پندار لئے ہوئے ہیں۔ نصاریٰ کہتے ہیں، جس نے بپتسمہ لے لیا اور مسیح

Marfat.com

کو نجات دہندہ مان لیا اس کے گناہوں کا کفارہ ہوگیا۔ بس زیادہ سے زیادہ ہر عیسائی کو یہ کرنا ہے کہ پادری کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کرلے۔ ہندوؤں کے ہاں تناسخ یعنی آواگون کا چکر اسی لئے ہے کہ آدمی اپنے ہر جنم کے کرموں (اعمال) کی سزا یا جزا کے مطابق اگلے جنم میں نیا روپ پاتا ہے۔ یوں رفتہ رفتہ مختلف جنموں میں سارے گناہوں کی سزا ختم ہو کر بالآخر مکتی پا لیتا ہے۔ بدھ مت کے ماننے والوں میں تو آخرت کا واضح تصور ہی نہیں ملتا۔ بس دنیا کے آزاروں سے چھٹکارا پا کر نروان یعنی سکون حاصل کر لینا ہی زندگی کی معراج ہے۔دیگر قابل ذکر مذاہب کے ماننے والے بھی اپنے اپنے پندار لئے ہوئے ہیں۔

تنہا اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے اپنے پیروکاروں کے لئے آخرت کو ''اجتماعی پندار'' کی بجائے ''انفرادی فکر'' بنا دیا ہے۔ وہ ہر مسلمان کو ہر وقت فکرِ آخرت میں ڈوبا ہوا دیکھنا چاہتا ہے۔ یہاں جو شخص جتنا زیادہ نیک اور متقی ہے وہ اتنا ہی زیادہ اپنی آخرت کے لئے فکرمند ہے۔ اسلام کی تاریخ میں کروڑوں برگزیدہ اولیاء اللہ کی ہستیاں جگمگا رہی ہیں، لیکن عالم یہ ہے کہ جو ہستی ولایت اور قرب الٰہی کی جتنی اونچی منزل پر فائز ہے وہ فکرِ آخرت میں اتنی ہی زیادہ لرز رہی ہے۔ اولیاء تو اولیاء، اسلام میں نبوت کے بعد سب سے اُونچا مقام اہلبیت رسول ﷺ اور صحابۂ کرام کا ہے اور یہ وہ ہستیاں ہیں جنہیں خود اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں (رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ) یعنی اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور وہ خدا سے راضی) کا مژدۂ جاں فزا سنایا ہے مگر خود ان کا حال یہ ہے کہ ہر ہر صحابی اور خانوادۂ اہلبیت کا ہر ہر فرد شب و روز فکرِ آخرت میں تڑپتے، لرزتے، کانپتے جی رہا ہے۔ کیا آپ نے صدیق اکبرؓ جیسی برگزیدہ ہستی کے یہ الفاظ نہیں سُنے۔'' اے کاش! میں ایک چڑیا ہوتا، گھاس کا ایک تنکا ہوتا کہ آخرت میں حساب کتاب سے بچ جاتا''۔ سبحان اللہ! یہ ہے مزاج اسلام کا۔ یہاں جو خدا کے جتنا

Marfat.com

قریب ہے وہ اتنا ہی زیادہ فکر آخرت میں لرز رہا ہے۔ یہ کپکپی، یہ لرزہ بشریت کے لئے تاریخ مذاہب میں تنہا ایک ہی دین۔اسلام کا تحفہ ہے، اور بہت ہی گرانبہا تحفہ۔ ایسا تحفہ جس نے آدم کی اولاد کو بہت بڑے بگاڑ سے بچا لیا ہے۔

اگر آپ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ فکرِ آخرت نوعِ انسانی کے لئے اسلام کا کتنا بڑا تحفہ ہے تو چنگیز خان کے تاتاری مظالم، صلیبی لشکروں کی قتل و غارت، برہمنیت کے فتنوں اور صیہونیت کی دسیسہ کاریوں پر ایک نظر ڈال لیں اور پھر اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ کا ان کے ساتھ موازنہ کر کے دیکھ لیں۔ یقیناً آپ پُکار اُٹھیں گے: ''مسلمانوں کی تاریخ کے بدترین لوگ بھی ظلم و بربریت، سخت دلی اور سفاکی میں اس حد تک نہیں گئے جو ان قوموں کا عام وتیرہ رہا ہے''۔ خاص کر صیہونیت نے دنیا بھر میں جو فتنہ و فساد کا بازار گرم رکھا ہے اور انسانیت دشمنی کے جو سفاکانہ مظاہرے کئے ہیں انہیں دیکھ کر بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ اگر کسی قوم کے افراد فکر آخرت سے محروم ہوں تو وہ برائی اور بدکاری کے ایسے ایسے بھیانک روپ میں سامنے آتے ہیں کہ انسانیت سر پیٹ کر رہ جاتی ہے۔

پس لازم ہے کہ ہر انسان کو تہذیب و شائستگی کے دائرے میں رکھنے کے لئے اس میں ہر آن یادِ موت اور فکر آخرت سے سرشار رہنے کا احساس بھر دیا جائے۔اور یہ کام مذاہب کی تہذیب میں صرف اسلام ہی نے پوری قوت سے انجام دیا ہے۔ چنانچہ پیش نظر آیات کریمہ بھی اسی تناظر میں اپنی قوتِ تاثیر کی بہار دکھا رہی ہیں۔

بقرہ: ۹۷—۹۸

۱۵۵۔ ہیں تو اہل کتاب، مگر ان کے سینے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف اس قدر بغض و عداوت سے بھرے ہوئے ہیں کہ وحی قرآنی لے کر آنے والے

Marfat.com

فرشتے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام سے بھی محض اس لئے دشمنی رکھنے لگے ہیں کہ وہ قرآن کی وحی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف لے کر کیوں آئے۔ بھلا سوچئے تو سہی، کیا یہ بھی دشمنی کی کوئی معقول وجہ ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس آیت مقدسہ میں فرما رہا ہے کہ وحی جبرئیل امین خود لیکر نہیں آئے بلکہ اللہ نے انہیں بھیجا ہے۔ پس جو کوئی اللہ کے نبیوں اور فرشتوں کا دشمن ہے وہ حقیقت میں اللہ کا دشمن ہے۔ اور اللہ ایسے دشمنوں سے نبٹنا خوب جانتا ہے۔

بقرہ: ۹۹—۱۰۱

۱۵۶۔ حضور سیدِ عالم ﷺ کی ذات گرامی پر جو آیات بینات اللہ تعالیٰ نے اتاریں ان میں قرآن کریم، احادیث طیبہ، معجزاتِ نبوت، کمالاتِ سیرت، شمائل و اخلاق، خصائص و امتیازات اور تصرفات و اختیارات سب شامل ہیں اور ان میں سے ہر ہر چیز آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کا زندہ نشان ہے۔ ایسا نشان جس کا انکار کرنا کسی بھی صاحبِ عقل انسان کے بس کی بات نہیں۔ جو بھی اپنی عقلمندی اور سمجھداری کا بھرم رکھنا چاہتا ہے وہ مجبور ہے سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کی عظمتوں کا اعتراف کرنے اور آپ ﷺ کی نشانیوں کو ماننے پر۔ انکار صرف دو ہی قسم کے لوگ کرتے ہیں: ایک وہ جو بے خبر ہوں آپ ﷺ کی عظمتوں اور نشانیوں سے، یا ابھی سمجھ نہ پائے ہوں اور دوسرے وہ جو فاسق یعنی بدکار ہوں۔ پہلی قسم کے لوگوں کا انکار چونکہ بے خبری یا نا سمجھی کے باعث ہے لہذا ان کے لئے ہدایت کا راستہ کھلا ہے جیسا کہ کفار مکہ شدید ترین کفرو انکار سے نکل کر بالآخر ہدایت و ایمان کے دائرے میں آگئے۔ لیکن دوسری قسم کے لوگ چونکہ جان بوجھ کر انکار کرتے ہیں، محض اپنے دل کے بغض و حسد کی بناء پر؛ اس لئے خدا نے ان پر ہدایت کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ چنانچہ یہود مدینہ اور منافقین کو ایمان نصیب نہیں ہو سکا۔ اور نصیب کیسے ہوتا کہ ان کے دلوں پر تو خدا نے مہر لگا دی

Marfat.com

تھی: زیر نظر آیات کا ترجمہ پڑھئے تو اس حقیقت کا بیان صاف صاف نظر آئے گا۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے:

(۱) میرے محبوب ﷺ پر اُترنے والی نشانیوں کا انکار نہیں کرتے مگر صرف فاسق یعنی بدکار لوگ۔

(۲) ان (اہل کتاب)میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

(۳) انہوں نے اللہ کی کتاب کو اس طرح پیٹھ پیچھے ڈال دیا گویا جانتے ہی نہ تھے۔

بھلا سوچئے! کیا ایسے لوگ راہ ہدایت کی طرف اپنا قدم بڑھا سکتے ہیں۔ نہیں! سو یہ آیات ایک طرح کی پیشینگوئی ہیں یہودِ مدینہ کے اسلام سے محروم رہنے کی؛اور ایسا ہی ہوا۔

بقرہ: ۱۰۲—۱۰۳

۱۵۷۔ مصر کی سوسائٹی میں جادُو کچھ رچ بس سا گیا تھا اور بنی اسرائیل کئی صدیوں تک اس ماحول میں غلامانہ زندگی بسر کرتے رہے۔ نسل در نسل جبری غلامی سے ان کی ذہنیت اور مزاج کی ساخت میں دوغلا پن، ہیرا پھیری، منافقت، جھوٹ، دھوکہ دہی، فتنہ انگیزی، خفیہ انتقام اور سازش ایسے عناصر کچھ اس طرح گھل مل گئے تھے کہ انہیں طبعی طور پر جادو اور دیگر سفلی علوم کے ذریعہ اپنے گھناؤنے مقاصد کی تکمیل ہمیشہ آسان نظر آتی۔ نیز ایسی ہی چیزوں سے بہت جلد اثر پذیر بھی ہو جاتے تھے جیسا کہ سامری کے بنائے ہوئے بچھڑے کی آواز پر فریفتہ ہو گئے اور اسے خدا بنا کر پوجنے لگے۔ یہ جادو، ٹونا اور دیگر سفلی عملیات ان کے

Marfat.com

اجتماعی مزاج میں کچھ اس قدر گہرے اُتر گئے تھے کہ اڑھائی ہزار سال بعد یثرب میں رہنے والے قبائل یہود میں یہ بھی خرابیاں اپنے جوبن پر تھیں۔ حد یہ کہ پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کے خلاف اپنی ریشہ دوانیوں میں بھی یہ لوگ جادو کے استعمال سے باز نہ آئے جیسا کہ ایک روایت میں اس کا ثبوت ملتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ محبوبِ خدا ﷺ کی ذات گرامی پر اس جادو کا اثر ہوا یا نہیں، مگر بنی اسرائیل تو اپنی کرنی سے باز نہ آئے۔

قارئین محترم! جادو ٹونے کا وجود کم و بیش ہر سوسائٹی میں ملتا ہے۔ اور کبھی کبھار یہ سفلی چیزیں بعض معاشروں میں کچھ زیادہ ہی رواج پا لیتی ہیں مگر ایسا کہیں کہیں اور کچھ عرصہ کے لئے ہی ہوتا ہے جس کے بعد عام طور پر قوموں کے اجتماعی مزاج کی وہی شائستگی لوٹ آیا کرتی ہے۔ لیکن تاریخ عالم میں یہ ندرت اور اکلوتا پن صرف قوم بنی اسرائیل ہی کے حصے میں آیا ہے کہ ایک لاکھ تیئس ہزار سے زیادہ انبیاء کرام نے پے در پے ہدایت ربانی کا پیغام انہیں پہنچایا مگر یہ قوم اپنے مزاج، اپنی روش اور اپنی ڈگر سے ہٹ نہ سکی، بلکہ نسل در نسل کچھ زیادہ ہی پختہ ہوتی چلی گئی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام خدا کے جلیل القدر پیغمبر ہیں۔ ان کے عہد میں بنی اسرائیل کے اندر جادو کا چلن عام ہو گیا۔ اسے رواج دینے میں شیاطین جنات کا بہت دخل تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی سرزنش، تنبیہ اور اصلاح کے لئے ہاروت، ماروت دو فرشتوں کو اُتارا۔ عام طور پر ان دو فرشتوں کے اترنے کی جو اسرائیلی روایات ہمارے ہاں ذخیرۂ تفاسیر میں داخل ہو گئی ہیں، ان سے کچھ یہ تاثر ملتا ہے کہ جادو ان فرشتوں کے اپنے اعمال کی خرابی کا حصہ تھا اور بنی اسرائیل اسے موقع غنیمت سمجھ کر ان سے جادو سیکھ رہے تھے۔ یہ تاثر بالکل غلط اور لغو ہے۔

قرآن کریم نے زیر نظر آیات میں پوری طرح کھول کر واشگاف الفاظ

Marfat.com

میں یہ بات سمجھا دی ہے کہ ہاروت ماروت فرشتے ہرگز جادوگر نہ تھے۔ وہ کبھی کسی پر جادو کا عمل نہیں کرتے تھے۔ وہ تو جادو کو کفر سمجھتے اور لوگوں کو اس سے منع کرتے تھے۔ وہ زمین پر لوگوں کو جادو سکھانے نہیں آئے تھے بلکہ ان کی اصلاح کرنے آئے تھے۔ لوگ تو پہلے ہی جادو کی ظلمتوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ فرشتے ان کے لئے ''نذیر عریان'' یعنی صاف صاف ڈرانے والے بن کر اُترے تھے۔انہیں خدا نے جادو کا جو علم دیا تھا وہ لوگوں کو سدھارنے، سنوارنے کی خاطر ایک آزمائش اور امتحان کے طور پر لوگوں کو بتانے کے لئے دیا تھا۔ منشا یہ تھی کہ لوگ جادو سیکھنے کے لئے آئیں اور فرشتے انہیں سخت تنبیہ، وارننگ کے ذریعے اپنے ایمان برباد کرنے سے روکیں۔اس طرح عملی اصلاح کا ایک راستہ کھلے۔

اگر ان فرشتوں کے پاس جادو کا علم نہ ہوتا اور پھر وہ جادو ٹونے میں لگے ہوئے آدمیوں کی اصلاح کرنے نکلتے تو ایسے میں ان کی بات کون سنتا۔ کس کے پاس اتنی فرصت اور ایسا مزاج تھا کہ اصلاح کی باتوں پر کان دھرتا۔ چنانچہ مشیت الٰہی نے کمال مہربانی سے یہ تدبیر فرمائی کہ دو فرشتوں کو جادو کا علم دے کر بابل میں اُتار دیا۔ اب لوگ ان کے پاس جوق در جوق لپک کر آنے لگے۔ جادو سیکھنے کی پیاس لئے۔ ضرورت مند اور محتاج بن کر۔ ایسے میں فرشتے جب انہیں تبلیغ کرتے تو کم از کم وہ مجبوری سے ان کی بات پوری سنتے۔ پھر کچھ لوگ موقع پر ہی سُدھر بھی جاتے۔ اور جو لوگ وقتی طور پر جادو سیکھنے کے غیرمعمولی جوش میں ان کی بات ماننے سے گریز کرتے، بعد میں جب یہ ہیجان ٹھنڈا پڑتا تو ان کے دل و دماغ میں بھی فرشتوں کی وارننگ بازگشت کی طرح اُبھرتی اور یوں کچھ مزید لوگوں کی طبیعت میں ایمان کی قدر و قیمت جاگ اُٹھتی اور وہ جادو کی گمراہی سے چھٹکارا پا لیتے۔ اسی طرح مجھے کہنے دیجئے کہ فرشتوں کے اُترنے سے بابل میں جادو کو رواج نہیں ملا جیسا کہ بعض مفسرین نے سمجھا ہے (تفسیر عثمانی)

Marfat.com

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کے طرزِ عمل نے رفتہ رفتہ لوگوں کی طبیعتوں میں جادو سے بیزاری بھر دی اور اس کا چلن گھٹنے لگا۔

۱۵۹۔ خاوند، بیوی کے درمیان جدائی ڈالنا، یہ تھا وہ سب سے بڑا مطمحِ نظر جس کے لئے بابل میں لوگ ان دو فرشتوں سے جادو سیکھنے کی آرزو لے کر اُمنڈتے۔ آج بھی اگر آپ غور کریں تو خاوند، بیوی، اولاد اور ماں باپ، دیگر رشتہ داروں اور محبت کرنے والوں میں باہم جدائی ڈالنا سحر کے عملیات کرنے، کرانے والوں کا ایک بہت بڑا مطمحِ نظر دکھائی دیتا ہے۔ یہ انسانی مزاج کی ایک عجیب خرابی ہے۔ بھلا دوسروں کے رشتے توڑنے سے لوگوں کو ملتا کیا ہے؟۔ کہیں کہیں کچھ خود غرضی بھی اس میں کارفرما ہوتی ہے مگر عام طور پر جادو سے رشتوں میں جدائی ڈالنے والوں کو کبھی کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ بس ایک ذہنی تسکین کے لئے وہ اتنا بھیانک جرم کرتے ہیں۔ اپنے سینے میں دہکتی آگ بجھانے کے لئے۔ حسد اور بغض کی آگ جس کے شعلے کبھی مدہم نہیں پڑتے۔ اگر ایک طرف کہیں کسی رشتے میں جدائی پڑ بھی جائے تو ان کے حسد و بغض کا رُخ کسی اور طرف مڑ جاتا ہے؛ اور پھر وہی پہلے کی طرح آگ کے شعلے سینے میں دہکنے لگتے ہیں۔

آدم کی ساری اولاد کو ایک بات اچھی طرح اپنے پلے باندھ لینی چاہیے کہ حسد ایک اندرونی بیماری ہے۔ یہ کسی خاص فرد یا گروہ کے خلاف دشمنی یا انتقام کا جذبہ نہیں ہے جو اسے نقصان پہنچا کر دم توڑ دے؛ بلکہ یہ جس سینے میں ایک بار اُتر جائے پھر اس کی رگوں میں ہمیشہ کے لئے دوڑنے لگتا ہے۔ حاسد کسی خاص فرد یا گروہ کا دشمن نہیں ہوتا۔ وہ تو ہر ایک کا دشمن ہوتا ہے۔ حسد اس کے اپنے وجود کا اندرونی ناسور ہوتا ہے جو اسے ایک کے بعد دوسرے اور دوسرے کے بعد تیسرے کے خلاف نبرد آزما کر دیتا ہے۔ یوں حاسد کا سینہ ہمیشہ کسی نہ کسی کے خلاف جلتا رہتا ہے اور وہ ہر وقت کسی نہ کسی فرد، گروہ یا رشتے

Marfat.com

کے خلاف سرگرم عمل رہتا ہے۔ قرآن کی اس آیۂ مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے جادو کے ذریعہ لوگوں کے درمیان بالخصوص شوہر، بیوی میں جدائی ڈالنا ایک قابل نفرت عمل ٹھہرایا ہے۔

اس سے یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ اگر کچھ لوگ جادو کے بغیر بھی اپنی چرب زبانی، غیبت، چغل خوری، اور لڑائی کرانے کی عادت غرض کسی بھی قسم کی دسیسہ کاری کے ذریعہ خاوند، بیوی یا کسی اور رشتے میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کریں تو اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ شدید ترین مجرم اور لعنت کے مستحق قرار پاتے ہیں۔

۱۶۰۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک اور انتہائی اہم اصول یہ دیا ہے:

﴿وما هم بضارين به من احد إلا باذن اللّٰه﴾

''یعنی وہ اس جادو کے ذریعہ کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے مگر اللہ کے اذن سے''۔

پس کھلا کہ دنیا کی کوئی چیز کسی کو از خود نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتی جب تک اللہ کا اذن نہ ہو۔ کوئی بالذات نفع یا نقصان پہنچانے والا نہیں؛ مگر اللہ کے اذن اور اس کی عطا سے نفع نقصان پہنچانے کی صلاحیت بندوں میں پیدا ہو جاتی ہے۔ بالذات کسی مخلوق میں کوئی اختیار نہیں مگر اللہ جب چاہے کسی کو کوئی اختیار عطا فرما دے۔ ذاتی اور عطائی کی تقسیم اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کھول کر بیان کر دی ہے۔ یوں وہ معرکہ آرا مسئلہ جس میں بعض مکاتبِ فکر اختلاف کی شدت میں الجھے ہوئے ہیں، نص قطعی کے ذریعہ حل ہو گیا ہے۔

۱۶۱۔ زندگی کے ازبس اہم اور حساس معاملات میں آدمی اس قدر لا پروا اور غیر سنجیدہ واقع ہوا ہے کہ وہ نفع نقصان کے حقیقی پیمانے فراموش کر دیتا ہے اور

Marfat.com

انہی چیزوں پر ریجھنے لگتا ہے جو بظاہر وقتی فائدہ لئے ہوتی ہیں مگر حقیقت میں دُوررس نقصان کا باعث بنتی ہیں۔ وہ اپنے مشاہدات، تجربات اور کسب علم و ہنر میں بھی صرف انہی چیزوں پر کامل توجہ مرکوز کئے رکھتا ہے جو وقتی لذت، عارضی خوشی اور لمحاتی فائدہ سے کچھ نہیں دیتیں۔ اور قرآن کریم بتاتا ہے کہ ایسی تمام چیزیں بالآخر دُور رس نقصان کا موجب بنتی ہیں۔ پیشِ نظر آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک اصولی بات یوں فرمائی:

﴿یتعلمون ما یضرھم ولا ینفعھم﴾

"یعنی لوگ وہ چیزیں سیکھتے ہیں جو خود انہی کو نقصان پہنچائیں اور نفع کچھ نہ دیں"۔

اب ذرا قارئین محترم آیئے! ہم اپنے طرزِ عمل پر غور کریں۔ اپنی پسند و ناپسند کے پیمانے جانچیں۔ اپنی روز مرہ عادات کو پرکھیں اور دیکھیں کہ ہماری زندگی کا دھارا کس رخ بہہ رہا ہے۔ نفع کی سمت یا نقصان کے رخ پر۔ اور ہاں ذرا یہ بھی فیصلہ کر لیں کہ یہ نفع نقصان حقیقی ہے یا ظاہری۔ لمحاتی ہے یا دیرپا۔ شخصی ہے یا اجتماعی۔ اور یہ کہ صرف دنیاوی ہے یا اُخروی بھی۔ قرآن کریم تو اولادِ آدم کے مزاج میں پائی جانے والے ایک عمومی کمزوری کی نشاندہی کر رہا ہے کہ انسان تھڑدلا، جلدباز اور ظاہر فریب چیزوں پر ریجھنے والا، خود پر ظلم ڈھانے والا نادان ہے،

نوع بشر میں صرف انبیاء کرام ہی وہ مقدس طبقہ ہے جن کی طبیعت اور مزاج کا ہر رخ پاکیزگی، تقدس اور سُندرتا لئے ہوئے ہے۔ پھر وہ لوگ ہیں جو انبیاء کرام کی پیروی اپنا کر نفس نفس ان کی غلامی میں جیتے اور قدم قدم ان کی راہوں پر چلتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو اپنے مزاج کی کمزوری پر قابو پا کر

Marfat.com

اسے خدا کی پسندیدہ راہ پر ڈال دیتے ہیں۔ باقی لوگ عام طور پر اپنے مزاج کی سطحیت کے شکار ہو کر خسارہ ہی خسارہ اُٹھاتے ہیں۔ قارئین محترم! آیئے ایک تمنا تو کم از کم اپنے دل میں ہم جگا لیں کہ خدائے ذوالجلال ہمیں پیروی رسول ﷺ کی راہ پر استقامت نصیب فرمائے آمین۔

۱۶۲۔ آیہ مقدسہ کے اسی ٹکڑے ﴿وَ یَتَعَلَّمُونَ مَایَضُرُّھُمْ وَلَا یَنْفَعُھُمْ﴾ سے ایک چیز اور کھل کر سامنے آ رہی ہے کہ دنیا میں علم و ہنر کی چار قسمیں ہیں:

۱۔ وہ علم یا ہنر جس میں نفع ہی نفع ہے۔

۲۔ وہ علم یا ہنر جس میں نقصان ہی نقصان ہے۔

۳۔ وہ علم یا ہنر جس میں نفع غالب ہے۔

۴۔ وہ علم یا ہنر جس میں نقصان غالب ہے۔

اس تقسیم میں ایک بات واضح رہنی چاہیے کہ یہاں نفع اور نقصان سے مراد وہ ہے جو اللہ رب ذوالجلال کی نگاہ میں نفع، نقصان ہو۔ انسانی مزاج اور معیار کی بات یہاں نہیں ہو رہی۔ اب اگر آپ غور کریں تو دنیا کے تمام ممکنہ علوم، فنون، مہارتیں، افعال و اعمال، اشیاء و خواص غرض جملہ مخلوقات ان چار ہی دائروں میں سمٹ آتی ہیں۔ اور خدا کا حکم نوع بشر کے لئے بس یہی ہے کہ وہ ہر اس چیز، ہر اس علم و فن اور ہر اس فعل و عمل سے ہمیشہ بچتا رہے جس میں غالب یا سراسر نقصان پایا جائے۔ اور صرف انہی علوم و فنون کو سیکھے اور بس انہی اشیاء و اعمال کو اپنائے جن میں سراسر نفع یا کم از کم غالب نفع موجود ہو۔ یہی قرآن کا فیضان ہے اور یہی اس آیت کا عرفان۔

Marfat.com

بقرہ: ۱۰۴

۱۶۳۔ قارئین محترم! اس آیۂ کریمہ کے مفہوم پر ذرا غور کیجئے:

(''اے ایمان والو! تم (نبی کریم ﷺ کی خدمت میں) لفظ ''راعنا'' نہ کہا کرو بلکہ ''انظرنا'' کہو اور پہلے ہی پوری توجہ سے سنا کرو (تاکہ تمہیں یہ بھی کہنے کی ضرورت نہ پڑے) اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے''۔)

اس آیت کی شانِ نزول یہ ہے کہ مجلس میں حضور سیّد عالم ﷺ کی گفتگو کے دوران بعض اوقات صحابۂ کرام کوئی بات دوبارہ سننا چاہتے تو یوں عرض کرتے: (راعنا یا رسول اللہ ﷺ) اس کا لفظی معنی ہے: ہماری رعایت فرمایئے۔ یہود اس لفظ کو بگاڑ کر (راعینا) کہتے یا اپنی لغت میں سوء ادب کا معنی مراد لیتے اور اس طرح تنقیصِ رسول ﷺ کا پہلو نکال لیتے۔ بے ادبی کے ایسے تمام امکانات کا ہمیشہ کے لئے سدِ باب کرنے کی خاطر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا کہ اے مسلمانو! (راعنا) کا لفظ مت کہو بلکہ (انظرنا) کہو جس کا معنی ہے: ہم پر نگاہِ کرم فرمائیں۔ نیز اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ہدایت فرمائی کہ بارگہ رسول ﷺ میں اس طرح ہمہ تن گوش، سراپا توجہ اور مجسم ادب بن کر رہا کرو کہ بات سننے اور فیضیاب ہونے میں بھی ذرہ بھر کمی، کوتاہی نہ ہونے پائے۔ اور ہاں یہ بھی جان لو کہ توہین رسالت کفر ہے اور کفر کی سزا دردناک عذاب۔

☆ قارئین محترم! یہ ہے اس آیۂ مقدسہ کا مفہوم۔ اب کچھ دیر آیئے ہم بارگہ رسول ﷺ میں حاضری اور حضوری کا تصور باندھ کر بیٹھیں۔ اس طرح کہ نبضیں کچھ ڈوبتی ہوئی لگیں۔ سانسیں بھی ٹھہر ٹھہر آہستہ سے چلیں۔ دھڑکنوں میں عشق کا ایک اضطراب ہو، مگر یہ اضطراب بھی ایک پرسکون خاموشی میں ڈھل

Marfat.com

جائے۔بدن کے ریشے ریشے میں ایک کیف سا جھومے، مگر یہ کیف بھی اک سوزِ پنہاں کی تپش محسوس ہو۔ روح کی پاتال سے ایک نغمگی ابھرے، مگر اس نغمگی کا زیروبم سارا پگھل کر آنسوؤں میں بہہ جائے۔ آنکھیں ادب کی روشنی کا ایک ہالہ سا بُنیں۔ ایسا ادب جس پر فرشتوں کی حیا کو ناز ہو۔جس پر خدا اپنے کرم کی اُجلی چادر تان دے۔ ہاں اے میرے قارئین! آؤ کہ ہم حسن ادب کے اس مقدس ہالے میں خود کو سمو کر بیٹھیں اور پھر سُنیں کہ عرشِ اعظم سے اترتی آ رہی ہے یہ صدا ؎

آہستہ سانس لو کہ خلافِ ادب نہ ہو
بڑھکر ہے کل جہاں سے حُرمت رسول ﷺ کی

☆ قارئین محترم! عرش والے کو اپنے محبوب ﷺ کی حرمت کا کتنا پاس ہے۔ اس کا اندازہ اس کی ساری مخلوق مل کر نہیں لگا سکتی۔ یہ تو بس اس کے کرم کی بات ہے کہ وہ کس کس کو چن لیتا ہے اپنے محبوب ﷺ کی بارگاہ کا ادب سکھانے کے لیے۔ جس طرح ہم آج خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں ایمان والے گھرانے میں پیدا کیا، اور کافروں کو ہم خدا کے اس کرم سے محروم گردانتے ہیں؛ اسی طرح ہمیں یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ خدا مسلمانوں میں سے جن کو اپنے رسول ﷺ کی تعظیم و توقیر اور حسن ادب کی توفیق سے نوازتا ہے وہ یقیناً بہت ہی خوش قسمت اور بلند مرتبہ مومن ہیں۔ جبکہ دوسری طرف ہیں گمراہی کی پستیوں میں گرے ہوئے وہ لوگ جنہیں خدا نے اپنے محبوب ﷺ کی تعظیم و توقیر کا حق پہچاننے کی سعادت سے محروم رکھا۔

اب چاہے یہ لوگ توحید کی حفاظت کے نام پر ہی تنقیصِ رسالت کا شیوہ اپنائے بیٹھے ہوں، بہرحال ان کے ماتھے پر سجی ہے بدنصیبی کی ایسی کالک جو خود انہیں تو نظر نہیں آتی لیکن جسے خدا کی اس بھری کائنات کا ذرہ ذرہ دیکھ رہا

Marfat.com

ہے۔ ایسی کالک جو زندگی بھر انہیں کبھی خدا کی چاہتوں کے دروازے پر جھکنے نہیں دے گی۔ جو حسن ازلی کے دائمی پیار سے انہیں ہر آن نبرد آزما ہی رکھے گی۔ جو ان کے تن بدن میں ہمیشہ محبوبِ خدا کے خلاف بغض کی نئی خساست اُنڈیلتی رہے گی۔ جو ان کے دل، دماغ اور روح پر سدا گہن برساتی رہے گی۔اے پڑھنے والو! یاد رکھنا۔ جس شخص کے مزاج میں تنقیص رسالت کے اندھیرے بھر جائیں، پھر اس کی روح کے کسی ایک بھی دریچے میں ہدایت کا کوئی چراغ کبھی روشن نہیں ہوتا۔اس کے مقدر کی یہ سیاہی حشر میں بھی دُھل نہ پائے گی کیونکہ ایسے شخص کو یہ بات کبھی بھی سمجھ نہیں آتی کہ:

> ''خدا کو اپنے محبوب ﷺ سے کتنا بے بہا پیار ہے اور وہ کس طرح اس پیار کے بیکراں سمندر میں اپنی ساری مخلوق کو ڈبو دینا چاہتا ہے۔ ہر ایک کو سراپا عشق و تعظیم مصطفیٰ ﷺ کے پیکر میں ڈھال کر''۔

☆ قارئین محترم !بارگہِ رسالت میں باادب حضوری کے جس مقدس نورانی ہالے میں خدا کی رحمتوں کے سائے تلے ہم بیٹھے ہیں ، ابھی کچھ دیر میرے ساتھ یہیں رہیے کہ ہم قرآن کی اس آیت سے تعظیم رسول ﷺ کی خوشبو لیں اور اپنے مشام جاں کو ذرا اور معطر کرلیں؛ مگر پہلے آیئے اپنی روح کی پاتال میں اتر کر اتنا تو دیکھ لیں کہ آیا کوئی پرچھائیں کسی بے ادبی کی ہمارے وجود کے کسی گوشے پر تو کبھی نہیں اتری ۔کسی بے ادب کی سنگت نے ہمارے من کی پوتر کھیتی میں تنقیصِ رسالت کا کوئی آزار تو کبھی نہیں بویا ۔ہاں ذرا اچھی طرح کرید کرید کر دیکھئے گا تاکہ وجود کی کسی پرت میں ،کہیں بے ادبی کے کسی غیر ارادی عنصر کا کوئی شائبہ ،کوئی واہمہ چھپا نہ ہو ۔اور اگر خدانخواستہ کہیں کوئی شائبہ ایسا محسوس ہو تو اسے فوراً کھرچ کھرچ کر نکال پھینکئے اپنے وجود سے باہر ۔تڑپ تڑپ کر

Marfat.com

خدا کی بارگہ میں توبہ کیجئے اور سراپا عاجزی ، شرمندگی،لاچاری کا پیکر بنے دہلیز مصطفیٰ ﷺ پر اپنا سر جھکا دیجئے ۔دل میں یہی اک آرزو بسائے اور ہونٹوں پہ بس یہی التجا سجائے کہ :

"آقا ﷺ میں شرمندہ ہوں اپنے جرم بے ادبی پر۔ مجھے معاف فرما دیجئے اور اپنی چادرِ رحمت کی ٹھنڈی، مہکی چھاؤں میں بسا لیجئے"

☆ ہاں؛ اے میرے قارئین!اب ہم اس مقام ،اس منزل پر آپہنچے ہیں، جہاں قرآن کی اس آیت کے ہم شایانِ خطاب ٹھہرتے ہیں۔ اپنے دل ودماغ کے ہرہر گوشے کو ،بدن کے ہر ہر ریشے کو اور وجود کے ہر ہر ذرے کو تنقیص رسالت کے ہر امکا ن ،ہر شائبے اور ہر واہمے سے بالکل پا ک کر لینے کے بعد ہم اس ماحو ل، اس آہنگ اور اس کیفیت میں اترے ہیں جہاں ہماری روح اس آیت کے مفاہیم اپنے اندر جذب کر سکے ۔عشق رسول اور تعظیم مصطفیٰ ﷺ کا وہ سندر، کومل احساس جو یہ آیت اپنے مخاطبین کے شعور میں انڈیلنا چاہتی ہے ،ہم اب اس قابل ہوئے ہیں کہ اسکی تمنا اپنے وجود کی پہنائیوں میں جگا سکیں ۔

یاد رکھیے! ہر شخص قرآن کی ہر آیت کا مفہوم سمجھنے اور پانے کا اہل نہیں ہوتا ۔جیسے وہ لوگ جوسرے سے خدا کا وجو دہی نہیں مانتے، اس کا تصور ہی نہیں رکھتے بھلا انہیں خدا کی حمد وتسبیح اور اس کی عبادت کا لطف کیا معلوم ، اور آیات نماز کا ان سے خطا ب کیا معنی ؟۔ اسی طرح یہ بھی جان لیجئے کہ اگر کوئی شخص محبوب خدا کی عظمتوں کا ادراک ہی نہیں رکھتا ،نہ اسے یہ معلوم کہ خدا اپنے محبوب خدا ﷺ سے کتنا پیار کرتا ہے اور نہ ہی یہ خبر کہ اللہ اپنے رسول ﷺ کے ہر ہر امتی، کو ان کی محبت اور تعظیم میں کس قدر بے پناہ والہانہ پن میں ڈوبا ہوا دیکھنا چاہتا ہے؛ تو خود ہی سوچ لیجئے کہ ایسا شخص قرآن کی اس آیت سے بھلا کیا

Marfat.com

سروکار رکھے گا جو اسے یہ سمجھا نا چاہتی ہے کہ !

"زباں سے کبھی کوئی ایسا لفظ نہیں نکلنا چاہیے جو محبوب خداﷺ کی تعظیم و تقدیس کے شایاں نہ ہو"

☆ قارئین محترم! یہی وجہ ہے کہ آپ قرآن کے ایسے مفسرین بھی دیکھیں گے جو تنقیصِ رسالت کے ماحول میں پروان چڑھے ہیں اس لئے وہ تعظیمِ رسول ﷺ کی آیات کے مفاہیم میں اترنے کی ضرورت محسوس کئے بغیر یونہی سرسری طور پر ایسی ہر آیت کے پاس سے گزر جاتے ہیں بلکہ زیادہ واضح لفظوں میں بائی پاس (Bye Pass) کر جاتے ہیں ۔دور کیوں جائیں ذرا اسی پیش نظر آیت کی مثال لیجئے :میں نام نہیں لیتا،آپ خود ایسے مفسرین کو پڑھ لیجئے جو تنقیص رسالت کا شیوہ رکھتے ہیں ۔وہ اس آیت کا تعلق بس گزری ہوئی تاریخ کے ایک واقعہ سے جوڑ کر گزر جاتے ہیں۔گویا ان کی نظر میں اس آیت کے اندراللہ تعالیٰ نے تعظیم رسول ﷺ کا جو حکم دیا ہے اس کا ہم سے کوئی واسطہ ہی نہیں ؛وہ تو بس عہد رسالت میں موجود صحابہ اور یہود کے ایک خاص لفظ بولنے سے متعلق ہے اور بس ۔ ان کے نزدیک تو یہ آیت گویا ایسی ہے جیسے گزرے ہوئے زمانے کی ایک کہانی ہو جو کتاب میں آگئی ہے ۔

جبھی تو دنیا نے اس طرح کے بعض مفسرین کو خود اپنے قلم سے بارگہِ رسالت میں شدید تنقیص بھرے الفاظ لکھ گزرتے اور پھر ان پر اپنے وجود کی پوری تندی اور سختی کے ساتھ اکڑ کر جمے رہتے دیکھا ہے ؛ اور سچ یہ ہے کہ بڑی حیرت، بڑی نفرت سے دیکھا ہے۔تو کیا خیال ہے قارئین محترم ! اب بھی آپ کو میری یہ بات سمجھ آئی کہ نہیں ۔کونسی بات؟ارے یہی کہ جب تک ہمارا دل و دماغ کا ہر ہر زاویہ اور ہماری ذات کا ہر ہر رشتہ تنقیصِ رسالت کے ہر پہلو ،ہر عنصر سے پوری طرح ٹوٹ نہ جائے ،پاک نہ ہو جائے تب تک قرآن کی یہ آیت ہمیں

Marfat.com

اس قابل ہی نہیں گردانتی کہ اپنا مخاطب ہمیں بنائے ،اپنا مفہوم ہمیں سمجھائے اور اپنی برکتوں سے ہمیں نوازے ۔

☆ دیکھئے زندگی کی بہت سی سطحیں ہیں اور ہر سطح پر لوگ جیتے ہیں۔ کوئی پست سطح پر گھٹیا ماحول میں جیتا ہے ۔کوئی اعلیٰ سطح پر برتر ماحول میں جیتا ہے ۔ ایک خوشبو میں سانس لیتا ہے، ایک بدبو میں ۔وہ مہک سے نکلے تو مر جائے اور یہ مہک میں اترے تو مر جائے ۔ایک گداگری میں دوسروں کی خیرات پر پلتا ہے اور ایک وہ ہے جو ہر وقت خیرات لٹاتا ہے ۔ایک کھانے کیلئے جیتا ہے اور ایک جینے کے لئے کھاتا ہے۔ ایک عبادت سے گھبراتا ہے اور ایک عبادت چھوڑنے سے گھبراتا ہے ۔ایک کی عشق سے جان جاتی ہے ا ور ایک عشق میں جان لٹاتا ہے۔ ایک اہلِ حق پہ ستم ڈھاتا ہے اور ایک حق کی خاطر ستم اٹھاتا ہے۔ ایک اہل مدینہ کو رُلاتا ہے اور ایک یادِ مدینہ میں روتا ہے ۔ایک کی آنکھوں میں گنبدخضرا کھلتا ہے اور ایک کی آنکھوں میں دن رات یہ بستا ہے ۔ایک کا سینہ ذکرِرسول ﷺ سے جلتا ہے اور ایک کا سینہ ذکر رسول ﷺ میں پگھلتا ہے ۔ایک تعظیم مصطفیٰ ﷺ کی آیات سے سرکتا ہے اور ایک ان آیا ت پہ مچلتا ہے۔ پھر ان دو کے بیچ میں جیون کی ہزاروں سطحیں اور ہیں ۔

خود قرآن میں زندگی کی بہت سی سطحیں بیان ہوئی ہیں ۔آخر منافقین، مشرکین ،کافرین ،مومنین ،صالحین ،شہداء،صدیقین اور انبیاء یہ بھی تو زندگی کی سطحیں ہی ہیں۔ پھرفاسقین، مجرمین، ظالمین، تائبین ، عابدین، صابرین، خاشعین، شاکرین، قانتین، ذاکرین، متقین، مقربین، یہ اور ایسے دیگر اوصاف بھی تو زندگی کی مختلف سطحوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔

اسی طرح محبت رسول اللہ ﷺ اور تعظیم مصطفیٰ ﷺ کی مختلف سطحیں ہیں ۔ہر سطح پر کچھ لوگ جیتے ہیں۔ اب یہ اپنے اپنے نصیب کی بات ہے کہ کون

Marfat.com

ادنیٰ سطح پر جیتا ہے اور کون اعلیٰ سطح پر ۔ خدا نے اپنے محبوب ﷺ کی تعظیم کرنے کا حکم دیا ہے ؛اور اس تعظیم کا حق ادا کرنے کے باریک سے باریک گوشے سکھائے ہیں ۔وہ چاہتا ہے لوگ اس کے رسول ﷺ کی محبت ،اتباع اور تعظیم کی بلند تر سطح پر جئیں اور اس سطح پر پہنچنے کے لئے انہیں راستے دکھاتا ہے ،آداب بتا تا ہے اور غلطیوں سے بچنے کی احتیاط سکھاتا ہے۔ اب یہ سوچنا ہمارا کا م ہے کہ آیا ہم خدا کے اس حکم کی تعمیل میں آگے بڑھیں اور اس کی خوشنودی کا راستہ ڈھونڈیں یا تنقیص کا شیوہ اپنا کر خدا کو ناراض کرلیں اور یوں اپنی عاقبت برباد کر بیٹھیں۔ایک راستہ ایمان کا جو تعظیم رسول ﷺ کی منزلوں سے ہوکر نجاتِ اخروی کی سمت بڑھتا ہے اور دوسرا کفر کا جو تنقیص رسالت کی وادیوں میں بھٹکتے آدمی کو بالآخر دائمی عذاب کی رسوائیوں میں جھونک دیتا ہے۔

☆ قارئین محترم!ہوسکتا ہے آپ کہیں ،یہ بات کچھ طویل ہوگئی ہے مگر شاید آپ کو معلوم نہیں کہ تعظیم رسول ﷺ کی بات سمجھانے میں توخود اللہ تعالیٰ نے باریک سے باریک تفصیلات کا احاطہ کیاہے اور گفتگو کو خوب کھول کر پھیلایا ہے۔کم وبیش قرآن کی ہر بڑی سورت میں تعظیم رسول اللہ ﷺ کے چند گوشے ضرور اجاگر ہوئے ہیں؛ اور رہ گئیں چھوٹی سورتیں تو ان میں اکثر کا موضوع کلام ہی عظمت رسول ﷺ کا کوئی نہ کوئی پہلو ہے۔ جہاں بظاہر آپ کو ایسا نہ لگے وہاں بھی ذرا اپنے دل سے حجابِ غفلت ہٹا کے کچھ دیر آغوش قرآن میں بیٹھئے گا ۔مجھے یقین ہے قران کی ہر چھوٹی سے چھوٹی سورت ایک نہ ایک گوشہ تعظیم رسول ﷺ کا آپ کے دل میں انڈیل کر رہے گی ۔اور یہی ہے وہ حقیقت جو اپنے قارئین کے ذہن وشعور تک پہنچانے کے لئے اس آیت کے حوالے سے میں نے یہ ساری گفتگو کی ہے ۔منشایہ تھی کہ بظاہر جس آیت کو مفسرین عہد رسالت کے ایک واقعہ سے جوڑکر سرسری گزر جاتے ہیں،اسی آیت میں رہتی دنیا مسلمانوں کے لئے

Marfat.com

خدا کا حکم اور پیغام سمجھنے کی کوشش کی جائے اور اس کوشش کے لئے جو ماحول ،جو مزاج اور جو کیفیت درکار ہے اسے اپنا لیا جائے اور خود کو اس میں جذب کرلیا جائے ۔

☆ یہ آیت ہمیں سمجھاتی ہے کہ تنقیص رسالت کا ارتکاب اگر بے ارادہ بھی ہو تو جرم ہے۔کوئی شخص اگر ایسا لفظ سوچے ،بولے یا لکھے جس سے تنقیص رسالت کا شائبہ نکلتا ہو تو اسکی نیت یا ارادے کو نہیں دیکھا جائے گا، بلکہ اسے توہین رسالت کا مجرم گردانا جائے گا ۔اگرا یسا نہ ہو ہر مجرم توہین رسالت کرتا پھرے اور مؤاخذہ پر یہ کہہ کر چھوٹ جائے کہ میری نیت توہین کی نہیں تھی۔برصغیر کے جن چند لکھاریوں نے توہین رسالت کے الفاظ برملا لکھے اور پر ان پر اصرار کے ساتھ جمے رہے ،خود وہ اپنے بارے میں اور اپنے بزرگوں کے بارے میں اس قدر حساس تھے کہ کبھی کسی شخص کی زبان یا عمل سے ذرہ برابر بے ادبی کا واہمہ بھی برداشت نہ کرتے مگر وائے بدنصیبی کہ اللہ کے محبوب اور دوجہاں کے آقا حضور سید المرسلین ﷺ کی شان اقدس میں انتہائی تنقیص بھرے کلمات لکھنے،بولنے سے انہیں کبھی شرم نہ آئی۔

شاید وہ لوگ خود کو قرآن کی ان آیاتِ مقدسہ کا مخاطب ہی نہ سمجھتے ہوں جن میں تعظیم رسول ﷺ کا حکم اترا ہے۔پھر میں کیوں نہ یقین کر لوں کہ وہ زندگی کی سب سے گھٹیا سطح پر جی رہے تھے۔کیونکہ اعلیٰ سطح پر پر جینے والوں میں اہل ایمان،اولیاء کرامؒ اور صحابہ عظامؓ ایسے بلند پایہ نفوس ہمیشہ خود کو تعظیم رسول اللہ ﷺ کی آیات کا مخاطب سمجھتے رہے اور تنقیص کے ہر شائبے سے بچ کر جیتے رہے۔معلوم ہوا کہ زندگی کی اعلیٰ سے اعلیٰ سطح پر فائز کوئی ایک بھی فرد اللہ تعالیٰ کے اس کے حکم سے باہر نہیں ہے کہ:

"میرے محبوب ﷺ کی شان میں کسی قسم کی تنقیص یا کمی کا

Marfat.com

شائبہ رکھنے والا کوئی لفظ یا کوئی عمل کبھی کسی سے سرزد نہ
ہونے پائے"

اب میرے قارئین محترم !آیئے ہم خود سوچ لیں کہ آیا ہمیں تعظیم رسول ﷺ کی بلند تر سطح پر جینے والے انسانوں کی سنگت چاہیے یا پھر ہم خود کو تنقیص رسالت کا شیوہ رکھنے والے گھٹیا لوگوں کے ساتھ جوڑ کر زندگی کی پست ترین سطح پر گرا دینا چاہتے ہیں ۔ہاں اتنا یاد رکھنا کہ اگر بلندیوں کی سمت چلے تو قرآن تم سے گفتگو کرتا رہے گا۔علم وحکمت کے اجالوں سے تمہارے سینے کو منور کرتا رہے گا اور تمہیں اپنی آغوشِ نور میں سمیٹ کر قدم قدم خدا کے قرب کی اعلیٰ منزلوں سے ہمکنار کرتا ہوا با لآخر حریم قدس کے جلووں میں پہنچادے گا۔"

بقرہ: ۱۰۵

۱۶۴۔ اہل کفر کوئی بھی ہوں، وہ نہیں چاہتے کہ مسلمانوں پر اللہ کی طرف سے کسی قسم کی خیر اُترے۔یہ مزاج دل کی تنگی، حسد و بغض اور قومی عداوت سے پیدا ہوا ہے۔ مذہبی وحدت دلوں کو جوڑتی ہے اور مذہبی افتراق دلوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیتا ہے۔ پھر اسلام دنیا میں وہ تنہا مذہب ہے جو آفاقیت کی شان لئے ہوئے ہے۔ اسلام نے بتایا کہ خدائے ذوالجلال پوری کائنات کا رب ہے۔ رسول کریم ﷺ تمام مخلوقات کے لئے رحمت ہیں۔ قرآن ساری انسانیت کے لئے ہدایت ہے۔ کعبۃ اللہ ساری اولاد آدم کے لئے مرکز امن ہے اور اسلام کسی زمانے، کسی نسل، کسی علاقے کا دین نہیں، بلکہ پوری بشریت کے لئے رہتی دنیا اب اسلام ہی تنہا دین حق ہے۔ یہ ہے وہ آفاقی سوچ اور مزاج جو اسلام نے اپنے ماننے والوں میں پیدا کیا ہے۔ اس لئے مسلمان کبھی کسی قوم کے خلاف کسی قسم کے حسد، بغض یا تنگدلی میں مبتلا نہیں ہوتے۔ وہ سب کے ہمدرد، سب کے

Marfat.com

خیر خواہ اور سب کو ہدایت کی راہ دکھانے والے ہیں۔ ہر مسلمان کا دل تڑپتا ہے کہ ساری دنیا حق کی راہ اپنا لے تا کہ دوزخ کی آگ سے بچ جائے۔

۱۶۵۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنی خاص رحمتوں سے نوازتا ہے۔ پھر بھلا کسی کو کسی کے خلاف حسد کس بات کا۔ جب دینے والا اللہ ہے۔ سب کو سب کچھ اسی نے دیا ہے، پھراس دینے والے کی شانِ عطا پر حسد کیوں؟۔اگر یہ بات انسان کو سمجھ آجائے تو دنیا کے سب جھگڑے، سارے فتنے مٹ جائیں۔ قرآن بتاتا ہے کہ دنیا کے سب فتنے اسی مزاج کی تنگی، دل کے بغض اور باہمی حسد کی کوکھ سے جنم لیتے ہیں۔ دل کشادہ ہوں تو جھگڑے پنپ نہیں سکتے۔کاش! انسانیت دلوں کی تنگی کا علاج کہیں سے ڈھونڈ لے۔ جسم کی سب بیماریوں کا علاج تو میڈیکل سائنس نے دریافت کر لیا، پر دل کی اس بیماری کا علاج انسانیت کو سب سے پہلے اور سب سے بڑھ کر چاہیے تاکہ دھرتی کے کونے کونے میں بھڑکتے نفرتوں کی آگ کے شعلے کچھ مدھم پڑیں اور اولادِ بشر کو سکھ کی چند گھڑیاں نصیب ہوں۔

بقرہ: ۱۰۶- ۱۰۸

۱۶۶۔ احکام شریعت میں نسخ اور تبدیلی پر یہود اور مشرکین یہ طعن کرتے تھے کہ قرآن گھڑی ہوئی کتاب ہے ورنہ جن احکام و آیات کو خدا نے اب منسوخ کر دیا ہے، کیا اسے پہلے معلوم نہ تھا کہ انہیں منسوخ کرنا پڑے گا لہذا وہ اس وقت نازل ہی نہ کرتا۔ کفار مکہ تو خیر ہدایت آسمانی سے بے بہرہ تھے مگر یہود کی پوری تاریخ شریعتوں کے نسخ و تبدیل سے بھری پڑی ہے انہیں یہ اعتراض کرنے سے پہلے اپنے گریبان میں جھانک لینا چاہیے تھا۔ نسخ و تبدیل خدا کی مرضی پر ہے۔ وہ مقتدر حقیقی (Absolute Sovereign) جب چاہے کوئی حکم اپنے بندوں پر لاگو کر دے اور جب چاہے اسے منسوخ کر دے۔

Marfat.com

انسان ذرا خود اپنے معاملات پر ہی غور کر لے۔ کیا وہ اپنے غلاموں اور اپنے تابع فرمان لوگوں کو اپنی مرضی سے بدل بدل کر حکم نہیں دیتا رہتا حالانکہ اس کا علم، اس کی سمجھداری اور اس کا اختیار بہت محدود اور عارضی ہے۔ پھر بھلا اس رب قادر و قیوم پر اعتراض کی جرأت کس کو ہے جو زمین و آسمان کی ہر شئے کا خالق ہے؛ اور سب کا مالک، سب کا حاکم بھی وہی۔ اس کا علم بے پایاں، اس کا اختیار لا محدود اور اس کی مرضی سب پر حاوی ہے۔ وہ اپنے احکام ہی نہیں، جب چاہے ان کی حکمتیں بھی بدل دے۔

انسان تو اپنے بنائے ہوئے صرف قوانین ہی بدل سکتا ہے۔ ان کی حکمتیں، اثرات اور نتائج نہیں بدل سکتا کیونکہ وہ اس کے دائرہ اختیار سے باہر ہیں لیکن خدائے ذوالجلال ہر چیز کا مالک ہے۔ احکام کا بھی اور ان کے نتائج و اثرات کا بھی۔ وہ چاہے تو صرف احکام بدل دے اور نتائج و اثرات وہی پرانے رکھے ۔ اور چاہے تو احکام نہ بدلے، صرف اثرات بدل دے؛ اور جب چاہے دونوں نئے اُتارے۔ احکام بھی نئے اور اثرات بھی نئے۔ اسی طرح وہ چاہے تو احکام کو حالات کے مطابق رکھے۔ اور چاہے تو حالات بدل دے اور احکام وہی رکھے، یا چاہے تو حالات وہی رکھے اور احکام بدل دے۔ اور اگر چاہے تو دونوں ہی بدل دے۔ یہ سب اس کی مرضی اور اختیار کی بات ہے۔ کوئی اسے مانے یا نہ مانے، اس کی قدرتوں میں فرق نہیں پڑتا۔

☆ قارئین محترم! نسخ کے بارے میں جو بات میں نے اوپر بیان کی ہے اسے ذرا گہرائی میں جا کر سمجھئے گا۔ یہ بہت اہم بات ہے اور عام طور پر نسخ کے بارے میں جو کچھ کہا، لکھا جاتا ہے اس سے ذرا مختلف ہے۔ عام طور پر تفسیر اور فقہ کی کتابوں میں نسخ کی توجیہہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ:

"انسانوں کی ضروریات اور حالات کے تقاضوں کے مطابق

Marfat.com

احکام میں نسخ اور تبدیلی ہوتی ہے۔ نیا حکم نئے حالات کی وجہ سے اُترتا ہے؛ اور اب یہی حکم بہتر ہوتا ہے جبکہ پرانے حالات میں پرانا حکم بہتر تھا''۔

اسلامی شریعت کے تناظر میں نسخ پر جو کچھ بھی لکھا گیا کم و بیش اسی فلسفے کے گرد گھومتا ہے کہ:

''حالات اور ضروریات کے مطابق اللہ تعالیٰ احکام کو منسوخ یا تبدیل کرتا ہے۔ بدلے ہوئے حالات میں چونکہ پرانا حکم قابل عمل نہیں رہتا لہذا اللہ تعالیٰ اسے منسوخ کر کے نیا حکم اتار دیتا ہے''۔

معاف فرمایئے گا! یہ منطق انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کے بارے میں تو چل سکتی ہے لیکن اللہ کے احکام پر اسے لاگو کرنا تقدیسِ الوہیت کے منافی ہے۔ اس سے تو یوں لگتا ہے کہ انسانوں کی طرح معاذ اللہ خدا بھی حالات کے تابع ہے۔ جس طرح انسان حالات کو نہیں بدل سکتے لہذا نئے حالات کے لئے نئے قوانین بنانے پڑتے ہیں شاید اسی طرح خدا کو حالات کے معاملہ میں کوئی دخل نہیں۔ گویا حالات خود بخود بدل جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو بس ان کی رعایت کرتے ہوئے اپنے احکام بدلنے پڑتے ہیں۔

قارئین محترم! کوئی مسلمان فقیہ، عالم، مفسر، محدث یا محقق اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔ پھر بھلا کہاں سے آئی ہے یہ غلط بات؟ دراصل نسخ کے صحیح مفہوم اور حقیقی تصور کو نہ سمجھنے سے یہ غلط بات پیدا ہوئی ہے۔ لوگوں نے نسخ کا عام معنی لیا اور اسے خدا کے بارے میں جڑ دیا۔ یوں انسانوں کی طرف سے نسخ اور خدا کی طرف سے نسخ کا فرق مٹ گیا اور دونوں ہی

Marfat.com

صورتیں حالات کے تابع نظر آنے لگیں۔ حد یہ کہ بعض فرقوں میں ''بداء'' کا فاسد نظریہ پیدا ہو گیا جس کا مفہوم یہ ہے کہ ''اللہ تعالیٰ کو بعض اوقات کوئی فیصلہ کرنے یا حکم دینے کی بعد آگے چل کر کسی مرحلہ پر کوئی نئی صورت زیادہ بہتر معلوم ہوتی ہے۔ معاذ اللہ''۔

☆ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں دو مقامات پر نسخ کے بارے میں کفار کے اعتراض کا جواب دیا اور دونوں ہی جگہ نسخ کو اپنی قدرت، اپنے اختیار اور اپنی مرضی و مشیت سے جوڑ کر بیان کیا ہے۔ سارے قرآن میں کسی ایک بھی جگہ اللہ تعالیٰ نے نسخ کو حالات اور ضروریات کے تابع نہیں دکھایا۔ ہر جگہ پوری وضاحت سے یہی فرمایا ہے کہ:

''نسخ خدا کی مرضی اور اختیار کے تحت ہے۔ وہ جب چاہے جو حکم منسوخ کر دے اور اس کی جگہ ''بہتر یا اس جیسا'' حکم جو چاہے لاگو کر دے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے''۔

قارئین محترم! سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۰۶ کی اس تعبیر پر ذرا غور تو کیجئے کہ: (ہم جس آیت کو منسوخ کریں یا بُھلا دیں تو اس سے بہتر یا اِس جیسی دوسری آیت لے آتے ہیں)۔ ''اس سے بہتر یا اس جیسی'' کے الفاظ صاف اعلان کر رہے ہیں کہ ایک حکم کو منسوخ کرنا اور اس سے بہتر یا اس جیسا دوسرا حکم لانا بس خدا کی مرضی، پسند اور اختیار کا معاملہ ہے۔ جو حکم منسوخ ہوا ہے وہ چاہے تو اس کی جگہ بہتر حکم اتار دے اور چاہے تو اسی جیسا نیا حکم دے دے۔ وہ نسخ اور تبدیلی کا فیصلہ حالات اور ضروریات کے تحت نہیں ،بلکہ صرف اور صرف اپنی مرضی اور اختیار کے تحت کرتا ہے۔ حالات اور ضروریات اس پر اثر انداز نہیں ہوتیں۔ پس اولادِ آدم کو یاد رکھنا چاہیے کہ:

Marfat.com

''حالات خدا کو احکام بدلنے پر آمادہ نہیں کرتے۔ وہ چاہے تو حالات بدل دے اور چاہے تو احکام۔ سب دنیا اس کی چاہت کے تابع ہے اور وہ جو کچھ کرتا ہے سب اپنی چاہت سے کرتا ہے''۔

☆ قارئین محترم! ہو سکتا ہے آپ سوچیں، یہ بات تو ہر کوئی جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ حالات کے تابع نہیں، اپنی مرضی کا مالک ہے۔ پھر میں نے یہاں نسخ کے حوالے سے اس بات پر اتنا زور کیوں دیا اور اتنی تفصیل کیوں لکھی ہے۔ ایسا میں نے اس لئے کیا ہے قارئین محترم! کہ اس وقت پوری دنیا میں ایک زبردست شور مچا ہوا ہے اسلامی شریعت کے احکام کے خلاف۔ ہر جگہ سے آوازیں آرہی ہیں کہ:

''اسلامی شریعت کے احکام چودہ سو سال پرانے ہیں، اب نئے حالات میں قابل عمل نہیں رہے۔ اب نئی ضروریات اور نئے حالات کے مطابق ان میں تبدیلی ہونی چاہئے''۔

غیر مسلم تو سارے کے سارے یہی کہتے ہیں، اور انہیں کہنا بھی یہی چاہیے لیکن المیہ یہ ہے کہ خود مسلمانوں میں سے دو چار نہیں، چند سو، چند ہزار نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں بھٹکے ہوئے دماغ بھی ایسے پیدا ہو گئے ہیں جو کافروں کے ساتھ ہم زبان ہو کر یہی کچھ بڑبڑا رہے ہیں۔

''ان لوگوں کی نظر میں تجارتی سود اب جائز ہونا چاہیے کیونکہ بدلے ہوئے حالات کا تقاضا ہے۔ اسی طرح حلال حرام کے احکام بدل جانے چاہئیں۔ جرائم کے لئے خدا کی مقرر کی ہوئی سزائیں حدود و قصاص اب نئے حالات میں

Marfat.com

قابل عمل نہیں رہیں۔ نکاح و طلاق، پردہ کے احکام نئے زمانے اور نئی ضروریات کے سانچوں میں ڈھلنے چاہئیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

یہ ساری بھیانک سوچیں نام نہاد پڑھے لکھے دانشور پھیلا رہے ہیں اور اس بارے میں ''نسخ کے خدائی عمل'' سے دلیلیں لا رہے ہیں۔ ہندوستان کے مولوی محمد تقی امینی، شام کے وکیل صبحی محمصانی، مصر کے استاذ مصطفیٰ مراغی اور احمد زکی جیسے کئی برخود غلط لوگ اسلامی شریعت کے خلاف ایسی ایسی خرافات گھڑ رہے ہیں کہ خدا کی پناہ۔ ان لوگوں نے ''نسخ'' کی اصطلاح کہیں سے پڑھ، سن لی اور سوچے، سمجھے بغیر من گھڑت مفہوم نکال کر اس کی آڑ میں اسلامی شریعت کے ابدی، دائمی احکام کو مٹانے کے در پے ہو گئے ہیں۔ ایسے میں ضروری ہے کہ ''نسخ کے خدائی عمل'' کا صحیح مفہوم اپنے حقیقی تناظر میں پوری وضاحت کے ساتھ اجاگر کیا جائے تاکہ شریعت محمدی کے معاندین کی دسیسہ کاریوں کا تدارک ہو سکے۔

بقرہ: ۱۰۹—۱۱۰

۱۶۷۔ اکثر اہل کتاب کی خواہش ہے کہ مسلمانوں کو دین حق سے کفر کی طرف واپس لوٹا دیں، باوجود اس کی ان پر حق واضح ہو چکا ہے۔ ایسا وہ محض حسد و بغض کی بنا پر کرنا چاہتے ہیں۔

مسلمانو! قرآن نے پہلے پارے میں ایک بات تمہیں سمجھا دی ہے اور چودہ سو برس کی تاریخ نے قرآن کی اس بات کو عملاً ثابت کر دیا ہے کہ اہل کتاب کی اکثریت مسلمانوں کے ساتھ محض ایک ہی رشتہ رکھتی ہے اور وہ ہے بغض و حسد کا رشتہ۔ حق ان پر بخوبی واضح ہو چکا ہے۔ مگر یہ حق چونکہ ان کے آنگن میں نہیں اترا۔ ان کی تاریخ کا حصہ نہیں بنا۔ ان کے مزاج اور ماحول کے

Marfat.com

سانچے میں نہیں ڈھلا۔ ان کی خواہشات نفس کے لئے تکمیل کا راستہ کھولنے نہیں آیا۔ اس لئے وہ دینِ حق کی ممانعت پر کمربستہ ہو گئے ہیں۔ اس مخالفت کی ایک صورت یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو علمی تحقیق کے نام پر، روشن خیالی اور جدت پسندی کے نام پر، تہذیب و ثقافت اور عالمی حالات کے نام پر غرض کہ کسی نہ کسی طور پر، کسی نہ کسی بہانے اسلام کی تعلیمات سے دور ہٹا دینا چاہتے ہیں۔ پس اے مسلمانو! ہمیشہ جاگتے رہنا اور اپنے ایمان کا دھیان رکھنا۔ لبرل ازم، روشن خیالی، جدت پسندی وغیرہ ایسے خوبصورت لیبلوں کے دھوکے میں آ کر کہیں اپنی آخرت اور نجات کا راستہ گنوا نہ بیٹھنا۔

۱۶۸۔ دین کیا ہے؟ زندگی گزارنے کا وہ راستہ جو خدا نے ہمیں دیا ہے۔ اب اس دین حق کو اپنانے والا ہر شخص خود سے ایک سوال ضرور پوچھے:

> ''کیا میں نے دین کو اس لئے اپنایا ہے کہ اس کے ذریعہ اپنی دنیا کماؤں اور آخرت کو بھول جاؤں۔ یا میں نے دین کو اس لئے اپنایا ہے کہ اس کے ذریعہ اپنی آخرت بناؤں اور آخرت بنانے کے لئے اپنی زندگی سنواروں''۔

ہر عقلمند انسان جب خود سے یہ سوال پوچھے گا تو مجھے امید ہے اس کے دل سے یہ جواب اٹھے گا کہ (دین کو اپنانے کا مقصد یقیناً اپنی آخرت سنوارنا ہے)۔ دین پر عمل چاہے نماز، روزہ، زکوٰۃ کی صورت میں ہو یا کسب حلال، خرید وفروخت، معاملات، تعلقات، شادی بیاہ، سیر و سفر، خوردنوش اور روزہ مرہ عادات کے دائرہ میں، اتنی بات بہرحال واضح رہنی چاہیے کہ دینی عمل صرف وہی ہے جو آدمی نے اپنی آخرت کے لئے آگے بھیج دیا ہے۔ وہ عمل جو اس نے صرف اپنی قبر سنوارنے کے لئے انجام دیا ہے نہ کہ دنیا کمانے کے لئے۔

Marfat.com

☆ ہو سکتا ہے بعض قارئین یہاں سوچیں کہ دنیا کمانے سے کیا مراد ہے۔ کہیں دنیا کی زندگی سنوارنا اس میں شامل تو نہیں۔ اس بارے میں تفصیلی گفتگو تو آگے چل کر ہوگی ان شاء اللہ۔ یہاں صرف اتنا یاد رکھئے کہ معاملہ سارا نیت کا ہے۔ آپ جو کچھ کر رہے ہیں اگر وہ دین کے مطابق ہے اور دینی احکام پر عملدرآمد کی نیت سے ہے تو اب ذرا خود سے بس اتنا اور پوچھ لیجئے؛ اور جو جواب ملے وہ اللہ کے حضور پیش کر دیجئے کہ:

> ''کیا میں دینی احکام پر عمل اس لئے کر رہا ہوں تاکہ اس کے ذریعے مجھے عزت ملے۔ شہرت ملے۔ نام پھیلے۔ میرے کام نکلیں۔ رزق بڑھے۔ خوشحال آئے۔ زندگی آسان ہو جائے۔ لوگ مجھے چاہنے لگیں۔ کچھ فائدہ ہو۔ سہولت ملے۔ مشکلات ختم ہوں، وغیرہ وغیرہ۔ یا میں یہ عمل صرف اور صرف اس لئے کر رہا ہوں کہ میری آخرت کے لئے ذخیرہ بن جائے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا و خوشنودی مجھے میسر آئے۔ مرنے کے بعد قبر میں اور قیامت کے دن حساب کے لمحے خدا کی مہربانیاں مجھے حاصل ہوں۔''

ہاں اتنا مزید اے قارئین محترم! دھیان رکھئے کہ اس سوال کا جو جواب آپ کے دل کی اتھاہ گہرائی سے اُٹھے وہ دنیا والوں کو سنانے اور لوگوں کو خوش کر کے اپنی عزت و وجاہت بڑھانے کے لئے نہ ہو بلکہ صرف اور صرف اپنے ضمیر کو مطمئن کرنے اور اپنے رب کو گواہ بنانے کے لئے ہو۔ یہ سوال و جواب رات کی تنہائیوں میں ہو۔ اور نفس کی خلوتوں سے ہو۔ وجود کے اندرونی پیمانے اسے جانچیں، پرکھیں۔ اور دل کی دھڑکنیں اسے رب کے حضور پیش کر دیں۔ تب قرآن کی اس زیرنظر آیت مقدسہ (بقرہ: ۱۱۰) کا فیضان ہمیں میسر آئے گا کہ:

Marfat.com

''اور جو کچھ بھلائی تم اپنے لئے آگے بھیج رکھو گے،
سب اللہ کے ہاں پا لو گے''۔

بقرہ: ۱۱۱—۱۱۳

۱۶۹۔ انسان جس مذہب کا پیروکار ہو، وہی اسے حق نظر آتا ہے۔ جس طرح کا وہ عمل کرتا ہو، ویسا ہی اسے ٹھیک لگتا ہے۔ ہر انسان کی اپنی سوچ ہی اس کے لئے معیارِ حق ہے۔ ہر گروہ اپنے نظریات کو درست ٹھہراتا ہے۔ غرض قرآن کے الفاظ میں: ﴿کل حزب بما لدیھم فرحون﴾ یعنی ہر گروہ اسی پر خوش ہے جو اس کے پاس ہے۔

''اپنے آپ کے ساتھ جذباتی وابستگی''۔ یہ ہے وہ نفسیاتی فضا جس میں ہر انسان شخصی طور پر اور ہر گروہ اجتماعی لحاظ سے اپنی زندگی کی سانسیں لے رہا ہے۔ اپنی سوچیں، اپنے جذبے، اپنا وطن، اپنی قوم، اپنا مذہب، اپنا فرقہ، اپنی جماعت، اپنی تنظیم، اپنا نام۔ یہ ہے وہ من مندر جس میں سارے دنیا والے بس ایک ہی چیز کی پوجا کر رہے ہیں۔ ''اپنے آپ کی پوجا''۔ یہودی کہتے ہیں: صرف ہم حق پر ہیں، کوئی اور نہیں۔ جنت ہماری ہے۔ اس میں کوئی اور نہ جائے گا۔ نصاریٰ بھی یہی دعویٰ کر رہے ہیں کہ نجات صرف عیسائیت میں ہے۔ اس سے باہر کہیں نہیں۔ کم و بیش دنیا کے سبھی مذاہب اپنے اپنے بارے میں یہی دعویٰ کر رہے ہیں۔ ایسے میں اب ہمیں یعنی اہل اسلام کو سوچنا یہ ہے کہ دنیا والوں کو کیسے بتایا جائے، کس کا دعویٰ سچا ہے۔ کون سا مذہب برحق ہے۔ اگر ہم اسلام کے ماننے والے بھی صرف زبانی دعوے کی حد تک کہتے رہیں کہ ہمارا مذہب برحق ہے تو بھلا سوچئے اس سے کیا حاصل ہوگا۔ یاد رکھیے:

''ہمیں صرف دعویٰ نہیں کرنا، اسے ثابت بھی کرنا ہے۔ اس

Marfat.com

طرح ثابت کہ دنیا خود بخود تسلیم کرلے: ہاں یہی اسلام تنہا دین برحق ہے"۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پہلے ہی پارے میں ہمیں بار بار یہ بات دُہرا کر سمجھا رہا ہے کہ اے مسلمانو! یہودی، نصرانی، مجوسی، مشرکین، منافقین سب اپنے اپنے مذہب کو حق سمجھتے اور حق بتا کر پھیلاتے ہیں۔ یہ تمہارے لئے ایک چیلنج ہے۔ زندگی بھر کے لئے ایمان کا چیلنج۔ تمہیں اگر مسلمان رہنا ہے اور اپنی آنے والی نسلوں کا ایمان بچانا ہے تو اس چیلنج سے عہدہ برآ ہونا ہوگا۔ یہ چیلنج کیا ہے؟ ایک فقرے میں:

> "ہر مسلمان اپنی زندگی کی عملی جگمگاہٹ سے دنیا والوں پر ثابت کر دے کہ اب رہتی دنیا، آکاش تلے دنیوی فلاح اور اُخروی نجات کا صرف ایک ہی راستہ ہے۔ تنہا اسلام۔ یہی اکیلا دین برحق ہے اور اس کے سوا سب گمراہی"۔

اب سوال یہ ہے کہ زندگی کی وہ عملی جگمگاہٹ کہاں سے آئے جو دنیا والوں پر اسلام کی حقانیت چمکتے سورج کی طرح آشکار کر دے۔اس بارے میں تفصیلی گفتگو ان شاء اللہ آگے آرہی ہے۔

بقرہ: ۱۱۴—۱۱۵

۷۰۔ اللہ کی مساجد میں اللہ کے ذکر سے روکنے والا اس دنیا میں سب سے بڑھ کر ظالم ہے۔ اب ذرا یہ بھی سوچ لیجئے: کیا اللہ کی ساری زمین اللہ کی مسجد نہیں، جیسا کہ ارشاد نبوی (جعلت لی الارض مسجدا) یعنی میرے لئے ساری زمین مسجد بنا دی گئی، سے آشکار ہے۔ نیز پیش نظر آیت نمبر ۱۱۵ بھی اس حقیقت پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ فرمایا: مشرق و مغرب سب اللہ کے لئے ہیں۔ تم جس

Marfat.com

طرف بھی مڑو، اُدھر خدا کا جلوہ ہے۔ جب یہ آپ نے سمجھ لیا کہ ساری زمین خدا کی مسجد ہے تو اس کے ساتھ ہی یہ بھی خود سے پوچھ کر طے کر لیجئے کہ آیا خدا کے احکام پر عمل کرنا خدا کا ذکر نہیں کہلائے گا۔ یقیناً کہلائے گا۔ تو لیجئے قارئین یہاں دو باتیں ہمارے سامنے کھل کر واضح ہو گئیں:

۱۔ ساری زمین اللہ کی مسجد ہے۔

۲۔ احکام الٰہی پر عمل کرنا ذکر اللہ میں شامل ہے۔

اب ذرا پیش نظر آیت کی روشنی میں ان دونوں باتوں کو ملا کر دیکھئے تو بے ساختہ آپ کا دل گواہی دے گا کہ:

''خدا کی دھرتی پر خدا کے احکام، خدا کی شریعت کے نفاذ میں رکاوٹ بننے والے افراد، جماعتیں اور حکومتیں اس پوری کائنات میں سب سے بڑھ کر ظالم ہیں۔ اور اللہ نے ان کے لئے اس دنیا میں بدترین رسوائی اور آخرت میں بھیانک عذاب کا فیصلہ سنا دیا ہے''۔

قارئین محترم! ہو سکتا ہے آپ کہیں: میں نے یہاں دُور کی کڑیاں جوڑی ہیں اور خود سے بات بنائی ہے؛ تو چلئے میں آپ کو سورۂ مائدہ کی تین آیات کے آخری ٹکڑے سنا دیتا ہوں۔ شاید کہ اُتر جائے کسی دل میں یہ بات۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱۔ اور جو اللہ کے اتارے ہوئے احکام کو لاگو نہ کریں وہ کافر ہیں۔

۲۔ اور جو اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلے نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔

Marfat.com

۳۔ اور جو اللہ کے اتارے ہوئے پر حکم نہ کریں تو وہی بدکار ہیں۔

(آیات: ۴۴-۴۶)

لیجئے آپ نے قرآن کی آیات سن لیں؛ تو کیا خیال ہے اب قارئین محترم! خدا کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر فیصلہ کرنا ہو گا کہ احکام الٰہی کے نفاذ میں کسی بھی قسم کی رکاوٹیں پیدا کرنا کیسا ہے؟ اور ہاں باتیں بنا کر جان چھڑانے کی ہر کوشش رائگاں ٹھہرے گی۔

بقرہ: ۱۱۶—۱۱۷

۱۷۱۔ یہود و نصاریٰ اور مشرکین کہتے ہیں: وہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہیں۔ یہود حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے ہیں۔ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور مشرکین کہتے ہیں: ملائکہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ کیا یہ بات تعجب انگیز نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ساری کائنات کا خالق و مالک بھی مانا جائے اور ساتھ ہی اس کی اولاد بھی گھڑ لی جائے۔ اسے انسانی ذہن کی بیماری ہی کہا جائے تاکہ جس ہستی کی وہ عبادت کرتا ہے اس کی یہ بات ماننے کو تیار نہیں کہ میں اکیلا معبود ہوں ساری کائنات کا۔ میری کوئی اولاد نہیں۔ سب میری مخلوق ہیں اور میں سب کا مالک۔

یا اللہ! ہم تجھے اپنا خدا مانتے ہیں۔ جب تو نے کہہ دیا ہے کہ تیری کوئی اولاد، کوئی ساجھی نہیں۔ پھر ہم کیوں کسی کو تیرا شریک ٹھہرائیں۔ ہمیں کیا ملنا ہے کسی کو تیری اولاد ٹھہرا کر؟ کیا فائدہ تیرے ساتھ شرک کا؟ جب تو ہی ہمارا مالک ہے۔ سب کچھ ہمیں تجھ سے ملتا ہے۔ پھر کسی اور کو تیرے سوا ہم اپنا خدا کیوں مانیں؟ کوئی اور اس بھری کائنات میں ایسا ہے ہی نہیں جو اپنے خدا ہونے کا دعویٰ کرتا ہو۔ کہاں ہے کوئی جو اپنی خدائی کا اعلان کر سکے؟ جب کسی پیغمبر

Marfat.com

نے ایسا دعویٰ نہیں کیا تو پھر بھلا اور کیا چیز ہے ایسی کائنات میں جو کہہ سکے کہ وہ خدا ہے۔

۱۷۲۔ اس میں شک کسے ہو گا کہ اس دنیا کا ایک خالق ہے اور وہی ہر چیز کا مالک۔ سب کو اسی نے بنایا ہے۔ سب کو رزق وہی دیتا ہے۔ سب کی حفاظت وہی کرتا ہے۔ زندگی اور موت اس کی ہاتھ میں ہے۔ اب یہ بھی تو ہم سب ہی جانتے ہیں کہ ہر چیز ہمیشہ اپنے مالک کی مرضی پر چلتی ہے۔ جو شخص کسی چیز کا مالک ہے اگر وہ چیز اس کی مرضی پر نہ چلے تو اس کے مالک ہونے کا کیا فائدہ؟ اگر ایک آدمی بہت سی چیزوں کا مالک ہو اور وہ سب اس کی مرضی کے خلاف چلنے لگیں تو اس میں بہت بڑے نقصان کا خطرہ ہے۔ہو سکتا ہے ان میں سے کوئی ایک یا زیادہ چیزیں غلطی کر بیٹھیں اور سب آپس میں ٹکرا کر تباہ ہو جائیں۔

قارئین محترم! ذرا سوچئے اگر یہ زمین، سورج، چاند ستارے اپنے مالک کی مرضی کے خلاف کام کرنے لگیں تو کیا ان میں سے کوئی چیز تباہی سے بچ سکتی ہے اور کیا ہم اس زمین پر زندہ رہ سکتے ہیں؟ یہ فضا ہمیں سانس لینے کے لئے آکسیجن فراہم کرتی ہے۔ سورج ہمیں روشنی اور حرارت دیتا ہے۔ درخت ہمیں سایہ اور پھل مہیا کرتے ہیں۔ پانی ہماری پیاس بجھاتا ہے۔ زمین ہمارے لئے اناج اگاتی ہے۔ یہ سب کام خدا کی مرضی اور اس کے حکم پر ہو رہے ہیں۔ وہ ان سب چیزوں کا مالک ہے اور یہ سب اس کا حکم پورا کر رہی ہیں۔ اگر فضا ہمیں آکسیجن نہ دے۔ سورج اپنی حرارت روک لے۔ زمین غلہ اگانا ادر پانی پیاس بجھانا چھوڑ دے تو انسان، حیوان، پرندے، کیڑے مکوڑے اور سب جاندار ایک دم مر جائیں۔

قارئین کرام! آپ نے دیکھا کہ ہم سب زندہ صرف اس لئے ہیں کہ سورج، چاند، ستارے، زمین، فضا، درخت اور پانی غرض دنیا کی ہر چیز اپنے

Marfat.com

مالک، اپنے رب کی مرضی پر چلتی ہے۔ اس کا ہر حکم پورا کرتی ہے۔ خدا نے اس دنیا کی ہر چیز کو بنایا ہی ایسا ہے کہ وہ اس کے حکم کی پابندی کرے اور اس کی مرضی پر چلے۔ صرف انسانوں اور جنوں کو آزاد چھوڑا ہے۔ ان کے لئے دنیا کو امتحان گاہ بنا دیا ہے۔ یہ زندگی ہمارے لئے امتحان ہے۔ اور امتحان اسی بات کا لیا جا رہا ہے کہ ہم خدا کی مرضی پر چلتے ہیں یا اپنی مرضی پر۔ خدا کی مرضی پر چلنا عبادت ہے، ہدایت ہے اور راہِ نجات ہے۔ اس کے برعکس اپنی مرضی پر چلنا خدا کی نافرمانی ہے اور جو کوئی اپنے مالک کی نافرمانی کرتا ہے وہ نقصان ضرور اُٹھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں یہی سمجھا رہا ہے لوگو! اگر نقصان سے بچنا چاہتے ہو تو اپنی مرضی چھوڑ دو۔ رب کی مرضی پر چلو۔

بقرہ: ۱۱۸—۱۲۰

﴿بے علم لوگ کہتے ہیں: خود اللہ ہم سے باتیں کیوں نہیں
کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی۔﴾

۱۷۳۔ قارئین محترم! یہ مزاج انسان میں کہاں سے آتا ہے۔ یہ کیسی ذہنی افتاد ہے۔ اس بات کو سمجھنا از بس لازم ہے۔ ہم میں سے اکثر لوگوں کا مزاج یہی ہے کہ جس چیز، جس بات کو ہم نہیں جانتے اسے تب تک ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے جب تک اس کا ماورائی یقین ہمارے پورے وجود اور سارے حواس کو اپنی گرفت، اپنے حصار میں نہ لے لے۔ ایک عربی محاورہ ہے کہ: ''انسان جس بات کو جانتا نہ ہو اس کا مخالف ہوتا ہے''۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں مسلمان گھرانوں میں پیدا کیا۔ اس لئے ہم نسل در نسل دین حق اسلام کو جانتے، پہچانتے چلے آنے کی وجہ سے آج اس کے پیروکار ہیں۔ ورنہ اگر ہم اسلام کی حقانیت کے اس خاندانی شعور، اس وراثتی علم(Heriditary knowledge)

Marfat.com

سے محروم ہوتے تو شاید آج کفر و شرک کے اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہوتے۔ پس یہ نسل در نسل وراثت سے ہم تک پہنچنے والا علم ہی ہے جس نے آج ہمیں خدا کے فضل و کرم سے مسلمان بنا رکھا ہے۔ کافر صرف اسی لئے محروم ایمان ہیں کہ وہ اسلام کی حقانیت کے اس علم سے بہرہ ور نہیں ہوسکے۔ نہ خاندانی وراثت کے ذریعہ، نہ شعور عقلی کی راہ سے اور نہ ہی خارجی دعوت کا نور ان کے وجود میں اتر سکا۔

۱۷۴۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو بشارت دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ پس جو کوئی حضور اقدس ﷺ کی دعوت پر کان دھرے گا۔ آپ ﷺ کی بات اپنے دل کی پوری آمادگی سے سنے گا؛ اور اپنے وجود کی پہنائیوں میں گھلے ہوئے تعصب اور عناد کے سب دروازے بند کر کے حضور سیّد عالم ﷺ کی طرف متوجہ ہوگا تو یقیناً آپ ﷺ کی بارگاہ سے امنڈتا ہوا ایمان کی بشارت کا نور اس کے وجود کے ہر رگ و ریشے میں سرایت کر کے رہے گا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ مکہ کے کفار نے جب تک آپ ﷺ کی خلاف معاندانہ کشمکش، تصادم اور جنگیں برپا کئے رکھیں تب تک وہ ایمان کی دولت سے محروم رہے؛ اور جیسے ہی وہ صلح کی فضا اور امن کے ماحول میں پرسکون رہ کر بات سننے کے لئے آمادہ ہوئے یک بیک شب کے دل حق کی پہچان اور آگہی کے نور سے معمور ہوگئے اور فوج در فوج بارگہ مصطفیٰ ﷺ میں ایمان کی بیعت اور غلامی کا طوق پہنے آگئے۔

☆ ہاں مگر یہود و نصاریٰ کا عناد کبھی ختم ہونے والا نہ تھا کیونکہ یہ عناد لاعلمی اور بے خبری کی کوکھ سے نہیں پھوٹا تھا بلکہ پورے شعور و آگہی سے انہوں نے بغض و حسد کی یہ راہ اپنائی تھی۔اس لئے پیش نظر آیت ۱۲۰ میں اللہ تعالیٰ نے واشگاف الفاظ میں بتا دیا کہ یہود اور نصاری کبھی پیغمبر اسلام ﷺ سے خوش

Marfat.com

نہیں ہوں گے اور نہ آپ ﷺ کے دین کو اپنائیں گے کیونکہ ان کی مخالفت لاعلمی پر مبنی نہیں ہے بلکہ معاندانہ اور حاسدانہ مزاج کا ثمر ہے اور یہ مزاج انہیں کبھی حق کی طرف متوجہ نہیں ہونے دے گا۔

بقرہ: ۱۲۱

۱۷۵۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔ اس کا کلام ذاتی۔ نوع انسانی کے نام اس کے پیغام کا جوہر اور انبیاء پر اترنے والی سب وحی الٰہی کا حاصل۔ یہ اب رہتی دنیا فضائے عالم میں تنہا پیغام الٰہی کے طور جگمگاتی رہے گی۔ آدمی کی ساری اولاد اور خاص کر اہل کتاب یہود و نصاریٰ سے مطلوب یہ ہے کہ وہ اس کلام الٰہی کو اس طرح یکسوئی، توجہ، ذوق و شوق اور غور و فکر سے پڑھیں جس طرح اس کی تلاوت کا حق ہے۔ اگر انہوں نے اس کی تلاوت کا حق ادا کر دیا تو یقیناً ہدایت پائیں گے۔ معلوم ہوا کہ جو لوگ قرآن کی تلاوت کا حق ادا کرتے ہیں یہ ان کے لئے ہدایت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ پس قرآن پر ایمان اسی کو ملتا ہے جو اس کی تلاوت کا حق ادا کرے اور جو یہ حق ادا کر دے اسے ایمان یقیناً نصیب ہوتا ہے۔ یہ قانونِ فطرت ہے جو اس آیۂ مقدسہ میں اور دیگر بہت سی آیات میں بیان ہوا ہے۔

بقرہ: ۱۲۲—۱۲۳

۱۷۶۔ یہود کے ساتھ جو قرآنی مکالمہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۴۰ سے شروع ہوا۔ پھر آیات ۴۶-۴۷ سے طویل تاریخی تناظر کے جھروکے میں اترا، وہ تقریباً اسّی (۸۰) آیات کے غیرمعمولی پھیلاؤ پر محیط ہو کر یہاں پیش نظر مقام سے بالآخر اپنے کلائمکس (Climax) یعنی نقطۂ عروج کی طرف بڑھتا ہوا محسوس ہو رہا ہے۔ یوں اس مقام کو ہم قرآنی مکالمۂ یہود کے تسلسل میں ایک جدید رخ، ایک

Marfat.com

تازہ جہت، ایک نئے خوبصورت موڑ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس مقام پر وہ دونوں آیات ذرا سے تغیر لفظی کے ساتھ مکمل طور پر دہرا دی گئی ہیں جن سے یہ مکالمہ اپنے تاریخی تناظر کے آنگن میں اترا تھا اور جن کے وہاں شمار نمبر ۴۶-۴۷ تھے۔

اس تکرار کو ہم جدید علم نفسیات کی زبان میں جذبوں کی بازگشت (Emotional Recall) سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ ذرا ان آیات کا ترجمہ پڑھئے تو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اس مکالمہ کا آغاز بھی یہود کو اپنی بے پایاں نعمتوں کی یاددہانی سے کیا تھا پھر بعد ازاں ۸۰ آیات کے طویل پھیلاؤ میں اپنے لاتعداد احسانات اور انعامات کی فہرست گنوانے کے بعد ایک بار پھر دوبارہ انہیں تلقین کی جا رہی ہے کہ ان احسانات کو اپنے شعور و وجدان کی ہر ہر پرت میں اتار لو۔ اپنی روح کی پاتال میں پلتے ہر ہر جذبے میں انڈیل لو۔ اپنے سانسوں کے سفر کی ہر ہر موج میں پرو لو۔ اپنے سوزِ جاں کی ہر تپش میں گوندھ لو اور دل کی ساری دھڑکنوں کے ہر آہنگ میں سمو لو۔ تم جیو تو اس طرح کہ نبضوں کا ہر ارتعاش تمہارے لہو کی بوند بوند میں خدا کی نعمتوں کی یاد بھر دے اور مرو تو اس طرح کہ بدن کے ریشے ریشے میں بس ایک ہی موسم ٹھہر جائے.....

''خدا کے پیار، اُس کی نعمتوں کی یاد کا موسم''۔

بقرہ: ۱۲۴

۷۷۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کئی طرح سے آزمایا اور وہ ہر آزمائش میں پورے اُترے۔ آزماتا وہ ہر ایک کو ہے۔ ہر بشر کو، چاہے کافر ہو یا مسلمان۔ فاسق ہو یا متقی۔ زمرۂ اولیاء سے یا صدیقین میں سے۔ کوئی صحابی ہو یا آل پیغمبر میں سے۔ بلکہ خود پیغمبروں کو بھی آزمائش کی راہ چلاتا ہے۔ لیکن فرق

Marfat.com

یہ ہے کہ عام لوگوں کو آزماتا ہے ان کے عقل، ایمان اور کردار کی پرکھ کے لئے؛ جبکہ پیغمبروں کی آزمائش انہیں پرکھنے کے لئے نہیں ہوتی بلکہ ان کی پیغمبرانہ عظمت دنیا والوں پر آشکار کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ پیغمبروں کو اللہ اس لئے نہیں آزماتا کہ خود دیکھے وہ کیسے ہیں، بلکہ اس لئے آزمائش میں اتارتا ہے کہ دنیا والوں کو دکھا دے کہ شانِ پیغمبری کیا ہے۔

پیغمبر اپنی زندگی دنیا میں اپنی خاطر جینے کے لئے نہیں آتے۔ وہ ہر سانس مخلوق خدا کی رہبری کا کام کرتے ہیں۔ اسی خاطر وہ جیتے ہیں۔ اسی خاطر تڑپتے ہیں۔ پیغمبر جو بھی طرزِ زندگی اپناتے ہیں وہ مخلوق کے لئے نمونۂ عمل اور خدا کی طرف سے حجت و برہان ہوتا ہے۔ سو یہاں کسی پرکھ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پرکھ کی آزمائش ان لوگوں کی ہوتی ہے جنہیں اس آزمائش میں کامیاب ہونے پر انعام ملے اور ناکام رہنے پر سزا۔ جبکہ انبیاء تو پہلے ہی انعام یافتہ ہوتے ہیں اور ہر سزا سے محفوظ؛ کیونکہ وہ گناہوں، خطاؤں اور غلطیوں سے پاک ہوتے ہیں۔ پس انبیاء کا امتحان انہیں پرکھنے کے لئے نہیں ہوتا۔

پیغمبروں کے اعمال پر دنیا یا آخرت میں ان سے کوئی مؤخذہ نہیں ہے کیونکہ پیغمبر تو سب معصوم ہوتے ہیں۔ ان کا ہر عمل مخلوق کے لئے خدا کی طرف سے حجت (Authority) ہوتا ہے۔ پس اے میرے قارئین! اتنا یاد رکھئے گا؛ اور کبھی اسے نہ بھولئے گا کہ: پیغمبروں کو جب خدا کسی آزمائش کی راہ پر چلاتا ہے تو اس لئے نہیں کہ، وہ انہیں پرکھنا چاہتا ہے؛ بلکہ اس لئے، صرف اس لئے کہ ان کی عظمت کردار اوروں کو دکھانا چاہتا ہے۔ چنانچہ اسی حقیقت کو خدا نے پیش نظر آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش کے حوالے سے اجاگر کر دیا ہے جیسا کہ فرمایا:

"جب ابراہیم علیہ السلام کو اس کے رب نے چند کلمات سے

Marfat.com

آزمایا اور وہ پورا اترا تو فرمایا: بے شک میں تمہیں دنیا کے
انسانوں کا پیشوا بنا رہا ہوں"۔

دیکھئے اس آیت کا اسلوب بیان صاف کھول کر دکھا رہا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش خدا کی طرف سے ایک انداز تھا ان کی امامت اور پیشوائی کا منصب دنیا والوں پر آشکار کرنے کے لئے۔ خدا نے یہ امامت تو ان کے لئے پہلے ہی سجا رکھی تھی۔ پھر بھلا دنیا والوں کو اس کا شعور اور ادراک کیسے نصیب ہوتا۔ لہذا رب نے چاہا کہ دنیا والے ابراہیم علیہ السلام کے کردار کی عظمتوں اور ندرتوں کو دیکھ کر پہچان لیں کہ ہاں یہی امام ہے دنیا کا۔ یوں گویا ان چند آزمائشوں کے آئینے میں خدا نے اپنے پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا منصبِ امامت ان کے حسن کردار کے روپ میں دکھا دیا۔

یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے اگر اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کی شجاعت و بہادری دنیا والوں کو دکھانا چاہے تو اس کا یہی طریقہ ہو گا کہ پیغمبر کو میدان جنگ میں کفار کے سامنے لا کھڑا کرے اور یوں دنیا والے پیغمبر کی لازوال شجاعت کا عملی مظاہرہ اپنی چشم سر سے دیکھ کر پہچان لیں۔ پس میدان جنگ میں پیغمبر کو لانا آزمائش تو ہے مگر یہ آزمائش اس لئے نہیں کہ خدا نے اپنے پیغمبر کی شجاعت پرکھ کر دیکھنا چاہتا ہے کیونکہ اس پرکھ سے کوئی جزا یا سزا وابستہ نہیں ہے بلکہ اس آزمائش کا مقصد صرف اتنا ہی ہے کہ خدا اپنے پیغمبر کی شجاعت دنیا والوں کو دکھانا چاہتا ہے۔ چنانچہ غزوات میں حضور سید عالم ﷺ کی شجاعت اسی طور دنیا والوں پر کھلی۔ احد اور حنین میں جب سارے صحابہ اِدھر اُدھر چھٹ گئے تب آقائے دوجہاں ﷺ کی بہادری نے ہی مسلمانوں کے اکھڑے ہوئے پاؤں دوبارہ جمائے تھے۔ سنئے کہ خیبر شکن حیدر کرارؓ فرماتے ہیں:

"ہم جنگوں میں حضور سید عالم ﷺ کی اوٹ میں رہ کر اپنا

Marfat.com

بچاؤ کرتے اور آپ ﷺ کی شجاعت سے ولولہ پاکر لڑا کرتے"۔

بقرہ: ۱۲۵

۱۷۸۔ کعبۃ اللہ کو لوگوں کے لئے دلوں کا مرجع، چاہتوں کا مرکز توجہ کا مرکز اور اجتماع کا مقام بنا دیا۔(مثابة للناس) کا ترجمہ عام طور پر "جمع ہونے کی جگہ یا ثواب کا مقام" کیا گیا ہے لیکن یہ ترجمہ بہت ہی کمزور ہے۔ سورۂ بقرہ ہجرت کے بعد نازل ہوئی جبکہ اس سے کافی عرصہ پہلے سورۂ ابراہیم نازل ہو چکی تھی جو مکی سورت ہے۔ سورۂ ابراہیم میں وہ دعا مذکور ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ سیدہ حاجرہ سلام اللہ علیہا کو حرم کے پاس چھوڑتے وقت مانگی تھی۔ اس دعا کے الفاظ یہ ہیں:

﴿ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیموا الصلوة فاجعل افئدة من الناس تهوی الیهم وارزقهم من الثمرات لعلهم یشکرون﴾ ۳۷

"اے پروردگار! میں نے اپنی کچھ اولاد اس بے کھیتی کے میدان میں تیرے عزت والے گھر کے پاس لا بسائی ہے۔ اے ہمارے رب! تاکہ یہ نماز قائم رکھیں سو لوگوں کے کچھ دل ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں پھلوں سے رزق دے تاکہ شکر گزار رہیں"۔

یہ تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کہ اے اللہ! اس مقام کو لوگوں کے دلوں کا مرکز بنا دے۔ یہ دعا اللہ تعالیٰ نے ہمیں مکی سورت میں سنائی اور پھر اس کے کئی سال بعد مدنی سورت، بقرہ کی زیر نظر آیت میں فرمایا:

Marfat.com

﴿و اذ جعلنا البیت مثابة للناس و امنا﴾

جب ہم نے کعبۃ اللہ کو لوگوں کا مرکز اور مقام امن بنایا۔

تو اب یہ بات صاف ظاہر ہے کہ یہاں﴿ مثابة للناس﴾ سے مراد صرف جمع ہونے کی جگہ یا ثواب کا مقام نہیں بلکہ ''نوعِ انسانی کے دلوں کا مرکز، چاہتوں کا محور اور تمناؤں کا مرجع'' ہونا مراد ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ایک وقت میں کعبۃ اللہ کے پاس جمع ہونے والے سب افراد کی تعداد وہاں رہنے والے تمام لوگوں سمیت ملا کر بھی زیادہ سے زیادہ کبھی ایک کروڑ تک بھی شاید نہیں پہنچی۔ لیکن کعبۃ اللہ کے چاہنے والے اور اس کے پیار میں دھڑکنے والے دل رُوئے زمین میں ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں اور ان کی تعداد سوا ارب سے زیادہ ہے۔

تو کیا خیال ہے قارئین محترم! جو لوگ اپنی غربت، بیماری یا کسی اور وجہ سے زندگی بھر میں کبھی ایک دفعہ بھی کعبۃ اللہ کے پاس جمع ہونے کے لئے حاضر نہ ہوسکیں تو کیا اُن کے لئے اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو مرکز نہیں بنایا۔ پھر کیا وہ لوگ جن میں ہزاروں اولیاءِ کرام بھی شامل ہیں، سورۂ بقرہ کی اس آیت کے مصداق نہیں ہیں۔ اگر(مثابة للناس) کا ترجمہ صرف مرکز اجتماع کیا جائے تو ایسے تمام لوگ جو کبھی کعبۃ اللہ کے پاس حاضر نہ ہو سکے، اللہ تعالیٰ کی اس عظیم مہربانی کی برکتوں سے محروم قرار پاتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ خدا نے جب کعبۃ اللہ کو ''انسانیت کا مرکز'' بنایا تو ہر دل کو اس سے جوڑ دیا اور سب کو حرم کی برکتوں سے بہرہ ور کر دیا۔ یہی ہے اس آیت کا مفہوم و مصداق۔

۱۷۹۔ اس آیت میں کعبۃ اللہ کی دوسری صفت ''امن'' بیان ہوئی ہے۔ اس کا مفہوم بھی عام طور پر مفسرین نے بے انتہا محدود اور بہت ہی سمٹا ہوا بیان کیا

Marfat.com

ہے۔ ذرا سنئے مفسرین کرام سے اس کی تفسیر:

''مراد یہ ہے کہ حرم کعبہ میں قتل و غارت حرام ہے۔ شکار ممنوع ہے۔ کوئی مجرم بھی حرم میں داخل ہو جائے تو اس سے تعرض نہ کیا جائے گا۔ ایک قول یہ ہے کہ جو مومن وہاں جا کر ارکانِ حج بجا لاتے ہیں وہ عذابِ دوزخ سے مامون ہو جاتے ہیں۔ نیز یہ کہ وہاں کوئی کسی پر زیادتی نہیں کرتا''۔

یہ تمام باتیں اپنی جگہ بالکل صحیح ہیں۔ اور کعبۃ اللہ کے امن ہونے کی تفصیلات میں شامل ہیں۔ لیکن کیا اس آیت سے مراد بس یہی کچھ ہے۔ نہیں۔ ''حرم کے فقہی احکام'' تو ایک بہت ہی مختصر اور محدود دائرہ ہے اس آیت کی تفسیر کا۔ خدا کی منشا اور مراد اس آیت کے اطلاقات میں لامحدود وسعتوں اور بیکراں پہنائیوں کا ختم نہ ہونے والا پھیلاؤ لئے ہوئے ہے۔اس پر تفصیلی گفتگو ان شاء اللہ آگے چل کر ہوگی۔یہاں مختصراً اتنا ہی سمجھ لیجئے کہ زیرنظر آیت مقدسہ میں کعبۃ اللہ کو پوری کائنات کے لئے مرکز اور سرچشمۂ امن ٹھہرایا گیا ہے۔

پس کعبۃ اللہ صرف نباتات، شکار کے جانوروں، حرم میں رہنے والوں، زائرین، پناہ لینے والے محرموں اور حلقۂ اسلام میں آ جانے والے مومنوں ہی کے لئے امن و حفاظت اور پناہ کا مقام نہیں ہے؛ بلکہ زمین کے آٹھوں براعظموں میں بسنے والی آدم کی ساری اولاد اور مخلوق کے ذرے ذرے، قطرے قطرے کے لئے امن و سکون اور راحت و حفاظت کا سرچشمۂ اور وسیلہ ہے۔ ہو سکتا ہے بعض قارئین یہاں سوچ میں پڑ جائیں کہ کعبۃ اللہ پوری کائنات کے لئے سرچشمۂ امن و سکون کیسے ہے؟ میں انشاء اللہ آگے چل کر اس بات کو پوری سائنسی حقیقتوں، ٹھوس عملی و تاریخی شہادتوں کے ساتھ اُجاگر کروں گا۔چند اشارات یہاں دیکھ لیجئے:-

Marfat.com

الف) کعبۃ اللہ جس مقام پر واقع ہے وہ فی الحقیقت طبیعی و جغرافیائی لحاظ سے کرۂ ارض کا مرکز ہے۔ اور جدید سائنس نے کرۂ ارض کی جن دو قوتوں مرکز جُو اور مرکز گریز کی نشاندہی کی ہے ان کا حاصل یہی ہے کہ مرکز جُو قوت زمین کے گوشے گوشے کو جس نقطۂ مرکزیت کی طرف کھینچ رہی ہے وہ حقیقتاً مقامِ کعبہ ہے۔ اوراسی طرح مرکز گریز قوت جن غیرمعمولی کائناتی کیفیات (Qualities) کو مرکز سے لے کر سارے کرۂ ارض پر پھیلا رہی ہے وہ کعبۃ اللہ ہی سے پھوٹنے والے ''معنوی روحانی خزانے'' ہیں۔

(ب) سائنس کہتی ہے، زمین پانی سے پیدا ہوئی۔ پہلے ایک چھوٹا سا خشکی کا ٹکڑا اُبھرا اور پھر یہ رفتہ رفتہ ہر طرف پھیلتا چلا گیا۔ قرآن نے بتا دیا کہ خشکی کا جو ٹکڑا سب سے پہلے ظاہر ہوا وہی کعبۃ اللہ کا مقام ہے۔ اب گویا اتنا تو معلوم ہوگیا کہ پانی سے خشکی کا جو ٹکڑا سب سے پہلے ظاہر ہوا زمین کے اندر پائی جانے والی تمام قوتیں، صلاحیتیں اور ندرتیں، ساری کیفیات، خصوصیات اور صفات اسی ٹکڑے میں موجود تھیں اور پھر یہیں سے رفتہ رفتہ پھیلتی ہوئی پورے کرۂ ارض میں تقسیم ہوئیں۔ پس کرۂ ارض میں جو جو صلاحیت ہے اور جو کچھ اسے ملا سب کعبۃ اللہ ہی سے نکلا اور ہر طرف پھیلا، بٹا ہے۔

(ج) زندگی اصل میں توازن، اعتدال اور جامعیت سے چلتی، نشوونما پاتی اور قائم و برقرار رہتی ہے۔ میڈیکل سائنس اسے (Homeostasis) کہتی ہے۔ قرآن کریم میں اسے میزان، قسط، وسط اور عدل کی اصطلاحات سے اُجاگر کیا گیا ہے۔ یہ توازن اور جامعیت اصل میں کعبۃ اللہ کے اندر ودیعت ہے اور اسی کی قوت و برکت اور نفوذ سے دنیا کی ہر شئے میں ظاہر ہوتا ہے۔

(د) حضور اکرم ﷺ نے کعبۃ اللہ کو ''دل'' سے تشبیہ دی ہے۔ جس طرح دل انسانی وجود کا مرکز بھی ہے اور زندگی کا سرچشمہ بھی۔ جسم کے ذرے ذرے میں

Marfat.com

خون کی فراہمی دل ہی کا کام ہے۔ اسی طرح کائنات عالم میں ہر چیز تک زندگی کی پوشیدہ لہریں(Life impulses) کعبۃ اللہ ہی سے نکل کر پھیل رہی ہیں۔

(ھ) کعبہ شریف اللہ تعالیٰ کی تجلی ذاتی کا مظہر ہے۔ گویا تخلیق کے دائرہ مکان میں اللہ تعالیٰ کی تمام تجلیات، صفات اور اسماء و افعال کا ظہور اسی تجلی ذاتی کے مرکز سے ہو رہا ہے۔بلاشبہ یوں سمجھئے کہ دائرہ مکان میں خدا کی تجلی ذاتی ایک ہی نقطہ پر اُتر رہی ہے اور وہ نقطہ ہے کعبۃ اللہ۔اب پوری کائنات میں اسی تجلیٔ ذاتی کی لہریں انگنت مظاہر کے طور سے پھیل رہی ہیں۔ پس کائنات کے گوشے گوشے جو نعمتیں اور رحمتیں برس رہی ہیں وہ اسی تجلی ذاتی کے مظاہر ہیں۔

(و) یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سلسلۂ نبوت و رسالت کو دنیا کی ہر قوم، ہر علاقے، ہر زمانے میں پھیلایا اور بالآخر حضور سیّدالمرسلین ، خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے وجود اقدس میں سمیٹ کر کعبۃ اللہ ہی میں ظہور بخشا۔ یوں دیکھئے تو مخلوق کی ہدایت، سعادت اور نجات کا سرچشمہ پھر کعبۃ اللہ ہی قرار پایا۔ حضور اقدس ﷺ کا وجود بھی خدا کی تجلی ذاتی کا مظہر ہے۔ اور کعبۃ اللہ بھی۔ اسی طرح قرآن اور رمضان بھی تجلی ذاتی کے مظہر ہیں۔یہ چاروں" اعیان ثابتہ" اللہ تعالیٰ کی تجلیٔ ذاتی کے مظاہر ہیں۔یوں چاروں مل کر ایک ہی حقیقت کے ابعاد (Dimensions) ٹھہرتے ہیں،جس طرح سائنس نے بالآخر آئنسٹائن کے نظریۂ اضافیت کی رُو سے بتا دیا کہ زماں-مکان(Time-Space) دراصل ایک ہی حقیقت کے چار ابعاد ہیں۔ اس تناظر میں کعبۃ اللہ اور حرم نبوی ایک ہی نقطۂ امکان کے دائرہ میں سمٹ آتے ہیں اور دونوں مل کر کائنات کا مرکز تشکیل دیتے ہیں۔

(ز) اسی بناء پر ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس پوری کائنات کی تخلیق کا مقصد انسان کو ٹھہرایا۔ اور انسان کی ہدایت و نجات کے لئے "دین" کا جو مکمل،

Marfat.com

جامع، ہمہ گیر اور دائمی نظام قیامت تک باقی رہنے کے لئے بھیجا وہ کعبۃ اللہ ہی میں اُترا۔ آدم علیہ السلام سے لے کر عیسی علیہ السلام تک سارے انبیاء کرام جو شریعتیں، منہاج، کتابیں اور دین کی تعلیمات لے کر آئے وہ سب اپنے کامل ترین روپ میں اسلام کے اندر جمع ہیں اور اسلام کعبۃ اللہ کا دین ہے۔ نسلِ آدم کو یہ دین کعبۃ اللہ ہی سے ملا ہے۔

(ح) اسلام کا نام بھی ''امن'' کا استعارہ ہے۔ سورۂ بقرہ آیت ۲۰۸ میں اس پورے کے پورے دین کو اللہ تعالیٰ نے براہ راست ''سلم'' یعنی امن ہی کا نام لے کر پکارا ہے۔ گویا اسلام بطور دین لاکھوں، کروڑوں احکام اور تعلیمات کا مجموعہ ہے لیکن براہِ راست ایک لفظ میں اسکی تمام تعلیمات کا حاصل، خلاصہ اور جوہر (Essence) ''امن'' ہی ہے۔ اسی ایک نقطے کے گرد پورے دین کی سب تعلیمات گردش کرتی ہیں۔ یوں کہئے کہ:

''امن ہی اسلام ہے اور اسلام ہی امن ہے''۔

یہ امن دنیا کے لئے کعبۃ اللہ کا تحفہ ہے اور کعبہ ہی امن عالم کا استعارہ ہے۔

(ط) کعبۃ اللہ نے اپنی جو کائنات (Cosmos) تشکیل دی ہے وہ اسلام، امت مسلمہ اور سلطنت اسلامیہ (جدید اصطلاح میں عالم اسلام Muslim World) پر مشتمل ہے۔ اب یہی تین عناصر پر مشتمل مصطفوی کائنات (Muhammadan Cosmos) ہے جو پوری دنیا میں امن و امان کے قیام کا حقیقی، یقینی اور دائمی سرچشمہ ہے۔ وسیلہ ہے، ذریعہ ہے اور سہارا ہے۔

(ی) اسلام کی یہ کائنات کعبۃ اللہ کی آغوش میں اُتری۔ یہیں پروان چڑھی اور رفتہ رفتہ یہیں سے چاروں طرف پھیلی، بڑھی اور اب قیامت تک اس کا یہ

Marfat.com

پھیلاؤ جاری رہے گا۔ ہجرتِ نبوی اس پھیلاؤ کا نقطۂ آغاز تھا۔ اس بات کی علامت کہ اسلام دنیا میں پھیلنے کے لئے آیا ہے، اور پھیل کر رہے گا۔ یہ نسل آدم کے لئے سراسر رحمت، برکت، سعادت، امن، حفاظت اور نجات کا فیضان ہے۔ اور یہ فیضان ہمیشہ تقسیم ہوتا رہے گا۔

(ک) چونکہ حضور سیّد عالم ﷺ کی ہجرت اسلام کے پھیلاؤ کا سرچشمہ، علامت اور استعارہ (Symbol) ہے اس لئے باوجود مکہ فتح ہونے کے آپ ﷺ واپس مکہ نہیں لوٹے بلکہ مدینہ منورہ ہی کو حرم بنا دیا۔ اس طرح ظاہر ہوا کہ مسجد نبوی درحقیقت کعبۃ اللہ کی توسیع (Extension) ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر مسلمان کے دل میں کعبۃ اللہ اور مسجد نبوی کی محبت یکجان ہو گئی ہے۔ دونوں حرم ہیں۔ اور دونوں ایک دوسرے کے تکمیلی عنصر ہیں۔ کعبۃ اللہ نماز کے درجات اور حج و طواف کا امتیاز لئے ہوئے ہے تو قبر رسول ﷺ بالاتفاق کعبۃ اللہ بلکہ عرش اعظم سے بھی افضل ہے۔ یہ ایمان و محبت کی سب دنیاؤں کا حاصل ہے۔ انسان کا دل چار ٹکڑوں میں بٹا ہوا ہے۔ اذین، بطین اور چار ہی ٹکڑوں سے کائنات کا دل تشکیل پایا ہے:

ذات مصطفیٰ ﷺ..... قرآن کریم..... کعبۃ اللہ..... ماہِ رمضان

کائنات کا یہی دل ہے جو رہتی دنیا نوعِ بشر کے لئے دین کامل اسلام کے روپ میں جلوہ گر ہوا ہے۔

(ل) حضور رحمۃ للعلمین ﷺ نبی امن و آشتی بن کر تشریف لائے۔ قرآن کریم صحیفۂ امن ہے۔ کعبۃ اللہ حریم امن اور ماہ رمضان عرصۂ امن و آشتی۔ پھر بھلا اسلام دین امن و سلامتی کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اس دنیا کو امن و سلامتی کا گہوارہ بنانا چاہتا ہے چنانچہ تخلیق آدم کے لمحے فرشتوں کے یہ کہنے پر کہ انسان

Marfat.com

دنیا میں فساد پھیلائے گا اللہ تعالیٰ نے یہ جواب دے کر کہ ''جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے'' بتلا دیا تھا کہ میں انسان کو ایسا نظامِ ہدایت عطا فرماؤں گا جو دنیا میں بالآخر امن و سلامتی کی ضمانت مہیا کر دے گا۔ اب اتنا تو یقیناً واضح ہے کہ جو دین بشریت کو سب سے آخر میں اور قیامت تک کے لئے عطا ہوا ہے یقیناً وہ دنیا میں آیا ہی امن و سلامتی کا خدائی مقصد پورا کرنے کے لئے ہے اور وہی ہے جو یہ مقصد دنیا میں پورا کر کے رہے گا۔

(م) چونکہ دنیا میں امن قائم کرنا خدا کا مقصد ہے اور اسی مقصد کے لئے وہ دین اُترا جس کا نام ہی امن و آشتی کا استعارہ ہے لہذا چند بنیادی وسائل و ذرائع اللہ تعالیٰ نے اس دین میں ایسے رکھ دیئے ہیں جو ہر حال میں دنیا کے اندر قیامِ امن کی ضمانت مہیا کرتے ہیں:۔

ا۔اسلام کے ہر دو اولیں مراکز مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کو'' حرم'' ٹھہرا کر امن و سلامتی کے جغرافیائی مظاہر کی حیثیت سے ماڈل، نمونہ، علامت اور استعارہ بنا دیا۔ حرمین میں شکار کرنا، درخت کاٹنا، شور و شغب، فتنہ و فساد، لڑائی جھگڑا اور آپس میں ایک دوسرے پر کسی قسم کی زیادتی کرنا شدید ترین سزاؤں کی وعید سے جوڑ دیا۔

۲۔رمضان کو مرکز بنا کر اس کے آگے پیچھے چار ماہ ''اشہر حرم'' یعنی حرمت والے مہینے بنا دیئے۔ ان مہینوں میں ہر قسم کی جنگ و جدال حرام ہے۔ اس طرح یہ ایک طرح کی جنگ روک سٹریٹجی (Warbreak Strategy) براہِ راست خدا کی مشیت کے تحت دنیا میں ہمیشہ کے لئے جاری ہوگئی۔ ظاہر ہے کہ اگر حرمت والے مہینوں سے پہلے کہیں جنگ ہو بھی رہی ہو تو اس دوران اشہرِ حرم آتے ہی جنگ بند ہو جائے گی اور پورے عالم اسلام میں عبادت، روحانیت، روزہ، تلاوت ، حج و سفر حج اور مشایعت و استقبال حجاج کی پاکیزہ فضا پیدا ہو

Marfat.com

جائے گی جس سے امن و امان اور صلح و آشتی کا ماحول قدرتی طور پر حاوی ہو جائے گا۔

۳۔قرآن کریم کی واضح نصوص، احادیث طیبہ، اسوۂ رسول ﷺ، صحابہ کرام کے معمولات، فقہی احکام اور اسلام کی پوری تاریخ اس بات کی عملی شہادت ہے کہ اسلام میں جنگ و جہاد کا تصور دیا ہی صرف اس لئے گیا ہے تاکہ دنیا سے فتنہ و فساد کا قلع قمع کرنے کے لئے بوقت ضرورت جائز دینی قوت سے کام لیا جا سکے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿وقاتلوهم حتى لاتكون فتنة و يكون الدين لله﴾

یعنی اگر لوگ دنیا میں فتنہ و فساد پھیلانے سے باز نہ آتے ہوں تو فتنہ مٹانے کے لئے اور امن و امان بحال کرنے کی خاطر تاکہ دین خدا کے لئے ہو جائز قتال کی اجازت ہے۔

قارئینِ محترم! آپ خود انصاف کر لیجئے کہ آج بھی دنیا میں دہشت گردی کا سدِ باب کرنے کے لئے طاقت اور جنگ سے کام لیا جا رہا ہے تو اگر بدامنی، دہشت گردی اور فتنہ و فساد کو ختم کرنے کے لئے جہاد کا مقصد ادارہ خدا نے قائم کر دیا ہے تو اس میں خدا کے ماننے والوں کو بھلا شرمانے، گھبرانے اور منہ چھپانے کی کیا ضرورت ہے۔

۴۔دنیا میں قیام امن کا چوتھا وسیلہ جو خدا نے اسلام میں رکھا ہے وہ لاتعداد احکام و تعلیمات کا شرعی ذخیرہ ہے مثلاً بندوں کے حقوق و فرائض، جرائم کے سد باب اور سزاؤں کے احکام، عائلی زندگی، سماجی نظم اور عدالتی و احتسابی قوانین کے علاوہ اخلاق، شرافت، نرمی، شائستگی اور آداب و اقدار کا انمول اسلامی خزانہ جسے اگر دنیا اپنالے تو ہر طرف امن و محبت کی خوشبو پھیل جائے۔

Marfat.com

۵۔چودہ سو سال پر پھیلی ہوئی اسلام کی پوری تاریخ اس امر کی زندہ شہادت (Living Evidence) ہے کہ اسلام نے ہر دور میں اور بعض اوقات شدید ترین مشکل حالات میں بھی دنیا کو ہولناک جنگوں کے ماحول اور اثرات سے نکال کر دھیرے دھیرے امن و آشتی اور صلح و محبت کی فضا میں لا کھڑا کیا۔ جنگیں اسلام نے نہیں دوسری قوموں نے بھڑکائیں جبکہ اسلام نے اپنی غیر معمولی روحانی برکت اور تہذیبی قوت کے بل بوتے پر ان جنگوں کے بھیانک شعلے بالآخر سرد کر کے رکھ دیئے اور جنگیں مسلط کرنے والی قوموں کو سفاکی اور خونریزی کے مزاج سے نکال کر علم و تہذیب تحقیق و انکشاف اور تہذیب و شائستگی کے فروغ پر لگا دیا۔ چند مثالیں دیکھئے:

ا۔ظہور اسلام کے وقت ایرانی اور رومی طاقتیں بس ایک ہی کام میں لگی ہوئی تھیں۔ جنگ اور فتنہ انگیزی میں۔ اور یہ باہمی خون آشام جنگیں بھی وہ دونوں اپنے اپنے عرب مقبوضات میں لڑی رہی تھیں۔ یعنی ظہور اسلام کے خطے میں ظہور اسلام کے وقت اس جنگ میں ایران کا پلہ بھاری تھا اور رومی ہر جگہ شکست کھا رہے تھے۔ ایرانی چونکہ شرک و بت پرستی کے باعث عرب مشرکین کے پسندیدہ اور رومی اہل کتاب ہونے کے باعث مسلمانوں کے قریب تر تھے لہذا پہلے مرحلہ میں اللہ تعالیٰ نے رومیوں کی شکست کو فتح سے بدلنے کی پیشگوئی فرمائی اور اسے ظہور اسلام کی برکت بنا دیا۔ یوں رفتہ رفتہ کفر کا زور توڑ کر امن کی راہ ہموار کر دی۔ آگے چل کر اسلام کی تہذیبی قوت نے اس پورے خطہ کو ہمیشہ کے لئے دین حق کی آغوش میں لے کر رہتی دنیا امن و سلامتی کا گہوارہ بنا دیا۔

۲۔صحرائے گوبی سے اٹھنے والے وحشی جنگجو قبیلے فتنۂ تاتار کی صورت آن کی آن پورے عالم اسلام میں ایک ہولناک سفاکی، بربریت اور درندگی کی وباء بن کر پھیل گئے۔ یوں لگتا تھا اسلام کی پوری تہذیب بس اب دم توڑنے والی ہے

Marfat.com

کہ یکا یک محمد عربی ﷺ کی چادر رحمت لہرائی اور دنیائے اسلام میں خدن کی ندیاں بہانے والے چنگیزی درندے دیکھتے ہی دیکھتے نبی رحمت ﷺ کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں سجائے علم و تہذیب، شرافت و پاکیزگی اور تقوی و روحانیت کی دہلیز پر سجدہ ریز ہوگئے۔ غلافِ کعبہ کی معطر دھاریوں سے امن اور آشتی کی ایسی نورانی کرنیں پھوٹیں کہ پھر رُوئے زمین پر وہی تاتاری اسلام کا پرچم صلح و محبت لہراتے ہوئے ہر طرف پھیل گئے۔

۳۔یورپ کے صلیبی لشکر اسلام کے پُرامن خطے میں جنگ، دہشت گردی، فتنہ انگیزی اور سفاکی کا ہولناک طوفان بن کر دو سو سال تک تباہی پھیلاتے رہے۔ ان جنگوں میں اسلام کا کردار، دفاع برائے امن اور سفیرِ تہذیب و محبت کا رہا،جس کا برملا اعتراف ان صلیبی معاندین کو بھی کرنا پڑا۔ یورپ اس وقت جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ اپنی سفاکی اور خون آشامی سے دین اسلام کو مٹانے کے لئے چڑھ دوڑا مگر اسلام نے بدلے میں یورپ کو علم، شائستگی، تہذیب، تمدن، سائنس، حکمت اور دانائی کا ایسا انمول خزانہ دیا ایسا انمول خزانہ جس نے بالآخر دنیا میں شعور امن و سلامتی کو اس قدر پروان چڑھایا کہ آج تک اقوام عالم اسی شعور کی خیرات پر پل رہی ہیں اور رہتی دنیا ہمیشہ اسلام کے اس لازوال احسان کا سر جھکا کر اعتراف کرنے پر مجبور رہیں گی۔ سارا یورپ اس وقت ایک جنگی درندے (War beast) کا روپ دھار چکا تھا اور عالم اسلام کے جسدِ تہذیبی پر اپنے خونی پنجے گاڑھنے کے لئے چڑھ دوڑا تھا مگر اسلام کے امن پسند مزاج نے اس کا رخ جنگوں سے ہٹا کر علم و شائستگی اور امن و آشتی کی طرف موڑ دیا۔

(و) یہ تو تھی تاریخ۔ لیکن اسلام کے پاس قیام امن کی صرف تاریخ ہی نہیں بلکہ مستقبل کی روشنی کے لئے ''عالمی امن کا چراغ'' بھی اسی کے پاس اور تنہا اسی

Marfat.com

کے پاس ہے۔ ایسا چراغ جس کی لو آنے والے سب زمانوں میں کرۂ ارض کی سب بستیوں، سب وادیوں، سب دریاؤں، سب صحراؤں اور سب غاروں، سب کہساروں میں محبت اور سلامتی کے اجالے بانٹتی رہے گی۔ میرا دعویٰ ہی نہیں، یقین کی ہر شہادت سے لبریز عقیدہ ہے کہ دنیا میں اسلام کے علاوہ کوئی اور قوم، کوئی اور مذہب پائیدار امن و سلامتی کی ضمانت کبھی نہیں دے سکتا۔ یہ اسلام اور تنہا اسلام ہی ہے جو زمین کی پاتال سے لے کر افلاک کی بلندیوں تک کائنات کے گوشے گوشے میں قیامت تک ہر فرد، ہر قوم، ہر نسل، ہر علاقے اور ہر ملک میں امن و امان کے قیام کی یقینی ضمانت مہیا کرتا ہے۔ آیئے ذرا وقت کے ماورائی جھروکوں سے آنے والی تاریخ کے آنگن میں جھانکیں اور بشریت کی آفاقی تہذیب کے اجلے ماتھے پر دمکتی اسلام کی چند روپہلی کرنیں دیکھیں:

۱۔اسلام کائنات کا آخری دین ہے۔ یہ دنیا میں ہمیشہ رہنے کے لئے آیا ہے۔ کوئی اور مذہب، کوئی اور نظام بدلتے ہوئے وقت کی ہر سان پر کھرا اترنے میں اسلام کا ہم پلہ نہیں ہو سکتا۔ باقی سب مذاہب رفتہ رفتہ بدلتے، بگڑتے اور بکھرتے، دم توڑتے رہیں گے۔ جبکہ اسلام دن بدن شاداب تر، توانا تر ہوتا جائے گا۔ وقت کی جھریاں اسلام کے چہرے کی سُندرتا اور بڑھائیں گی۔ اس کی طاقت، اس کی قوت میں افزائش کا سفر ہمیشہ جاری رہے گا۔ یہ حقیقت قرآن و سنت اور جدید سائنس کی لاکھوں تصریحات سے روشن ہے، جنہیں اختصار کے پیشِ نظر یہاں دہرایا نہیں جا سکتا۔

۲۔بظاہر آج جس چیز کو اسلام کا زوال کہا جاتا ہے وہ درحقیقت مسلمانوں کی عارضی کمزور حالت ہے، اسلام کا زوال ہرگز نہیں۔ کیا چنگیز خان کے حملے نے مسلمانوں کی حالت اس سے بھی زیادہ کمزور نہیں کر دی تھی۔ پھر کیا وہ اسلام کا زوال تھا۔نہیں۔ پس آج بھی اسلام نہیں، مسلمان کمزور ہیں۔

Marfat.com

۳۔اور حقیقت یہ ہے کہ مسلمان بھی کمزور نہیں۔ ان کے پاس ہر قسم کی طاقت موجود ہے۔ جغرافیائی، افرادی، مالی، عسکری، علمی، تکنیکی، ذہنی، جذباتی اور روحانی غرض عالم اسلام ہر قسم کی بشری اور کائناتی قوتوں سے مالا مال ہے۔ صرف اتنا ہے کہ مسلمانوں میں اپنی اس غیر معمولی طاقت کا شعور اور اسے برتنے کا سلیقہ نہیں ہے۔ جس دن عالم اسلام کا ضمیر جاگ گیا اور یہ دونوں چیزیں اس کے ہاتھ آ گئیں، دیکھئے گا اس دن ''امن عالم کا سفید پھریرا'' عالمی قیادت کا پرچم بن کر اسلام کے آنگن میں لہرا رہا ہوگا۔

۴۔امن دنیا میں ہتھیاروں سے نہیں، نظریات کی طاقت سے پروان چڑھتا ہے اور نظریاتی محاذ پر اسلام کے مقابلے میں دنیا کھڑی تو کیا ہوگی، سانس بھی نہیں لے سکتی۔ ذرا آئے تو سہی دنیا..... اپنا علم کا، اقدار کا، قانون کا، تہذیب کا، تمدن کا، نظام کا، ثقافت کا اور مذاہب کا سارا اثاثہ، سارا خزانہ، اولادِ آدم کا سارا تاریخی ورثہ لے کر نکلے..... اور اسلام کی روشن تہذیب کے سامنے اسے رکھ کر دیکھے۔ زمانہ خود پکارے گا..... وقت خود صدا دے گا..... تہذیب خود دکھائے گی..... اور دنیا کی ساری قومیں ندامت سے گھبرا کر سر جھکا لیں گی کہ اسلامی تہذیب کے چمکتے آفتاب کا سامنا کرنا کل نسل انسانی کے بس میں نہیں ہے۔ یاد رکھئے! امن دنیا میں آدم کی ساری اولاد مل کر بھی قائم کرنا چاہے تو اسلام کے بغیر کسی اور نظریہ، نظام اور تہذیب کے بل بوتے پر کبھی کسی طور قائم نہیں کر سکتی۔ کوئی اسے چیلنج سمجھے یا پیشینگوئی، ذرا آئے تو سہی اور بربت کر دیکھ لے۔ یہ دونوں سے بڑھ کر ہے۔

۵۔وہ وقت ابھی دُور سہی، پر جب بھی آئے گا اسلام ہی کے پرچم تلے آئے گا جب سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدیؓ پوری کائنات میں امن و آشتی کی فضا برپا کرنے کے لئے اُتریں گے اور اپنی لازوال قوت و روحانیت

Marfat.com

کے بل بوتے پر اسلام کا نظام امن و سلامتی ساری دنیا میں غالب کر کے رہیں گے۔

(س) اور یہی وہ وقت ہوگا جب دنیا اپنی چشم سر سے دیکھ لے گی کہ ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر اٹھاتے سمے جو دعا مانگی تھی: ''اے اللہ! اس شہر کو امن و آشتی کا مرکز بنا دے'' اور جس کی قبولیت کی بشارت خدا نے ان الفاظ میں دی تھی کہ ''ہم نے کعبۃ اللہ کو مرکزِ عالم اور دنیا بھر کے لئے سرچشمۂ امن بنا دیا ہے'' وہ بالآخر اسلامی تہذیب کی ٹھنڈی کومل چھاؤں میں کل عالمِ بشریت کو سمیٹ کر لے آئی ہے۔

بقرہ :۱۲۵-۱۲۹

۸۰۔ قارئین محترم ان آیات کا ترجمہ ذرا ٹھہر ٹھہر کر سکون واطمینان سے پڑھئے اور قدرے گہرائی میں اتر کر دیکھئے۔حسب ذیل مضامین آپ کو ان آیات میں جگمگا کر بیان ہوتے نظر آئیں گے:

۱۔کعبۃ اللہ ساری انسانیت کا مرکز ومرجع ہے۔

۲۔ کعبۃ اللہ رہتی دنیا امن عالم کا سر چشمہ ہے۔

۳۔مقام ابراہیم سب مسلمانوں کے لئے جائے نماز مقرر ہوا ہے۔

۴۔انبیاء کی نسبت زمان ومکان دونوں میں عبادت کا تقدس پیدا کر دیتی ہے۔

۵۔انبیاء کی نسبت اولادِ آدم کے لئے خدا کی عبادت کا درجہ رکھتی ہے۔

۶۔انبیاء کی نسبت مقامِ عبادت بن جائے تب بھی شرک کا واہمہ نہیں ابھرتا۔

Marfat.com

۷۔اللہ تعالیٰ اپنے گھر کو طواف،الاعتکاف اور رکوع وسجود کرنے والوں کے لئے اجلا ،نکھرا دیکھنا چاہتا ہے۔

۸۔اپنے گھر کو سنوارنے کے لئے خدا نے حضرت ابراہیمؑ اورحضرت اسماعیلؑ سے عہد لیا۔

۹۔اس عہد میں بیٹے کو باپ کے تابع نہیں رکھا بلکہ دونوں کو الگ الگ حیثیت نہیں دی ۔

۱۰۔طواف،اعتکاف اور رکوع وسجودحقیقت میں انگنت عبادتوں کے عنوان ہیں۔

۱۱۔جب تک کعبۃ اللہ قائم ہے، خدا کی عبادت ہوتی رہے گی۔

۱۲۔کعبۃ اللہ کی برکت ہی سے شہرمکہ ابھرا اور اسی نسبت سے قائم رہے گا ۔

۱۳۔مکہ کو شہرِامن ہونے کا خطاب کعبۃ اللہ سے ملا۔

۱۴۔اہل مکہ کے لئے پھلوں کے رزق اور خوشحالی کی دعاکرنے کا احساس اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے دل میں پیدا کیاکہ دنیا جان لے، اللہ تعالیٰ اپنے گھر کے آس پاس بھی خوشحالی پیغمبروں کے وسیلہ سے اتارتا ہے۔

۱۵۔قرآن کی نص قطعی سے کھلا کہ جب خدا کے گھر میں خوشحالی انبیاء کے وسیلے کے بغیرنہیں اترتی تو پھر دنیا میں اور کہیں کسی کو اس وسیلہ کے بغیر کیسے کچھ مل سکتا ہے۔

۱۶۔ یہی آیت بتاتی ہے کہ اہل کفر کو بھی دنیا کی سب نعمتیں انبیاء ہی

Marfat.com

کی برکت سے ملتی ہیں۔

۱۷۔دنیاوالے جب تک کعبۃ اللہ سے الگ اور لاتعلق رہیں گے ،امن وآشتی کے لئے ترستے ہی رہیں گے ۔

۱۸۔سچ یہ ہے کہ دنیا میں خوشحالی کی ایک بہت بڑی لہر کعبۃ اللہ سے چلے گی اور صدیوں تک دنیا اس کی برکت سے خوشحال رہے گی۔

۱۹۔ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ نے بتا دیا تھا کہ نبی آخرالزمان ﷺ کی بعثت تک مکہ میں کافر آباد رہیں گے ۔پھر ان کی برکت سے یہ شہر ہمیشہ کے لئے کافروں سے پاک ہو جائے گا۔

۲۰۔شہرمکہ کو بسانے کے لئے خدا نے ابراہیم علیہ السلام کو ایک نیا خاندان بخشا۔

۲۱۔ حضرت ابراہیمؑ کے دونوں بیٹے پیغمبر ہیں، پر کعبۃ اللہ کی تولیت پہلے بیٹے کو ملی ۔

۲۲۔اب کعبۃ اللہ کی خدمت رہتی دنیا ذریت اسماعیلؑ ہی کو نصیب ہو گی۔

۲۳۔ابراہیمؑ کو تعمیر کعبہ ہی میں اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام پر خدا کی لازوال مہربانیوں کا اندازہ ہو گیا تھا ۔

۲۴۔ تولیتِ کعبہ سے ہی آشکار ہو گیا کہ ہمیشہ باقی رہنے والی نبوت حضرت اسماعیلؑ کی ذریت میں اترے گی۔

۲۵۔اس لئے ابراہیم علیہ السلام نے دعا کے رنگ میں نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے خاندان اسماعیلؑ میں ظہور کی بشارت دی ۔

Marfat.com

۲۶۔ میثاق انبیاء سے حضرت ابراہیمؑ ہمارے آقا حضور سیدالمرسلین ﷺ کو پہچانتے تھے۔ پس ان کی دعا حقیقت میں ظہور قدسی کی بشارت ہے۔

۲۷۔ نبی آخرالزماں ﷺ کی نسبت نے ذریت اسماعیلؑ کو امت مسلمہ میں بدل دیا۔

۲۸۔ حضور سید عالم ﷺ کی نسبت پاک نے شہر مکہ کو آباد اور خوشحال رکھا۔

۲۹۔ حضرت ابراہیمؑ جان گئے تھے کہ نبی آخرالزماں کے ظہور کی تیاری ہی کے لئے اسماعیل علیہ السلام کو یہاں لا کر بسانے کا حکم ہوا ہے۔

۳۰۔ تعمیر کعبہ کے لمحے بعثت مصطفیٰ ﷺ کی دعا بتاتی ہے کہ خدا کے گھر کی ساری برکتیں انہی سے جگمگائیں گی۔

۳۱۔ ابوالانبیاء حضرت ابراہیمؑ کی زبان سے بعثت مصطفیٰ ﷺ کی دعا علامت ہے سارے انبیاء کی طرف سے میثاقِ ازل کے حسن قبول، تجدیدِ اقرار اور ابلاغ واعلان کی۔

۳۲۔ تعمیر کعبہ اور بعثت مصطفیٰ کی دعا کا سنگم ان گنت ماورائی اور کائناتی حقیقتوں کا مظہر ہے۔ مشیتِ الٰہی کے ہزاروں رنگ اس میں جھلملا رہے ہیں۔

۳۳۔ یہ سنگم پوری تاریخ نبوت کے ایک تسلسل، پھیلاؤ اور ارتکاز کے ساتھ اپنے نقطۂ تکمیل کی طرف بہاؤ کی نشاندہی کر رہا ہے۔

۳۴۔ یہ سنگم تاریخ نبوت کے دو الگ الگ دھاروں کو ایک ہی منبع سے نکلتے ہوئے اور ہر طرف پھیلنے کے بعد بالآخر ایک ہی وحدت میں

Marfat.com

گم ہو کر اپنے مرجع کی طرف لوٹتے ہوئے دکھا رہا ہے ۔

۳۵۔ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے یکزباں ہوکر بعثتِ مصطفیٰ ﷺ کی دعا مانگنے سے کھلا کہ انبیاء کرام بھی حضور ﷺ کی نسبتوں اور برکتوں سے بے نیاز نہیں۔پھر کون ہے جو دنیا میں نسبت محمدی سے ہٹ کر کچھ پا سکے ۔

۳۶۔یہ بھی آشکار ہے اس سنگم سے کہ عرش اعظم کے تلے کل کائنات آخر ایک دن محبوبِ کبریا مصطفیٰ ﷺ کی دہلیزِکرم پہ سر جھکائے گی۔

۳۷۔یہ بھی اس سنگم نے دنیا کو ہمیشہ کے لئے سمجھا دیا کہ بعثت مصطفیٰ ﷺ کے بعد باقی سب شریعتیں منسوخ ہو جائیں گی اور صرف آپ ﷺ کی نسبت ہی قیامت تک دین حق بن کر رہے گی ۔

۳۸۔دعا کے سارے صیغوں میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ دونوں اکٹھے ایک وحدت کے طور پر شامل ہیں ۔اس سے کھلا کہ ملت ابراہیمی کا جوہر حضرت اسماعیلؑ کی نسل میں آنے والے پیغمبر آخرالزماں ﷺ کی ذات گرامی میں سمٹ کر رہے گا اور نسل ابراہیمی کی دوسری شاخ (حضرت اسحاقؑ کی اولاد)بنی اسرائیل کو بالآخر ایمان وہدایت کے لئے اسی ذات گرامی کی طرف آنا ہو گا ۔

۳۹۔دو جلیل القدر پیغمبر اللہ تعالیٰ کے حکم پر اس کا گھر کعبہ مقدسہ تعمیر کرتے ہیں اور پھر بارگاہ الٰہی میں اپنے اس عمل کی قبولیت کے لئے التجا کرتے ہیں ۔اس سے عیاں ہے کہ مخلوق کا کوئی بڑے سے بڑا عمل بھی کچھ نہیں جب تک بارگاہ الٰہی میں شرف قبولیت نہ پائے۔ سو ڈرتے رہنا چاہیے انسان کو اپنے اعمال کے بارے میں ؛ اورخدا سے محض حسنِ عمل

Marfat.com

کی توفیق ہی نہیں مانگنی چاہیے بلکہ شرف قبولیت کی التجا بھی کرنی چاہیے۔

۴۰۔دعا کے الفاظ دیکھئے:" اے اللہ ہمیں مناسک(یعنی عبادتیں)سکھا اور ہماری توبہ قبول فرما"۔ صاف بتا رہے ہیں کہ عبادت توبہ کے ساتھ جڑی ہوئی ہے ۔اسکے بغیر نہیں ہوتی۔توبہ عبادت سے پہلے بھی درکار ہے ،ساتھ بھی اور بعد بھی۔

۴۱۔بعثت مصطفیٰ کی دعامیں آپﷺ کے چاراوصاف بیان ہوئے :تلاوتِ آیات۔تعلیم کتاب ۔تعلیم حکمت ۔تزکیۂ نفوس ۔ گویا ابراہیم علیہ السلام کے شعورِ نبوت نے یہ بات آشکار کر دی کہ نوع انسانی بلکہ ساری مخلوقات کو رہتی دنیا جو کچھ درکار ہے سب ان چار چیزوں میں شامل ہے اور یہ چار وں چیزیں بارگاہ مصطفیٰ ﷺ سے دنیا کو ملیں گی اور قیامت تک ملتی رہیں گی ۔نہ کوئی ذرہ کائنات کا ان چار چیزوں سے باہر ہے اور نہ کوئی چیز ان میں سے دنیا کو کہیں اور سے ملے گی ۔جو کچھ ملے گا سب یہیں بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ سے ملے گا ۔

☆ قارئین محترم! یہ ہیں ان چند مضامین کے عنوانات جو سرسری طور پر ان آیات سے ہمارے سامنے آتے ہیں۔ ان سارے عنوانات پر تفصیلی گفتگو تو ممکن نہیں ،البتہ یہاں صرف ایک حقیقت کی نشاندہی کرنا ضروری ہے کہ ان آیات کے مفاہیم میں ایک تسلسل ۔ایک ربط،ایک ارتکاز درخشاں ہے۔بظاہر یہاں کئی مضامین الگ الگ نوعیت کے دکھائی دیتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کا نقطۂ ارتکاز (Focal Point) ایک ہی ہے۔اس تنوع (Variety)میں ایک داخلی وحدت (unity)پائی جاتی ہے۔یہ کثرت ایک ہی حقیقت کے مختلف مظاہر کا آئینہ ہے۔

Marfat.com

یوں کہئے کہ ایک ہی جوہر(Substance) مختلف شکلوں میں ڈھلا ہوا ہے۔ایک ہی پھول کی نیرنگیٔ بہار ہے یہ ۔ایک ہی شعاعِ نورکا صد رنگ نکھار ہے۔ایک ہی مضمون ہے جو ہر آہنگ میں بندھا ہے ۔غرض یہ سارے گویا ایک ہی رشتے میں پروئے ہوئے تسبیح کے مختلف دانے ہیں۔وہ رشتہ،وہ حقیقت اور وہ جوہر کیا ہے جو ان سارے موضوعات کا نقطۂ ارتکاز ہے ۔وہ محور کیا ہے جس کے گرد یہ سارے مباحث گھوم رہے ہیں۔قارئین محترم !سورج سے بڑھکر آشکار وہ محور، وہ حقیقت ہے :ذات مصطفیٰ ﷺ۔آپ ﷺ کی بعثت ۔آپ ﷺ کی سیرت اور آپ ﷺ کی عظمت ہی وہ جوہری نقطہ ہے جس پر ان آیات میں پھیلے ہوئے سینکڑوں مضامین کاارتکاز ہے۔

۱۸۱۔ ان آیات کا مجموعی آہنگ (Over-all Expression)یہ بات ہمیں کھول کر سمجھا رہا ہے کہ نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت کو دنیا صرف ایک واقعہ نہ سمجھے۔تاریخِ نبوت کے تسلسل کی محض آخری کڑی کے طور پر اسے نہ دیکھے ۔اسے قدرت کے اعمال میں سے مجرد ایک عمل کا وقوع نہ گردانے یوں نہ ہو کہ بعثت محمدی لوگوں کو سوا لاکھ انبیاء کی فہرست میں فقط ایک نبی۔آخری نبی۔کا ظہور دکھائی دے اور بس۔

دنیا والے چونکہ عام طور پر خدا کی کائنات کے ہر واقعہ پر ،ہر عمل ،ہر منظر کو بس ایک سرسری نگاہ سے دیکھنے کے عادی ہیں لہذا امکان تھا کہ یہاں ظہور نبوت محمدی کے معاملہ میں بھی وہ ایسا ہی کریں گے اور یہ چیز قدرت کو گوارا نہیں۔اس لئے رب ذوالجلال نے اولادِ بشر کے نام اپنے آخری پیغام قرآن کریم کے ترتیب نزول اور ترتیب تلاوت دونوں میں الگ الگ انداز سے بیان کا آہنگ ایسا رکھا کہ شروع سے آخر تک ہر پڑھنے سننے والے کے ذہن ودل کی گہرائیوں میں یہ بات اچھی طرح بیٹھ جائے کہ نبوتِ محمدی کا ظہوراس کائنات کی

Marfat.com

پوری تاریخ کا سب سے منفرد،سب سے یکتا،سب سے برتر،سب سے اعلیٰ واقعہ ہے۔

یہ وہ منظر ہے جسے سجانے کے لئے خدا نے ساری کائنات بنائی ہے۔ وہ محور جس کے گرد سارا نظام قدرت طواف کر رہا ہے ۔وہ منزل جس تک پہنچانے کے لئے اولاد آدم کو خدا نے ہزاروں سال قافلہ در قافلہ سفر میں رکھا۔وہ حاصل جسے پانے کے لئے تہذیبوں کی ان گنت فصلیں اگائی گئیں۔وہ مرکز جس کے ارد گرد نبوت وہدایت کی ساری کہکشاں کا دائرہ بُنا گیا ۔وہ نقطۂ ارتکاز جس پر مشیتِ الٰہی کے سارے جلوے امنڈ رہے ہیں ۔وہ عمل جو قدرت کے حسنِ اہتمام کا شاہکار ہے۔ جسے وقوع میں لانے کے لئے ہزاروں سال تیاری کی گئی ۔دُور کیوں جائیں ،ذرا اپنے سامنے کھلی ہوئی انہی زیر تفسیر آیات کے تناظر میں حسب ذیل چند نکات پر غور کیجئے:

ا۔ نوع انسانی کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے کل انبیاء کی تعداد کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار[1] ہے۔ ان میں سے چند انبیاء حضرت ابراہیمؑ سے پہلے گزرے۔باقی سب حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں سے ہیں۔اس لئے آپ کا لقب ابوالانبیاء ہے۔

ب۔ حضرت ابراہیمؑ کو خدا نے دو بیٹے دیے:اسماعیلؑ اور اسحاقؑ ۔اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں حضرت یعقوبؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک پے در پے انبیاء آتے رہے اور یہ سب بنی اسرائیل کی طرف آئے۔

ج۔ حضرت اسماعیلؑ بڑے بیٹے ہیں ۔اور اس وقت ابھی اکلوتے ہی تھے کہ خدا نے ابراہیمؑ کو حکم دیا :ماں بیٹے کو دور صحرائے عرب کی ایک گھاٹی میں مقام کعبہ کے پاس لا کر چھوڑ دو ؛اور وہ چھوڑ گئے۔

د۔ اس ویرانے میں خدا نے اسماعیلؑ کے قدموں کی ٹھوکر سے زمزم کا

Marfat.com

چشمہ بہادیا نیز ایک قافلہ نہ جانے کہاں سے چلایااور یہاں لاکر بسا دیا۔ یہ بنوجرہم تھے۔

ھ۔ حضرت اسماعیلؑ بڑے ہوئے تو خدا نے باپ بیٹے دونوں کو اپنے گھر کعبۃاللہ کی تعمیر نو کا حکم دیااور فرشتوں کے ذریعہ اس کے مقام کی نشاندہی فرمائی۔اس دھرتی کے سینے پر خدا کی سب سے پہلی عبادت گاہ ہونے کا شرف کعبۃاللہ کو حاصل ہے۔

و۔ تعمیر کعبہ کے لمحے خدا نے ابراہیمؑ واسماعیلؑ کے سینوں میں ایک تمنا بھر دی جو بے ساختہ دعا کے قالب میں ڈھل کے ان کے لبوں پر امنڈ آئی:

"اے اللہ!ہماری اولاد میں سے ایک فرمانبردار امت
اٹھا نا اور اس میں اپنے آخری پیغمبر کو مبعوث فرمانا"

ز۔ انتہائی قابل غور بات یہ ہے کہ دونوں باپ بیٹا اپنی نسل میں ایک ہی امت اٹھانے اور ایک ہی پیغمبر کی بعثت کے لئے دعا مانگ رہے ہیں۔ایسا کیوں ہے؟ اور پھر چار ہزار سال کی تاریخ اس دعا کا عملی مظہر بن گئی ہے۔دراصل یہ ثبوت ہے اس امر کا کہ رب ذوالجلال نے اپنے آخری رسول ﷺ کی بعثت کے لئے تاریخی ، کائناتی اور ماورائی ہر سطح پر انتہائی غیر معمولی حسن اہتمام کیا اور اپنی مشیت کے اس عظیم اقدام کو ساری دنیا پر آشکار کرنے کے لئے ایک طرف اسے عملا ہزاروں سال کے عرصہ پر پھیلا دیا اور دوسری جانب پورے سلسلۂ رشدوہدایت اور جملہ آسمانی صحیفوں کو مسلسل اسکے بیان اور بشارت سے معمور کر دیا۔

ح۔ اگر نسل اسماعیلؑ میں کوئی اور پیغمبر بھی آیا ہوتا تو بعثتِ محمدی کے لئے خدا کی طرف سے غیر معمولی تیاری اور حسن اہتمام کی ازلی مشیت کا اظہار کیونکر

Marfat.com

ہوتا ؟۔ پھر اس صورت میں کعبۃ اللہ کے روئے زمین پر خدا کا پہلا گھر ہونے، حضرت ابراہیمؑ کو اپنا پہلوٹا فرزند اس کے پاس لاکر بسانے ،پھر باپ بیٹے دونوں کے مل کر کعبۃ اللہ کو تعمیر کرنے اور اس موقع پر اپنی نسل میں ایک اور صرف ایک ہی عظیم پیغمبر کی بعثت کے لئے دعا مانگنے اور پھر ہزاروں سال پر محیط انسانی تاریخ کے ایک تناظر میں اس دعا کے عملی ظہور کا آخر اور کیا مقصد ٹھہرتا ؟اور آج قرآن میں ان آیات کریمہ کے وجود اور ان تمام واقعات کے بیان کا حاصل کیا نکلتا ؟پس اے قارئین محترم !یہ جان لیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان آیات مقدسہ کے ذریعہ اچھی طرح سمجھا دینا چاہتا ہے کہ:

"نبوت محمدی کے ظہور کو محض ایک واقعہ ،سلسلۂ نبوت ورسالت کی محض آخری کڑی ،دین حق کی محض تکمیلی صورت اور خدا کے ایک تناظر میں اس دعا کے عملی ظہور کا آخر اور کیا مقصد ٹھہرتا ؟اور آج قرآن میں ان آیات کریمہ کے وجود اور ان تمام واقعات کے بیان کا حاصل کیا نکلتا ؟پس اے قارئین محترم !یہ جان لیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان آیات مقدسہ کے ذریعہ اچھی طرح سمجھا دینا چاہتا ہے کہ:

"نبوت محمدی کے ظہور کو محض ایک واقعہ ،سلسلۂ نبوت ورسالت کی محض آخری کڑی ،دین حق کی محض تکمیلی صورت اور خدا کے بے نگنت افعال میں سے مجرد ایک فعل نہ سمجھو ۔ بلکہ اسے تخلیق کائنات کی اساس ،کل غایتوں کی غایت اولیٰ اور ازل سے ابد تک خدا کی مشیت کے سب مظاہر کا حاصل اور محور گردانو۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعثت محمدی کا ظہور ہوتے ہی باقی تمام آسمانی ہدایتوں کی بساط لپیٹ دی کہ مقصود تو اسی کا ظہور تھا ۔اب دین وشریعت ،ہدایت وسعادت اور فلاح ونجات کا ہر راستہ صرف اور صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع اور غلامی میں منحصر ہوکررہ گیا ہے ۔اس سے باہر خدا کی نظر میں کہیں کچھ باقی نہیں رہا ۔جو مصطفیٰ ﷺ کا ہوگیا صرف وہی خدا کا ہے اور جو اِن کا نہیں ،وہ اُس کا نہیں۔"

Marfat.com

بقرہ ۱۳۰:

۱۸۲۔ ملت ابراہیمی سے گریز نہیں کرتا مگر وہی جو بے وقوف ہو ۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے سفیہ یعنی بے وقوف آدمی کی پہچان بتائی ہے۔ ملت ابراہیمی استعارہ ہے سچائی اور ہدایت کا۔ جو آدمی سچائی اور ہدایت کے راستے سے گریز کرے وہ یقیناً بے وقوف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل اس لئے دی ہے کہ وہ اپنے فائدے اورنقصان کے سارے پہلو دیکھے، جانچے، پرکھے اور جو چیز اپنائے اچھی طرح سوچ سمجھ کر اپنائے۔ اب آدم کی اولاد میں کون ہے جو یہ نہیں جانتا کہ اسے ایک دن مرنا ہے' سدا زمین پر نہیں رہنا۔ تو پھر کیا اسے یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ مرنے کے بعد مجھے کونسی چیز فائدہ پہنچائے گی اور کونسی چیز نقصان۔

جب اس سوال پر آدمی غور کرے گا تو خود بخود اس دنیا کی تمام حسی اور مادی چیزوں سے اس کا دل ہٹ جائے گا اور وہ کس ایسی چیز کی تلاش اور جستجو میں کھو جائے گا جو اسے مرنے کے بعد فائدہ دے اور نقصان سے بچائے۔ یہ دنیا کی ساری چیزیں تو ہر کوئی جانتا ہے صرف مرنے سے پہلے تک کام آتی ہیں اور بس ۔ موت ہر انسان کو یہاں سے خالی ہاتھ ہی لے کر جاتی ہے۔ پھر جب آدمی سچ مچ اپنے اندر کی شدید طلب ، پیاس اور تڑپ لے کر نکلے گا تو یقیناً وہ آخرت میں کام آنے والی سچائی ہی کو ڈھونڈے گا ۔پھر کسی جھوٹ اور جھوٹے نظریے ، کسی عارضی تصور اور فلسفے ، کسی ذہن کے تراشے ہوئے عقیدے اور دیو مالائی فسانے ، کسی گزرے ہوئے تمدن اور ختم شدہ مذہب میں اپنے لئے کوئی کشش محسوس نہیں کرے گا۔ تب وہ ایک اور صرف ایک ہی چیز کو تلاش کرے گا:ابدی سچائی اور عالمگیر مذہب

Eternal Truth & Universal Religion

Marfat.com

یہ ہے ایک عقلمند انسان کی تمنا اور تلاش کا محور ۔ اور جب اسے وہ چیز دکھائی دے جائے یا بتا دی جائے جسکی تلاش میں وہ سرگرداں رہا ہے تو کبھی اس سے گریز نہیں کرے گا بلکہ فورا اس کی طرف لپکے گا، بڑھے گا اور ایک بار ضرور اسے اپنائے گا۔ یہ ہے وہ بات جو اللہ تعالیٰ اس آیت میں اولاد آدم کو سمجھا رہا ہے کہ جب تمہیں پروردگار خود ملت ابراہیمی کی طرف بلاتا ہے تو پھر تمہیں اس سے گریز کیوں ہے۔ کیا تمہیں اپنی آخرت عزیز نہیں ۔ کیا تم اپنی نجات کی فکر سے غافل ہو۔ کیا موت کے بعد کے سارے معاملات تمہارے اپنے بس میں ہیں۔ کیا تم کسی طرح ثابت کرسکتے ہو کہ یہ قرآن خدا کی کتاب نہیں ہے کیا تم اس جیسی ایک آیت ہی بناکر لاسکتے ہو ۔

جب تم ساری دنیا والے مل کر بھی ایسا نہیں کر سکتے تو پھر قرآن کو خدا کی سچی کتاب مان کیوں نہیں لیتے۔ اور جب تم اسے خدا کی کتاب مان لوگے تو پھر جو کچھ اس میں کہا گیا ہے خود بخود اس پر ایمان لانا تمہیں عقلمندی کا تقاضا محسوس ہوگا۔ یہ ہے مراد اس آیت کی اور اس میں چھپا ہو اپیغام حق کیونکہ اس آیت سے پیچھے متصل چھ آیات میں اللہ تعالیٰ نے بڑے واضح انداز میں کھول کر سمجھا دیا ہے کہ کعبۃ اللہ حضرت ابراہیمؑ کی تعمیر ہے یہاں انہوں نے اپنی ذریت کو بسایا ہے۔ اس شہر کو ان کیلئے امن اور خوشحالی کا مرکز بنانے کی دعا مانگی ہے۔ اپنے بیٹے اسماعیل کو اپنے ساتھ ملا کر دونوں کا ایک ہی شعور، ایک ہی مزاج ، ایک ہی رویہ ، ایک ہی عبادت،ایک ہی ملت گویا ایک ہی دین بتایا ہے۔پڑھئے یہ الفاظ :

”واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امة

مسلمة لک وارنا مناسکنا وتب علینا“

Marfat.com

ہم دونوں کو اپنے حضور یکساں فرمانبرداری اور سپردگی کا مزاج رکھنے ولا بنا اور میرے اس بیٹے سے چلنے والی میری نسل میں سے ایک امت مسلمہ (فرمانبردار امت) اٹھا اور

ہم سب کا مشترک نظام عبادت اور منہج قربانی ہم دونوں کو دکھا اور ہمارے اس سانجھے اظہار توبہ کر قبول فرما۔

اس سے آگے حضرت ابراہیم علیہ السلا م کی دعا کا اہم ترین حصہ بیان ہوا ہے اور وہ یہ کہ " اے ہمارے رب ! ہماری ذریت سے ابھرنے والی امت مسلمہ میں اپنا خاص رسول بھیجنا جو ان پر تیری آیات تلاوت کرے؛ انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ فرمائے"

اب اس دعائے ابراہیمی کے فوراً بعد اور اس کے ساتھ ملاکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ملت ابراہیمی سے روگردانی صرف وہی شخص کرے گا جو بے وقوف ہو۔

۸۳۔ اس سارے تناظر میں یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ ملت ابراہیمی سے مراد وہ ہدایت، نظام اور طریقہ ہے جو ابراہیم ؑ سے ان کے بیٹے اسمائیل ؑ کی نسل کے ذریعہ منتقل ہوتا ہوا نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کی شریعت اور منہاج میں آکر ضم ہوگیا۔

اب شریعت محمدی ﷺ ہی ملت ابراہیمی ہے۔ پس عرب اور آس پاس کے خطوں کے جو لوگ ملت ابراہیمی پر ہونے کا دعویٰ کر تے ہیں اگر وہ دین محمدی کو قبول کرلیں تب تو انہوں نے ملت ابراہیمی کو پالیا ورنہ ان کا دعویٰ جھوٹا ہے کیونکہ اوپر کی آیات میں بیان کردہ حقیقت کی رو سے خود حضرت ابراہیم ؑ کی دعا اور طرز عمل ہی سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ ملت

Marfat.com

ابراہیمی صرف وہی طریقہ ، نظام اور ہدایت ہے جو محمد ﷺ لیکر آئے ہیں۔ حضرت ابراہیم و اسماعیلؑ سے جو طریقہ و نظام چلا تھا وہ بالآخر دین مصطفیٰ ﷺ میں آکر مکمل ہوگیا ہے ۔سو اب جو کوئی دین اسلام سے منہ پھیرے گا اس نے گویا ملت ابراہیمی سے منہ پھیر لیا اور جس نے ملت ابراہیمی سے منہ پھیرا؛ وہ تو بے وقوف ہے۔

۱۸۴۔ یوں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پوری زندگی ایثار و قربانی کا مظہر ہے۔ آپ نے (اسلمت للہ رب العالمین) کہہ کر جاں سپاری اور سرفگندی کا جو شیوہ اپنایا قدم قدم پر اپنے کردار سے اس کی لاج نبھائی۔ گھر والوں نے دعوتِ توحید کو ٹھکرا دیا تو ان سے علیحدگی اختیار کر لی اور یوں رشتوں ناطوں کو جذبۂ ایمان پر نثار کر دیا۔ قوم کو عرصے تک دعوتِ توحید دیتے رہے اور جب ان میں حق پروری کی کوئی رمق نظر نہ آئی تو وطن بھی چھوڑ کر راہِ حق میں ہجرت کر لی۔ بڑی تمناؤں اور التجاؤں سے جو بیٹا پایا تھا اس معصوم جان کو ضعیف ماں کے ساتھ رب کے حکم سے بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ کر ایثار و قربانی کا ایک اور نمونہ پیش کیا۔ پتھر کے تراشیدہ بتوں کو ریزہ ریزہ کرنے پر کفار نے ایذا رسانی کے لئے آگ کا الاؤ جلایا تو یہ پیکر تسلیم و رضا عشق کی راہ میں جان کی قربانی پیش کرنے کی خاطر آتش نمرود میں بے خطر کود پڑا۔

لیکن ایثار و قربانی کے ان تمام مراحل میں سرخروئی کے بعد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو جس ابتلاء عظیم سے دوچار کیا گیا اور جس طرح آپ اس سے عہدہ برآ ہوئے وہ تاریخ انسانی ہی نہیں بلکہ تاریخ کائنات کا سب سے منفرد اور یکتا، بے مثل اور انوکھا، لازوال اور اچھوتا منظر ہے۔ آپ نے خواب میں دیکھا کہ اپنے اکلوتے فرزند سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو جو اب نوجوانی کی عمر تک پہنچ چکے تھے راہِ خدا میں قربان کر رہے ہیں۔ یہ بہت بڑی آزمائش تھی۔ بڑھاپے کا

Marfat.com

واحد سہارا، لاکھوں التجاؤں کا پیکر اور دعوت ابراہیمی کا تنہا وارث، یوں ایک خواب کی بھینٹ چڑھا دیا جائے۔ مگر یہاں تو عالم ہی کچھ اور تھا۔ ایک طرف اللہ کا خلیل، جد الانبیاء، کعبہ کا معمار پدر ہے تو دوسری جانب پسر وہ جو خدائے علیم و خبیر کی بشارت کا ظہور، حرم کعبہ کا پاسبان اور سرور کونین ﷺ کا جد امجد ہے۔

اپنی خواہش، اپنے ارادے اور اپنی مرضی کو خداوند تعالی کے حکم پر نثار کرنا اور اپنی جان و مال، اہل و عیال سب خدا کے سپرد کر دینا، یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وہ سنت اور پاکیزہ طریقہ ہے جو آپ کی پوری زندگی پر حاوی تھا۔ گھر والوں سے قطع تعلق سے لے کر رفیقۂ حیات اور معصوم شیر خوار کو ویران صحرا میں چھوڑنے، بے خطر نار نمرود میں کود پڑنے اور نوخیز لخت جگر کے حلقوم پر چھری چلا دینے تک کے تمام واقعات سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کی اس بھرپور سپردگی کی زندہ شہادتیں ہیں۔ نظر نظر یکسوئی، نفس نفس وفا کیشی اور قدم قدم جاں سپاری آپ کا شیوہ تھا۔ ہر منشاء ربانی پر تسلیم و رضا اور ہر حکم الٰہی کی کامل اتباع آپ کا شعار تھا۔ پس یہی ایثار ذات جسے صوفیائے اسلام ''فنائے نفس'' سے تعبیر کرتے ہیں، ملت ابراہیمی کا جوہر ہے۔

۱۸۵۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنا آپ رب کے سپرد کردیا اور کامل فرمانبرداری دکھائی تو رب نے انہیں دنیا میں بھی چن لیا اور آخرت میں بھی وہ صالحین میں سے ہیں۔ بندگی اسی کا نام ہے کہ آدمی اپنے جذبے، اپنی سوچیں، اپنے رویے، اپنی امنگیں، اپنا سب کچھ اپنے رب کی اطاعت میں لگا دے۔ اپنے سارے معاملات اس کے سپرد کردے۔ پھر اپنے زندگی کے کسی مسئلہ کسی معاملہ، کسی چیز بارے جب بھی سوچے خدا کے تعلق، اسکی بندگی کے دائرے میں رہ کر سوچے۔ اپنا دائمی تصور یہی بنالے کہ میں کچھ نہیں۔ میرا سب کچھ خدا میرے خدا کا ہے۔ سب اسی سے ہے اور اسی کیلئے۔ وہ جیسے

Marfat.com

رکھے میں سدا راضی ہوں۔ جب بندہ اس طرح اپنا وجود سارے کا سارا خدا کی رضا میں نچوڑ دے تو میرا خدا اسے اجتباء کی راہ پر ڈال دیتا ہے ۔ اور اجتباء کی راہ سے قرب الٰہی کی منزل تک رسائی بہت آسانی ہے ۔

۱۸۶۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی اولاد کو اس دین حق کی وصیت کی اور آگے چل کر ان کے پوتے حضرت یعقوبؑ نے بھی اپنے بیٹوں کو اسی پر قائم رہنے کی وصیت کی۔ یہ بات نسل انسانی کیلئے بہت بڑی حکمت اور دانائی کی راہ کھول رہی ہے۔ ہر شخص کی فطرت میں خدا نے یہ جذبہ پیدا کردیا ہے کہ وہ اپنی اولاد اور اپنی آنے والی نسلوں کو اسی مذہب اور اسی جادۂ زیست پر دیکھنا چاہتا ہے جس پر وہ خود ساری عمر چلتا رہا۔ ہر شخص کی نسل اس کے وجود کا تسلسل تو ہوتی ہی ہے، پر وہ چاہتا ہے کہ اس کے طرزِ فکر اور طریقِ عمل کی وارث بھی بن جائے۔

اس طرح در حقیقت وہ اپنی آنے والی نسلوں کو اپنے وجود، اپنی زندگی کا آئینہ بنانا چاہتا ہے ۔ ایسا آئینہ جس میں وہ اپنے ذوق اور مزاج ، پسند اور ناپسند اور اپنے طرز زیست کے ساتھ ہمیشہ جھلکتا رہے۔ یہ بری نہیں ، بہت ہی اچھی سوچ ہے۔ اسی سے دنیا میں اچھائیوں کا تسلسل قائم ہے۔ یہی تو ہے وہ چینل جس سے انبیاء کرام کی لائی ہوئی سچی ہدایتیں دنیا میں آگے بڑھتی رہیں اور بالآخر سرور کائنات رحمۃ العالمین ﷺ کی سیرت اور آپ کے لائے ہوئے دین میں تمام انبیاء کی سیرتیں اور شریعتیں اپنے درجۂ کمال کو پہنچ کر آگے رہتی دنیا اب ایک ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی طرح کونین کے ہر گوشے کو سیراب کرتی رہیں گی؛ اب یہ سیرابی بھی امت مسلمہ کے اندر نسل در نسل تفویض و توریث ہی کے ذریعہ قیامت تک جاری رہے گی۔

۱۸۷۔ حضرت یعقوبؑ نے وصال کے وقت اپنے سارے بیٹوں کو جمع کیا

Marfat.com

اور ان سے پوچھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے ؟سب بولے : ہم خدا کی عبادت کریں گے جو ایک ہی معبود ہے ۔ وحدہ لاشریک معبود ۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ

قارئین ! ذرا محسوس کیجئے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ ہمیں تاریخ نبوت کی کتنی بڑی اور کتنی گہری حقیقت سے روشناس کرارہا ہے ۔ حضرت ابراہیمؑ سے پہلے صرف چند ہی انبیاء گزرے ہیں۔ باقی سارے انبیاء کرام جن کی تعداد ایک لاکھ تئیس ہزارنوسو نوے سے زیادہ ہے'سب کے سب حضرت ابراہیمؑ کی اولاد سے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کے دو بیٹے تھے؛ حضرت اسحاقؑ اور حضرت اسماعیلؑ ۔ان دونوں بیٹوں سے ابراہیم ؑ کی دو الگ الگ نسلیں ہیں ایک خطۂ حجاز اور آس پاس پھیلی جبکہ دوسری شام و مصر و فلسطین کے علاقوں میں ۔ حضرت یعقوبؑ کی اولاد میں ہزاروں انبیاء آئے۔ آپ حضرت اسحاقؑ کے بیٹے ہیں۔ حضرت اسماعیلؑ آپ کے چچا ہیں ۔ حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں صرف ایک ہی پیغمبر آئے۔ ہم سب کے آقا و مولا رحمۃ العالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

اب ذرا اس سارے منظر کو دھیان میں رکھ کر سوچئے کہ یعقوب علیہ السلام جن کی اولاد بنی اسرائیل کہلاتی ہے اور آج تک ساری دنیا کے یہود اسی نسل سے ہیں، جب انہوں نے اپنے سارے بیٹوں کو وفات کے قریب اپنی آخری وصیت کیلئے اکٹھا کیاتو خود انہی سے سوال کیا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ ذرا دیکھئے سوال کتنا عجیب ہے ۔ ایک پیغمبر اپنے بیٹوں سے پوچھ رہا ہے ؛ تم کس کی عبادت کروگے ۔ کیا وہ بیٹے خدا کو نہیں مانتے تھے یا اسکی توحید سے آگاہ نہیں تھے۔ یقیناً تھے جیسا کہ خود ان کے جواب سے ظاہر ہے۔ پھر بھلا ان سے سوال پوچھنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور سوال بھی

Marfat.com

معبود کے بارے میں۔

دیکھئے اس میں راز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ آگے چل کر حضرت یعقوب علیہ السلام کے انہی بیٹوں کی اولاد سے بنی اسرائیل کی قوم وجود میں آئے گی اور اسی نسل میں ایک لاکھ تیئس ہزار نو سو نوے سے زیادہ انبیاء اتریں گے۔ مگر اس کے باوجود قوم بنی اسرائیل اپنے مزاج کی خرابیوں سے چھٹکارا نہیں پاسکے گی۔ اور ان کے مزاج کی سب سے بڑی خرابی ہوگی : خود پسندی اور اس سے پھوٹنے والا بغض و حسد جو اپنی نسل کی بہتری کے خمار میں انہیں اس حد تک ڈبوئے رکھے گا کہ وہ پیغمبروں کی توہین اور انہیں قتل کرنے سے بھی گریز نہیں کریں گے۔ پھر اس خود پسندی اور نسلی غرور کے باعث وہ نبیوں کے سردار حضرت محمد ﷺ کو اچھی طرح پہچان لینے کے باوجود محض اپنے بغض و حسد کی وجہ سے ان پر ایمان نہیں لائیں گے۔

یہ سب اللہ تعالیٰ جانتا تھا اور اسی لئے قیامت تک ان پر اتمام حجت کی خاطر پہلے ہی دن سے یہ اہتمام کردیا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اس وصیت کے روپ میں ان کی ساری اولاد سے ایک نسلی و قومی عہد لے لیا جائے کہ وہ ہمیشہ اپنے باپ یعقوب علیہ السلام' انکے چچا اسماعیل علیہ السلام' باپ اسحاق علیہ السلام اور دادا ابراہیم علیہ السلام کی ملت ، نسبت اور رشتے کو ایک ہی بندھن میں بندھے رہیں گے ۔وہ اگر خدا کی عبادت بھی کریں گے تو اسی ایک ہی رشتے ، ایک ہی نسبت، ایک ہی بندھن میں پروئے ہوئے رہ کر۔

اللہ تعالیٰ یہ چاہتا تھا کہ اس عہد کو بنی اسرائل کے نسلی شعور اور قومی مزاج میں اتنا گہرا اور اتنا پختہ سمودیا جائے کہ وہ خدا کی عبادت کرتے ہوئے بھی ابراہیم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں اسحاق اور اسماعیل علیہما السلام کی مشترکہ

Marfat.com

نسبت کے احساس میں گندھے رہیں۔وہ ہر لمحہ خود کو دونوں ہستیوں سے جوڑے رکھیں ۔وہ ہر آن اپنے شعور و تصور میں دونوں کی محبت یکساں طور پر جگائے رکھیں ۔وہ اپنی تاریخ کے کسی مرحلے پر بھی اسماعیل علیہ السلام کی نسبت کو خود سے جدا نہ ہونے دیں۔ وہ ان کی چاہت کا رشتہ اپنے خون میں اسی طرح ہر دم ترو تازہ محسوس کریں جس طرح یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے ان کی وفات کے لمحے اسے اجاگر کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کی زبان سے حضرت اسماعیلؑ کیلئے یعقوب علیہ السلام کے چچا کی بجائے اسماعیلؑ کا درجہ یعقوب علیہ السلام کے لئے ان کے باپ اسحاقؑ کے درجے ہی میں پیوست تھا۔ دونوں مل کر ایک ہی رشتہ کا تقدس اور تشخص ابھار رہے ہیں؛ابوت کا رشتہ ۔

اور اب بنی اسرائیل کی آنے والی سب نسلوں کے خون میں اسی رشتۂ واحد کی مہک کچھ اس طرح رچی بسی رہے کہ تقریباً چار ہزار سال بعد جب اسماعیلؑ کی اولاد میں حضور سید المرسلین نبی کل کائنات حضرت محمد ﷺ کا ظہور قدسی ہو تو سارے بنی اسرائیل ایک دم لپک کر آگے بڑھیں اور آپ ﷺ کی غلامی میں اپنی ہزاروں سالوں کی نسل در نسل چاہتوں ، عقیدتوں کی ساری تپش، ساری حرارت انڈیل دیں۔ ہاں ! یہ سارا اہتمام خدا نے اسی لئے اور صرف اسی لئے کیا تھا کہ اس کے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ شان نسل ابراہیمی کی دونوں شاخوں پر اچھی طرح آشکار ہوجائے۔ وہ چاہتا تھا کہ بنی اسرائیل بھی اس کے محبوب کی برکتوں اور رحمتوں سے فیض یاب ہوں۔ اس لئے تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان میں اترنے والے ہر نبی کے ذریعہ آنحضور سید المرسلین،رحمۃ للعلمین محمد رسول اللہ ﷺ کی عظمتوں، صفات اور کمالات سے روشناس کراتا رہا اور ہر نسل سے انبیاء کے ذریعہ محمد رسول

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور ان کی پیروی کرنے کا عہد لیتا رہا۔

پس زیر نظر آیت میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے ذریعہ ان کی اولاد سے لئے گئے جس عہد کا تذکرہ ہورہا ہے اس میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا نام شامل کیا جانا بھی در حقیقت اسی میثاق نبوتِ محمدی کا استعارہ ہے، ورنہ ایک خدا کی عبادت کا اعلان کرانے کیلئے اتنی لمبی عبارت میں یعقوبؑ کے آباء کا تذکرہ اور اس تذکرے میں سب کے نام لینے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ تذکرہ او ر سب کے نام اس لئے آئے کہ اس طرح اسماعیلؑ کا نام رمز و ایماء کے طور پر اور استعارہ کے رنگ میں نبوت محمدی کی نسبتوں کا اشارہ بن جائے۔ پھر اب قرآن میں یہود کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے اس عہد کو دہرانے اور بعثت محمدی کی ابراہیمی دعا کے سیاق و سباق میں اسے پورے اہتمام کے ساتھ بیا ن کرنے کی منشاء بھی تو یہی سمجھانا ہے کہ اے بنی اسرائیل ! وہ جو یعقوب علیہ السلام نے اپنی وفات کے سمے اپنی ساری اولاد سے خدا کی عبادت کا عہد لیا تھا تو اس میثاق کی زبان ، اسلوب و آہنگ اور طرز تکمیل ہی سے آشکار ہے کہ وہ دراصل تم سے نبوت محمدی پر ایمان لانے اور اسی نبوت کے تابع رہ کر اسی کی نسبت غلامی میں ڈوب کر خدا کی عبادت کرنے کا عہد تھا ۔ سو آؤ اب اس عہد کو نبھاؤ ۔

بقرہ: ۱۳۱—۱۳۴

۱۸۸۔ انبیاء کی نسبت کے بغیر توحید پر ایمان بھی معتبر نہیں اور خدا کی عبادت بھی اس کے بغیر قبول نہیں ہوتی۔ چنانچہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد کس کی عبادت کرو گے تو وہ بولے: آپ کے معبود اور آپ کے آباء حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاق علیہم

Marfat.com

السلام کے معبود کی، جو کہ یکتا اور یگانہ معبود ہے۔ دیکھئے اس جواب کے دو حصے ہیں: پہلے حصے میں انبیاء کی نسبت سے معبودِ برحق کو ماننے اور پوجنے کی بات ہے جبکہ دوسرے حصے میں بتایا کہ انبیاء کے اس معبود سے مراد کون ہے۔ جواب کی اس ترتیب کا معنی اور مقصد ہی صرف یہ ہے کہ دنیا والوں کو سمجھا دیا جائے کہ خدا پر ایمان انبیاء کی نسبت ہی سے معتبر ہے اور جب اسے انبیاء کا معبود ہونے کی نسبت سے مان لو گے تب اس کی توحید یعنی اکیلا معبود ہونے پر ایمان بھی قبول ہوگا ورنہ نہیں۔ اب کھلا کہ خدا پر ایمان کے دو جزو ہیں:

۱۔ پہلے تو خدا کو انبیاء کا معبود ہونے کی نسبت سے پہچانو۔

۲۔ پھر اسے اکیلا، یکتا اور یگانہ الٰہ مانو۔

اگر ایمان کا پہلا جزو کسی کو نصیب ہے تو پھر اس سے دوسرا جزو قبول ہوگا ورنہ نہیں۔ ہو سکتا ہے کسی کو اب تک یہ بات ماننے میں کچھ تردد ہو تو ایسے لوگوں سے میری گزارش ہے کہ وہ اتنا ضرور سوچیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کا یہ جواب، اس کی ترتیب اور اس کا انداز اگر خدا کو پسند نہ ہوتا تو وہ اسے محفوظ کر کے اب قرآن پاک کے ذریعہ تمام یہود و نصاری اور قیامت تک آنے والی کل نسل انسانی کو اس کی پیروی کرنے کی تلقین نہ کرتا۔ اور پھر یہ بات قرآن پاک کی صرف اسی ایک ہی آیت سے تو ظاہر نہیں ہو رہی بلکہ سینکڑوں دیگر آیات طیبہ بھی اس حقیقت کو پوری قوت سے یقین کی آخری حد تک ثابت کر رہی ہیں۔ جیسا کہ آگے چل کر اپنے اپنے مقام پر واضح ہوگا۔

بقرہ: ۱۳۵—۱۳۶

۱۸۹۔ یہود و نصاری اپنے اپنے دین کی طرف بلاتے اور کہتے ہیں کہ ہدایت تو یہودی یا نصرانی ہونے میں ہے۔ انہیں سوچنا چاہیے کہ خود یہودیت اور عیسائیت

Marfat.com

کا مبدأ (Origin) ملت ابراہیمی ہے تو کیوں نہ ملت ابراہیمی کی اصل تعلیمات دریافت کی جائیں اور ان کی کسوٹی پر یہودیت، نصرانیت اور اسلام کو پرکھ کر حتمی فیصلہ کر لیا جائے کہ ملت ابراہیمی کا اصلی جوہر (Real Esscace) کس دین میں محفوظ ہے اور اب قیامت تک نسل آدم کے لئے ہدایت کا سرچشمہ بننے کی اہلیت کون سا دین رکھتا ہے۔ سب سے پہلے اور سب سے بڑی بات تو یہی ایک کافی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دیگر تمام انبیاء کرام ہر قسم کے شرک سے پاک تھے۔ پس ملت ابراہیمی میں شرک کی کوئی آمیزش نہیں ہو سکتی جبکہ یہودیت اور عیسائیت تو آج شرک کی کثافت سے لبریز ہیں۔

۱۹۰۔ اہل ایمان کے پاس سچائی کی سب سے بڑی طاقت اور اس کا بھرپور اظہار یہ ہے کہ ہم خدا کی طرف سے آنے والے سب سے پہلے پیغمبر حضرت آدمی علیہ السلام سے لے کر نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک ہر ہر پیغمبر پر یکساں اور کامل رکھتے ہیں۔ سارے نبی جتنی سچائیاں لے کر آئے ہم ہر سچائی کو دل و جان سے مانتے ہیں۔ ہمیں آسمان سے اترنے والی کسی ایک بھی سچائی پر ایمان لانے میں قطعاً کوئی گریز نہیں ہے۔ یہودیت اور نصرانیت جن پیغمبروں کی طرف بلاتی ہیں ان سب پر ہم مسلمان پہلے ہی کامل ایمان رکھتے ہیں۔ اور ان کی تمام اصل تعلیمات ہمارے دین اسلام میں شامل ہیں جبکہ یہود و نصاریٰ اپنے انبیاء کی اصل تعلیمات سے محروم ہو چکے ہیں۔

پس ایمان و ہدایت اور نجات اخروی کے معاملہ میں اللہ کے فضل و کرم سے ہم مسلمان ہر خطرہ سے محفوظ ہیں۔ پس اب ہمیں اپنے دین پر عمل کی جدوجہد کرنی ہے اور اس کام میں ہم پورے اطمینان اور اعتماد سے قدم آگے بڑھا سکتے ہیں جبکہ یہود و نصاریٰ اور دنیا کی دیگر اقوام کو ابھی اپنے اپنے مذاہب کی اصل تعلیمات (Original Teaching) دریافت کرنے کا پہلا ہی مرحلہ درپیش

Marfat.com

ہے اور مذاہب کے لئے تنازع للبقاء (Struggle for Existence) کے اگر پیچیدہ عمل میں انتہائی سنگین اور مشکل کام یہی ہے کہ وہ علم، صداقت اور تاریخ کے محاذوں پر اپنا اعتبار (Credibility) کیسے قائم (Establish) کریں۔ آج روئے زمین پر اسلام کے سوا کوئی ایک بھی مذہب یا نظام ایسا موجود نہیں جو اپنی تعلیمات کی خالصیت (Purety)ں حقانیت (Authenticity) عملیت (Practicability) اور ابدیت (Eternity) کو تہذیبوں کی کشمکش (Clash of Civilizations) کے محاذ پر پورے تیقن اور اعتماد کے ساتھ قائم و ثابت کر سکے۔ نوع بشر کو ہدایت کے لئے اسلام ہی کے پاس آنا چاہیے۔

بقرہ:۱۳۷

﴿یعنی اگر لوگ اس طرح ایمان لائیں جس طرح تم (صحابہ کرام) ایمان لائے ہو تو بے شک انہوں نے ہدایت پالی۔﴾

۱۹۱۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدا کے ہاں صرف وہی ایمان معتبر ہے جو نبوی معاشرہ کے افراد یعنی صحابہ کرام جیسا ایمان ہو۔اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کیسا ایمان تھا۔ یہ ایمان دراصل خدا تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ کی محبت سے عبارت تھا۔ اور محبت بھی ایسی شدید جو والہانہ تعلق اور ایثار و قربانی کا آخری مقام ہے۔ ان کے لئے دین ہر چیز کا بدل بن گیا تھا۔ وہ اپنی ذات، اپنے رشتوں اور اپنے مفادات ہر چیز سے بڑھ کر دین کو چاہتے تھے۔ اسلام کا فائدہ اور نقصان ان کا ذاتی فائدہ اور نقصان بن گیا تھا۔

ان کی سب دلچسپیاں دین سے وابستہ ہو گئی تھیں۔ وہ ہر چیز سے بڑھ کر اسلام کو فوقیت دیتے تھے۔ وہ اپنا سب کچھ اس کی خاطر لٹانے کے لئے ہر

Marfat.com

وقت تیار رہتے تھے۔ دین کے نام پر ہر تکلیف انہیں راحت محسوس ہوتی تھی۔ اسلام پر کوئی آنچ آتی تو وہ اس طرح تڑپ اٹھتے جس طرح ان کی اولاد چھن گئی ہے۔ ایمان ان کے ذہن میں نہیں، ضمیر میں اُتر گیا تھا۔ خدا کی محبت ان کے مزاج اور رسول ﷺ کی اطاعت ان کے کردار میں ڈھل گئی تھی۔ دین کی سربلندی ان کا مقصد حیات بن گیا تھا۔ وہ جیتے تھے تو اس لئے کہ دین کا پرچم بلند رہے۔ وہ تڑپتے تھے کہ انسان ہدایت پائے۔ وہ سلگتے تھے کہ ایمان کا نور پھیلے، اور ان کی یہی خصوصیات تھیں جن کی بدولت اسلام کو عظیم ترین کامیابی میسر آئی اور اس کا پرچم ہر سو لہرانے لگا۔

بقرہ:۱۳۸

۱۹۲۔ اللہ کا رنگ۔ ہاں بھئی اس سے بڑھ کر کس کا رنگ ہوگا۔ کیا ہے یہ رنگ۔ لال، گلابی، نیلا، پیلا، سبز، سنہرا، اور بنفشی۔ جو سب رنگوں سے مل کر نکھرا۔ کیسے دِکھے یہ رنگ خدا کا۔ کون اسے پہچانے؟ آؤ خود قرآن سے پوچھیں۔ سب سے پہلے اتنا جانو، باقی سب ہیں رنگ تخلیق کے۔ اُس کا رنگ بس اُسی کا رنگ ہے۔ سب سے الگ اور سب سے نرالا۔ سب تاریک، اسی میں اجالا۔ سب لمحاتی، وہ ہے دوامی۔ سب میں تغیر، وہ نہ بدلے۔ سب ہیں جزوی اور وہ کلی۔ سب ہیں مقید، وہ ہمہ گیر۔ سب ہیں ظاہر تک محدود۔ وہ اندر، باہر سب کو نکھارے۔ ہاں یہ رنگ خدا کا بہت ہی سندر ہے۔ البیلا ہے۔ اس رنگ میں کیا کیا ہے، یہ نہ پوچھو۔ وہ کیا ہے جو اس رنگ میں نہیں، یہ دیکھو۔

میں تو اتنا جانتا ہوں، وہ سب کچھ جو خدا کے پاس مخلوق کو دینے کے لئے ہے، سب اس رنگ میں شامل ہے۔ ہر نعمت ہر راحت ہر برکت ہر سعادت، ہر کمال ہر عظمت ہر فضیلت، ہر نیکی ہر اچھائی، ہر خوبی ہر رعنائی، ہر ندرت ہر زیبائی ہر نکھار ہر وقار، ہر آہنگ ہر معیار، ہر اسلوب ہر منہاج، ہر اعجاز ہر

Marfat.com

معراج۔ یہ رنگ قرآن کی سب تعلیم کا حاصل ہے۔ الحمد سے والناس تک سب'' صبغۃ اللہ'' ہی تو ہے۔ حرف حرف اسے پڑھتے جاؤ۔ نفس نفس پگھلتے جاؤ۔ لمس لمس اسے چھوتے جاؤ۔ نقش نقش اپناتے جاؤ۔ پھر دیکھو رنگ خدا کا کیسے تم پر چڑھتا ہے۔ یہ قطرہ قطرہ برسے گا، اور لہو کی بوند بوند میں دھیرے سے رچے گا۔ یہ ذرہ ذرہ چمکے گا، اور بدن کے ریشے ریشے میں اک نور سا بھر دے گا۔ یہ رنگ ہے محبوب ﷺ کی سیرت کا۔ اسوۂ کردار ہے ان ﷺ کا۔ خدا بس اتنا چاہتا ہے: تم محبوب ﷺ کے ہو جاؤ، وہ تم کو اپنے رنگ کی برسات میں نہلا دے گا۔

بقرہ: ۱۳۹

۱۹۳۔ یہود و نصاریٰ اللہ کی ذات کے بارے میں **اہل** اسلام کے ساتھ جھگڑتے ہیں۔ یہ امر باعث حیرت ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک چار ہزار سالہ نبوت کی تاریخ اپنے ساتھ لئے ہوئے ہیں، پھر بھی خدا کی پہچان میسر نہ ہوسکی۔ اس کی ذات و صفات، اس کے کلام، اس کے پیغام اور اس کی آیات بینات کا ادراک تو خیر کیا ہوگا بلکہ یہ تو اس کی توحید کو بھی فراموش کر چکے۔ یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنا لیا اور نصاریٰ نے تو حد ہی کر دی کہ تثلیث یعنی تین خداؤں کا عقیدہ گھڑ لیا اور وہ بھی اتنا گنجلک کہ ''ایک میں تین اور تین میں ایک۔ ایک خدا تین میں بٹا ہوا۔ تین خدا اور تینوں مل کر ایک خدا''۔

کیا سمجھے قارئین! کچھ نہیں۔ ہم کیا سمجھیں یہ معمہ۔ اسے تو خود وہ بھی سمجھ نہ پائے جنہوں نے گھڑا تھا۔ یہود و نصاری کس قدر الجھ گئے ہیں۔ جب خدا کا تصور ہی مضمحل ہوگیا تو پھر بھلا مذہب میں اور کیا بچا۔ مذہب تو شروع ہی خدا کے تصور سے ہوتا ہے۔ جب وہی بگڑ گیا تو سب کچھ بگڑ گیا۔ یہی وجہ ہے کہ

Marfat.com

اسلام کا پیغام ہدایت سمجھنا اور پانا ان کے نصیب میں نہ ہوا۔

۹۴:۔ یہود و نصاریٰ اسلام کے مقابلہ میں طرح طرح کی باتیں گھڑتے رہتے ہیں۔ ان سب باتوں کا جواب پوری تفصیل سے دینا چاہیے مگر اس سارے مکالمے کا مزاج اور مقصد ہمیشہ ایک ہی رہنا چاہیے۔ دعوت و تبلیغ۔ اسلام بحث برائے بحث اور بے مقصد مجادلہ کا قائل نہیں۔ اس کا منہاج ''دعوتی مکالمہ'' ہے۔ یہ جب بھی غیروں سے بات کرتا ہے بس انہیں حق سے روشناس کرانا چاہتا ہے۔ اس کی گفتگو ہمیشہ خیرخواہی کے مقام سے ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کے دعوتی لب و لہجہ میں کبھی تلخی اور تندی نہیں آئی۔ سارا قرآن غیرمسلموں سے مکالمہ کا انداز لئے ہوئے ہے، مگر کہیں بھی اس میں درشتی نہیں۔ ہر جگہ ایک ٹھنڈک ہے دھیرج ہے اور کوملتا۔ لہجے کی صبافامی جیسے خوشبو کی مہکار، نسیم جانفزا کے ٹھنڈے جھونکے جیسے تتلیوں کی اُڑان، برستے رنگوں کی پھوار جیسے وادیوں میں کھلتے پھول اور بہتے جھرنے، جیسے روشنی کی پھیلتی کرنیں، ہر طرف خاموش اُجالا۔ یہی ہے قرآن کا اسلوبِ مکالمہ۔ ذرا انہی پیش نظر آیات کا ترجمہ پڑھ کر دیکھ لیجئے۔ آپ یقیناً اس بات کی تصدیق کئے بغیر نہ رہ سکیں گے۔ تو آیئے! ہم بھی یہی اسلوب مکالمہ اپنے ذہن و دل میں اُنڈیل لیں۔

بقرہ : ۱۴۰-۱۴۱

۱۹۵۔ اسلام اپنے پیروکاروں کو دوسرے مذاہب کے ساتھ جھگڑنا نہیں سکھاتا۔ اس کی تعلیم یہ ہے کہ اپنے مذہب پر قائم رہو اور اس کی خیر و برکت سے دنیا کو روشناس کراتے رہو۔ اگر دوسرے مذاہب کے لوگ تم سے جھگڑیں تو بس اتنا کہہ دیا کرو:

''ہمارے لئے ہمارے اعمال، تمہارے لئے تمہارے اعمال''

Marfat.com

۱۹۶۔ اسلام دنیا کے مذاہب میں جنگ و جدال کی راہ سے اپنا آپ نہیں منواتا بلکہ پُرامن دعوت اور تبلیغ کے ذریعہ انسانوں کے دل جیتنا چاہتا ہے۔ اسلام کا منہجِ دعوت انتہائی حکیمانہ اور فطری ہے۔ وہ کشمکش مٹاتا اور محبت کی راہ سے دلوں میں اترتا ہے۔ اسلام کا مزاج شائستگی کی معراج ہے۔ یہ دینِ فطرت ہے اور انسانی فطرت ہی کو اپیل کرتا ہے۔ پھر بھلا یہ زور اور زبردستی کی راہ سے کیوں لوگوں کو اپنا تابع بنائے۔ یہ تو سچائی ہے۔ کائنات کی ابدی سچائی۔ اسے جبر کے ہتھیار کی ضرورت نہیں۔ تلوار اس نے تبلیغ کے لئے نہیں، دفاع کے لئے اُٹھائی ہے۔پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سراپا رحمت بن کر دنیا میں تشریف لائے ۔آپ ﷺ نے اپنے حسن اخلاق کے ذریعہ دنیا کو مسخر کیا۔ جس نے حضور اقدس ﷺ کو ایک بار پہچان لیا، پھر وہ ہمیشہ کے لئے بس آپ ﷺ ہی کا ہو کر رہ گیا۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

Marfat.com

حصۂ سوم

قرآن
اور جدید سائنسی معارف

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

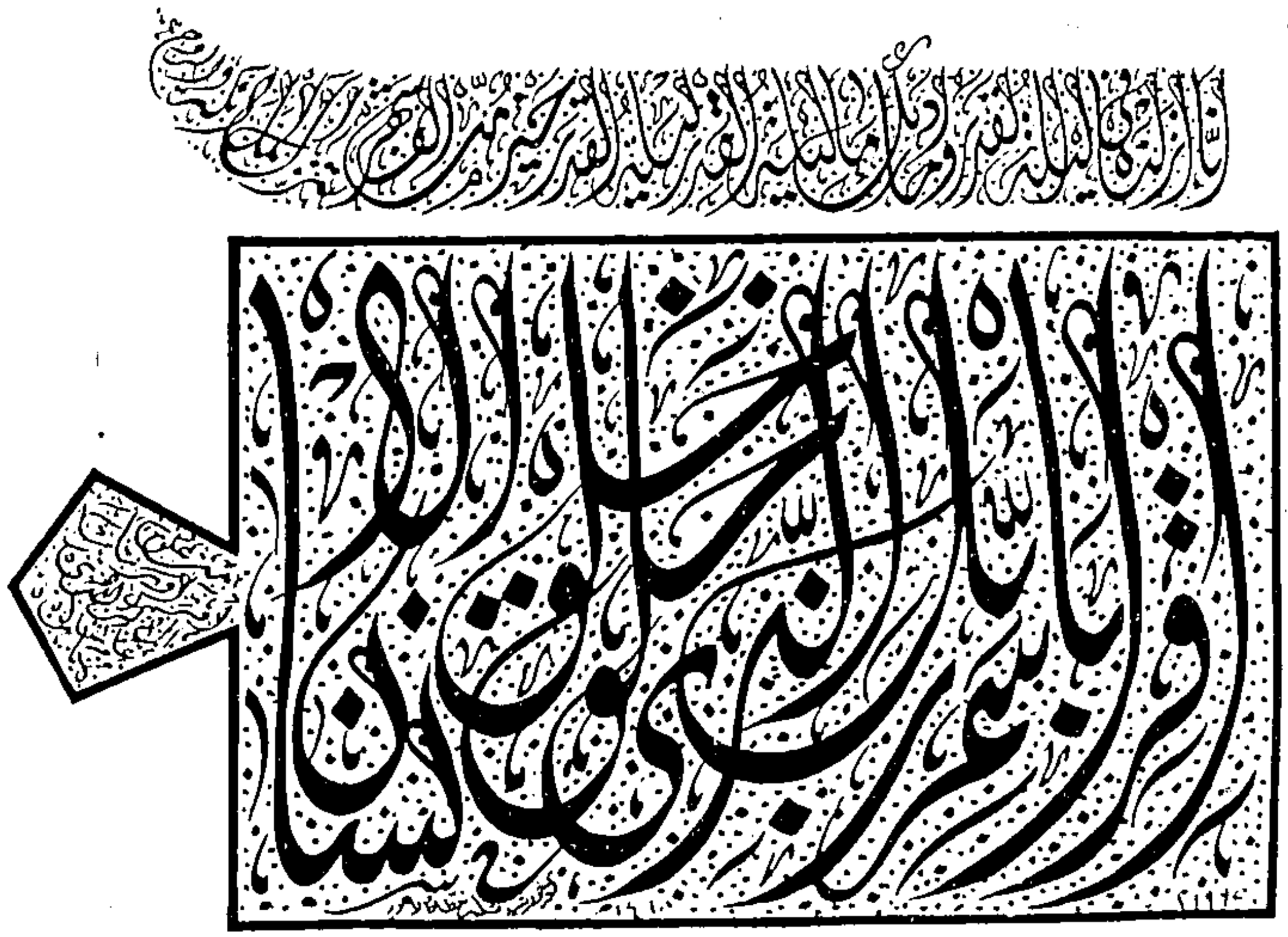

Marfat.com

بقرہ (۲)

﴿یہ بلند رتبہ کتاب شک کی جگہ نہیں، ہدایت ہے پرہیز گاروں کے لئے﴾

قرآن کریم اللہ تعالی کی آخری کتاب ہے۔ اس میں ہدایت ربانی کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔تمام نوع انسانی بلکہ کل کائنات کے لئے ہر قسم کی ہدایت اس میں موجود ہے۔ مخلوق کے فرد اول (First Entity) سے لے کر کائنات کے آخری ذرہ تک جس کو جو ہدایت درکار ہوئی یقیناً قرآن اسے مہیا کرے گا۔آدم علیہ السلام سے لے کر عیسی علیہ السلام تک انبیاء سابقین جو جو کتابیں، شریعتیں اور ہدایتیں لے کر آئے وہ سب کی سب جوہری شکل میں(In their Essence) قرآن کے اندر موجود ہیں۔اللّٰہ کی ہر مخلوق کو زندگی کے ہر روپ میں ہدایت ربانی کی جو شکل درکار ہے قرآن کے اندر یقیناً اسے ملے گی۔یہی وجہ ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ قرآن حکیم کو تمام انسانوں کے لئے ہدایت﴿ھدی للناس -بقرہ :۱۸۵﴾ تمام جہانوں کے لئے نصیحت ﴿ذکر للعلمین-تکویر:۲۷﴾ کائنات کی ہر چیز کا بیان﴿تبیانالکل شئ- نحل:۸۵﴾، تمام کتب سابقہ کی تصدیق﴿مصدقا لمابین یدیہ- فاطر:۳۱﴾اور بہترین کلام ﴿احسن الحدیث-زمر:۲۳﴾ ٹھہرایا ہے۔تو اب سورۂ بقرہ کی زیر نظر آیت میں ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ھدی للمتقین.—یعنی قرآن ہدایت ہے متقین کے لئے ﴾سے کیا مراد ہے؟کیا متقین کے سوا کسی اور کے لئے قرآن ہدایت نہیں ہے۔ایسا تو ہرگز نہیں ہوسکتا۔یقیناً قرآن سب کے لئے ہدایت ہے۔پھر اس آیت کا منشا کیا ہے۔آیئے جدید طبیعیاتی سائنس (Physics) کی روشنی میں اسے سمجھیں۔فزکس ہمیں بتاتی ہے کہ کائنات میں دو قسم کی توانائی(Energy) پائی جاتی ہے:ایک مخفی توانائی(Potential Energy) اور دوسری حرکی توانائی(Kinetic Energy)۔ مخفی توانائی دراصل کام کرنے کی صلاحیت

Marfat.com

(Capability) کا نام ہے جبکہ حرکی توانائی سے مراد ہے اس صلاحیت کا روبہ عمل آنا۔اس سے عملاً فائدہ اٹھانا۔مثال کے طور پر علم سیکھنے کی صلاحیت ہر انسان میں پائی جاتی ہے۔یہ اس کی مخفی توانائی ہے؛ لیکن عملاً سارے انسان اپنی اس صلاحیت کو بروئے کار نہیں لاتے۔پس جو لوگ اپنی اس صلاحیت سے فائدہ اٹھا کر علم سیکھ لیں وہی ہیں جنھوں نے اپنی مخفی توانائی کو حرکی توانائی میں بدلا۔اس مثال کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کریم میں ساری مخلوقات اور تمام انسانوں کے لئے ہدایت کی مخفی توانائی(Potential Energy) موجود ہے لیکن اس ہدایت سے فائدہ وہی اٹھاتے ہیں جو اپنے اندر ہدایت کی آرزو، طلب اور پیاس(Quest) رکھتے ہوں اور اپنی اس آرزو کی قوت سے قرآنی ہدایت کی مخفی توانائی کو حرکی توانائی(Kinetic Energy) میں بدل دیں۔سورۂ بقرہ کی زیر نظر آیت بتا رہی ہے کہ یہ کام وہی لوگ کرسکتے ہیں جو متقی ہوں۔اہل تقوی ہی قرآن کی آفاقی ہدایت سے عملاً فائدہ اٹھاتے ہیں۔

بقرہ:۳

﴿متقی وہ لوگ ہیں جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں﴾

غیب سے عام طور پر صرف اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، فرشتے، جنت و دوزخ اور قیامت و آخرت کے حقائق مراد لئے جاتے ہیں اور بس انھی پر ایمان رکھنے کو ایمان بالغیب سے تعبیر کیاجاتا ہے؛ لیکن واقعہ یہ ہے کہ غیب کا مفہوم بہت وسیع ہے اور اس آیت میں ایمان بالغیب سے مراد دنیا اور آخرت کی تمام پوشیدہ حقیقتوں کو ماننا اور اپنی زندگی کو ان کے مطابق ڈھالنا ہے۔جدید سائنسی تحقیقات نے ہمیں ایک بات اچھی طرح سمجھا دی ہے کہ ہم جہاں رہتے ہیں، ہمارے آس پاس دو بالکل الگ الگ دنیائیں موجود ہیں: ایک ظاہری حسی

Marfat.com

دنیا(Visible World) جسے ہم اپنے حواس ظاہری کی گرفت میں لاسکتے ہیں اور دوسری پوشیدہ باطنی دنیا(Hidden World) جو ہماری نگاہوں سے اوجھل رہتی ہے۔قرآن کی اصطلاح میں ایک عالم شہادت ہے اور دوسری دنیائے غیب۔عالم شہادت کو تو ہم سب جانتے ہیں، دنیائے غیب کو سمجھنے کے لئے فی الوقت صرف اتنا ہی کافی ہے کہ دیکھئے ہمارے آس پاس اربوں، کھربوں جراثیم، بیکٹیریا، وائرس وغیرہ ہر وقت موجود رہتے ہیں مگر ہمیں نظر نہیں آتے۔اسی طرح پانی کی ہر بوند میں بجلی موجود ہے۔ہر چیز کے ذرے ذرے میں الیکٹران گردش کررہے ہیں۔ہر شے سے ہر وقت توانائی خارج ہورہی ہے مگر یہ سب کچھ ہماری ان حسی نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔پھر یہ بھی ہمیں سائنس ہی نے بتایا ہے کہ اس کائنات میں جہاں کہیں جو بھی عمل(Action) ہورہا ہے ہرعمل کا ایک ردعمل (Reaction) بھی ساتھ ہی پیدا ہورہا ہے۔واقعات کی دنیا میں بھی اور اخلاق و کردار کی دنیا میں بھی۔ جو کسی کے ساتھ برائی کرتا ہے وہ اس کا نتیجہ بھی بھگتتا ہے۔جو پرہیز نہیں کرتا وہ بیمار ہوتا ہے۔گناہ سے طبیعت میں بے سکونی اور ذہنی آزار ابھرتا ہے۔نیکیاں اپنے ساتھ خوشی لے کر آتی ہیں۔ اپنے ساتھ پیش آنے والے جن اچھے یا برے واقعات کو ہم اتفاق (Chance) سمجھتے ہیں وہ درحقیقت ہمارے کسی نہ کسی عمل کی جزا یا سزا ہوتے ہیں۔ یہ قدرت کا قانون مکافات ہے۔ امید ہے قارئین محترم!یہ بات آپ کو سمجھ آگئی ہوگی کہ غیب سے کیا مراد ہے اور ہماری اسی دنیا کی روزمرہ زندگی میں اس کا کتنا گہرا عمل دخل ہے۔ تو پھر اب یہ بھی جان لیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی ترتیبِ تلاوت کے بالکل آغاز ہی میں ایمان بالغیب کا حکم اس لئے دیا ہے تاکہ ہم اپنی زندگی میں قدم قدم، نفس نفس اور لمحہ لمحہ عالم غیب کی حقیقتوں کا پورا پورا شعور رکھتے ہوئے جئیں تاکہ اپنے ہر ہر عمل اور ہر ہر حالت میں ہم خود کو دنیائے غیب کے قوانین قدرت سے پوری طرح

Marfat.com

ہم آہنگ کرلیں اور اسی کامل مطابقت(Conformity to the Hidden World) کی بنا پر ہم قدم قدم نقصان سے بچیں اور چھپے ہوئے منافع سے بہرہ ور ہوں۔اسی لئے قرآن نے اہل تقوی کی سب سے پہلی صفت ایمان بالغیب بتائی اور سمجھادیا کہ ایمان بالغیب نہ ہوتو قرآن سے بھی ہدایت نہیں ملتی۔پس یاد رکھیے کہ اہل ایمان وہی ہیں جو عالم شہادت اور دنیائے غیب دونوں پر یقین رکھتے اور دونوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

بقرہ:۴

﴿وہ(اہل تقوی) ایمان رکھتے ہیں اس پر جو آپ ﷺ پر اترااورجو آپ ﷺ سے پہلے اترا اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔﴾

اس آیت سے کھلا کہ زمانے تین ہیں: ماضی، حال اور مستقبل :اور حضور سید عالم ﷺ کی ذات اقدس ان تینوں زمانوں کا سنگم ہے۔کائناتی وقت کی تقسیم (Universal Time Management) ... اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک ﷺ کی ذات گرامی سے جوڑ دی ہے۔اب جس طرح اللہ تعالیٰ کے ہاں دین حق صرف اسلام ہے اسی طرح الوہی کیلنڈر(Divine Calender) بھی صرف وہی ہے جس کا محور حضور اقدس ﷺ کی سیرت پاک ہو۔ آپ ﷺ سے پہلے جتنے انبیاء بھی آئے سب کے زمانے محدود تھے۔ہر نبی ایک خاص قوم کی طرف خاص وقت کے لئے آتا اور وہی اس پیغمبر کا زمانۂ نبوت(Prophetic Era) کہلاتا؛ مگر جب سب سے آخر میں حضور سید المرسلین ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ کا زمانہ سب زمانوں پر حاوی(Supercede) ہوگیا۔اب پوری نسل انسانی کی تاریخ بلکہ سارا کائناتی وقت(Cosmic Time) حضور ﷺ کی ذات اقدس سے جڑ گیا۔علامہ اقبال کے شہرۂ آفاق الفاظ میں" حضور اقدس ﷺ دنیائے قدیم اور دنیائے جدید

Marfat.com

کا سنگم ہیں" اب ماضی حال اور مستقبل تینوں زمانوں کا تعین آپ ﷺ کی نسبت سے ہوتا ہے۔زمانہ ماضی آپ ﷺ کی بعثت سے شروع ہو کر پیچھے کی طرف جاتا ہے۔چنانچہ آپ ﷺ کی بعثت کے ساتھ ہی پچھلی تمام شریعتیں، سارے دین، سب آسمانی کتابیں یکدم منسوخ ہو کر قصہ ماضی بن گئیں۔ پس اولاد آدم کے لئے، بعثت محمدی زمانوں کے تعین کی حدِ فاصل(Determiuning Factor) ہے۔آپ ﷺ کی بعثت سے جو دین شروع ہواوہ قیامت تک باقی رہے گا۔سو اب رہتی دنیا حضور ﷺ کی نسبت کا زمانہ حال ہے اور آخرت نبوتِ محمدی کی ساری پوشیدہ عظمتوں(Hidden Glory) کی نمود کا زمانۂ مستقبل۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کی اولاد کے لئے اس کائنات کی تاریخ کا جو آفاقی فریم آف ریفرنس (Universal Human Frame of Reference) تشکیل دیا ہے اس کا فوکس(Focus) محمد ﷺ کی ذات گرامی کو بنایا ہے۔ ماضی، حال اور مستقبل کا خط امتیاز(Distinguishing Symbol) آپ ﷺ کی ذات اقدس ہے۔آدم کی اولاد کے لئے کل تین زمانے ہیں: حضور ﷺ سے پہلے سارا زمانہ ماضی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے علاوہ جتنے بھی پیغمبر بھیجے تھے سب میں وہ زمانہ بانٹ دیا۔اب قیامت تک سارا عرصہ حضور ﷺ کی رسالت کا زمانۂ حال ہے۔ ؎

تجھ سے پہلے کا جو ماضی تھا ہزاروں کا سہی
اب جو تا حشر کا فردا ہے وہ تنہا تیرا

اور رہی بات قیامت اور مابعد قیامت کی تو بس اتنا ہی جان لیجیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کی عظمتیں کُل مخلوق کو دکھانے کے لئے اک اہتمام خاص قیامت میں کرے گا۔بقول شاعر ؎

فقط اتنا سبب ہے انعقاد بزمِ محشر کا
کہ ان ﷺ کی شان محبوبی دکھائی جانے والی ہے

Marfat.com

بقرہ(۲۵)

﴿اگر قرآن میں تمہیں کچھ شک ہے تو اس جیسی ایک آیت ہی بنا لاؤ مگر تم کبھی ایسا نہ کر پاؤ گے۔﴾

معلوم ہوا انسان کے تخیل، ادراک اور بیان کی قوتیں بہت ہی محدود ہیں اور یہی محدودیت(Human Limitation) انسان کو بندگی کے سانچے میں ڈھالتی ہے۔

بے بسی انسان کو عاجزی سکھاتی ہے۔انسانی معاشرت کی رنگا رنگی بھی اسی محدودیت سے پھوٹی ہے۔مل جل کر رہنا، ایک دوسرے کے کام آنا اور نسل در نسل مشترکہ مقاصد کے لئے جدوجہد کرنا اسی لئے ہے کہ آدمی نہ تو اکیلے سب کچھ کرسکتا ہے اور نہ ہی ایک نسل زندگی کے سب مقاصد بروئے کار لاسکتی ہے۔کائنات کے ساتھ انسان کا تعامل(Interaction) بھی اسی محدودیت سے ابھرا ہے۔بشر کو جینے کے لئے جو کچھ چاہیے وہ اس کے اپنے پاس نہیں بلکہ کائنات اسے دیتی ہے ؛ آسمان سے ہدایت بھی اللہ تعالیٰ نے اسی لئے اتاری ہے کہ آدم کی اولاد اپنے مسائل خود نہیں حل کرسکتی۔بشر کی سوچ اور قوتِ اظہار دونوں محدود ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کی کتاب سے رہنمائی لے کر ہی وہ زندگی گزار سکتا ہے۔

بقرہ:۲۵

﴿اہل جنت کو ایسے پھل عطا ہوں گے جو ظاہراً مشابہہ مگر ذائقہ میں مختلف ہوں گے۔﴾

ہوسکتا ہے دنیا میں بھی کچھ پھل ایسے ہوں۔خاص کر مختلف علاقوں کے ایک جیسے پھل، کچھ نہ کچھ تو مختلف ہوتے ہی ہیں۔یہ قدرت اور نیرنگی اللہ کے حُسنِ

Marfat.com

تخلیق کا ایک کرشمہ ہے: وحدت میں کثرت(Multiplicity in Singularity) اور کثرت میں وحدت(Unity in Diversity) جدید حیاتیاتی سائنس(Biology) کا بہت بڑا مظہر(Phenomenon) ہے۔اللّٰہ تعالیٰ اپنی شان یکتائی اسی طرح کائنات کے بوقلموں عناصر(Diverse Creatures) میں دکھتا ہے۔ہر چیز کے دو روپ ہیں؛ایک ظاہر اور ایک باطن۔ کچھ چیزیں ظاہر میں ملتی جلتی اور باطن میں ایک دوسرے سے جدا جدا ہیں اور کچھ بالکل اس کے برعکس؛ اور یہی اللّٰہ کی قدرتوں کا جلوہ ہے۔

بقرہ:۲۶

﴿اللّٰہ تعالیٰ مچھر یا اس سے ہلکی چیز کی مثال بیان کرنے سے نہیں شرماتا۔ایمان والے ایسے اللّٰہ کی طرف سے حق سمجھتے ہیں.....وہ اس کے ذریعے بُہتوں کو ہدایت دیتا اور بُہتوں کو گمراہی میں رہنے دیتاہے۔﴾

معلوم ہوا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے کائنات کی چھوٹی سی چھوٹی چیز میں بھی ہدایت کا سامان رکھا ہے۔ہر ذرے، ہر قطرے میں ایک ایسی توانائی(Energy) پوشیدہ ہے کہ جب اللّٰہ تعالیٰ کے کلام میں اس چیز کا نام آتا ہے تو وہ مخفی توانائی ایک دم فعال (Activate) ہوجاتی ہے۔گویا جیسے ایک ساز کے تاروں میں نغمے چھپے ہوں اور مضراب کی چوٹ پڑتے ہی وہ نغمے امنڈ پڑیں۔کلام الٰہی وہ مضراب ہے جو ہر شے کی فطرت میں چھپے ہدایت کے رسیلے نغمے جگا دیتاہے۔جدید علم نفسیات کی زبان میں اسے ہم(Divine Motivation) کا نام دے سکتے ہیں۔یہ آیت اسی طرف اشارہ کررہی ہے۔

Marfat.com

بقرہ:۲۹

﴿پھر آسمان کی طرف قصد کیا اور ان کو ٹھیک ٹھاک سات آسمان بنایا۔﴾

سات آسمان !لوگوں نے طرح طرح کی باتیں کی ہیں اس کی تفسیر میں۔سائنس خود ابھی متعین طور پر کچھ کہہ نہیں سکی کہ سات آسمان کون کون سے ہیں۔ہاں ایک بات مجھے قرآن کی روشنی میں واضح طور پرمحسوس ہوتی ہے کہ یہ جو چاند، سورج، سیارے اور ستارے نظر آتے ہیں سب آسمانِ دنیا میں ہیں۔جہاں تک سائنس کی دریافت ابھی پہنچی ہے۔ ایک لامحدود فضائے بیکراں میں تیرتے انگنت نظام شمسی اور لامحدود کہکشائیں سب اسی آسمان دنیا کا حصہ ہیں کیوں کہ سورۂ ملک میں اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔(ہم نے آسمانِ دنیا کو چراغوں سے آراستہ کیا)۔پس یہ فضائے بیکراں تو پہلا آسمان ہے۔باقی چھ آسمانوں کی دریافت نہ جانے کب ہوگی۔ابھی تو ان کی بلندیاں ہمارے تصور سے بھی ماوراء ہیں۔بس اللّٰہ ہی ان کا راز جانے۔

بقرہ:۳۱

﴿اللّٰہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام کائناتی چیزوں کے نام سکھا دیئے۔﴾

معلوم ہوا کہ اس کائنات میں جتنی چیزیں موجود ہیں سب کے اللّٰہ نے نام رکھے ہیں اور ان سارے ناموں کا علم اللّٰہ تعالیٰ نے ابوالبشرآدم علیہ السلام کو سکھادیا تھا۔اب اس علم کا کچھ حصہ موروثی طور پر آدم کی اولاد میں منتقل ہوتا چلا آرہا ہے ، جب جب اللّٰہ چاہتا ہے کسی بشر کے ذریعہ کائناتی سائنس کی کچھ

Marfat.com

حقیقتیں آشکار کردیتا ہے اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔سورۂ شوری میں فرمایا ہے:" ہم انھیں آفاق اور انفس میں اپنی نشانیاں دکھاتے رہیں گے اور یوں ان پر حق واضح ہوتا جائے گا۔"

بقرہ:۳۶

﴿ایک وقت مقرر تک تمہارے لئے زمین میں ٹھہرنا اور فائدہ اٹھاتا ہے۔﴾

انسان کو اللّٰہ نے جنت سے نکال کر زمین پر اتار اور ایک وقت مقرر تک یہاں رہنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا امر فرمایا۔ساتھ ہی یہ بھی بتادیا کہ ﴿ خلق لکم ما فی الارض جمیعا-بقرہ:۲۹﴾ یعنی زمین میں جو کچھ ہے سب تمہارے نفع کے لئے بنایا ہے۔اب یہ بات ظاہر ہے کہ انسان کو جینے کے لئے کائنات کی ضرورت ہے اور کائنات کو باقی رہنے کے لئے انسان کی۔دونوں ایک دوسرے کے محتاج ہیں اور دونوں ایک دوسرے کا سہارا۔جب تک انسان باقی ہے تب تک کائنات بھی رہے گی۔ایک زندہ اور فعال حیاتیاتی تعامل (Living Biological Interaction) ہے جو انسان اور کائنات کے درمیان ہر وقت جاری ہے۔ہر ایک دوسرے کو ہر وقت کچھ نہ کچھ دے رہا ہے اور اس سے بدلے میں کچھ لے رہاہے۔مثال کے طور پر انسان کی زندگی سانس لینے سے چلتی ہے اور سانس لینے میں آدمی اگر ماحول سے آکسیجن لیتا ہے تو بدلے میں اسے کاربن ڈائی آکسائیڈ دیتا بھی ہے۔یہی حال پانی، خوراک، روشنی اور دیگر ضروریات زندگی کا ہے۔سائنس کہتی ہے مادہ(Matter) فنا نہیں ہوتا بس اپنی شکل(Form) بدل لیتا ہے یعنی انسان جو کچھ کھاتا، پیتا اور برتتا ہے وہ سب کچھ ایک نئی اور بدلی ہوئی شکل میں واپس کائنات کو مل جاتا ہے۔اسی طرح کائنات ہر وقت انسان کو

Marfat.com

کچھ نہ کچھ دیتی اور اس سے کچھ نہ کچھ لیتی رہتی ہے۔حد یہ کہ چھوٹے سے چھوٹے معاملہ میں بھی علم و آگہی اور اطلاعات کا ہرآن تبادلہ (Information Echange) ہورہا ہے۔جدید حیاتیاتی سائنس(Biology) کے ماہرین سے سنئے:

> یعنی ایک جاندار کی زندگی کا انحصار ماحول کے ساتھ اس کے مسلسل تعامل اور مادہ، توانائی اور معلومات کے پیہم تبادلہ پر ہے۔

یہ ہے مشیت الٰہی کا وہ راز جو اس نے آدم و حوا کو جنت سے نکال کر زمیں پر بھیجتے وقت ان الفاظ میں سمجھا دیا تھا کہ (تمہارے لئے زمین میں ایک وقت مقرر تک ٹھہرنا اور برتنا ہے)'پس اولاد آدم کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ زمین اور اس میں جو کچھ ہے سب انسان کے نفع کے لئے بنا ہے اور اب رہتی دنیا اسے زمین سے محض نفع ہی نہیں اٹھانا بلکہ اسے سجانا، سنوارنا، بہتر بنانا اور آنے والی نسلوں کے لئے سنبھال کر رکھنا بھی ہے۔اس کے ماحول کو آلودہ کرنا، اس کے وسائل، توانائیوں اور خزانوں کو برباد کرنا، اس کی ہریالی، روئیدگی اور شادابی کو ختم کرنا صرف حکم الٰہی کی خلاف ورزی ہی نہیں بلکہ اپنی آنے والی نسلوں کو ناقابل تلافی نقصان سے دوچار کرنے کا جرم بھی ہے۔

بقرہ:۳۷

﴿آدم نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھے اور توبہ کی تو اللہ نے قبول فرمائی۔﴾

توبہ کے کلمات بھی رب ہی نے سکھائے۔تو یہ خود اسی نے قبول کرنی تھی تو جیسے بھی ہوتی قبول کرلیتا؛ مگر نہیں! قبولیت توبہ کے لئے موزوں الفاظ درکار ہیں۔معلوم ہوا الفاظ میں بڑی طاقت ہے اور خاص کاموں کے لئے خاص الفاظ مقرر ہیں۔جبھی تو اللہ نے ہماری رہنمائی کے لئے پیغمبر بھیجے اور ہر پیغمبر نے اپنی

Marfat.com

امت کو اللّٰہ کی تسبیح، عبادت اور دعا کے الفاظ سکھائے۔حد یہ کہ انسانوں کی باہمی گفتگو، رشتوں کے حقوق، معاملات کے انعقاد، تنازعات کے تصفیہ اور انسانوں کی تربیت ، اصلاح کے لئے وعظ و خطاب کے الفاظ بھی پیغمبروں نے خود ہی مقرر فرمائے۔حضور سید عالم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا بہت بڑا حصہ آپ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاؤں، اذکار و اوراد، مکاتب مقدسہ، مواعظ حسنہ، مکالمات طیبہ اور احادیث مطہرہ پر مشتمل ہے۔جوامع الکلم یعنی مختصر ترین جامع کلمات میں اپنے مقصد کا اظہار کردینا آپ ﷺ کے خصائص و امتیازات میں سے ہے۔خود قرآن کریم میں انبیاء کرام کی دعائیں اور مختلف مواقع پر ان کی گفتگو کے الفاظ بعینہ محفوظ کرکے نسل آدم کو رہتی دنیا ایک بہت بڑا خزانہ مہیا کردیا گیا ہے۔پھر یہی نہیں ،بلکہ " بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم "سے لے کر" قل اعوذ برب الناس" تک سینکڑوں دعائیہ کلمات، اللّٰہ کی حمد و تسبیح و ذکر کے الفاظ اور انسان زندگی کے مختلف مواقع پر حسنِ اظہار کے اسالیب براہ راست اللّٰہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں نوع انسانی کو عطا فرمائے ہیں۔

ان ساری تصریحات سے ایک بات کھل کر سامنے آگئی کہ الفاظ و کلمات میں ایک غیر معمولی تکوینی قوت(Extra-ordinaryCosmic Energy) پوشیدہ ہوتی ہے۔جبھی تو ہم دیکھتے ہیں کہ تیمارداری کے خوبصورت الفاظ سے مریض کی تکلیف گھٹ جاتی ہے۔دکھی انسان کو ہمدردی کے موزوں الفاظ غم بھلادیتے ہیں۔مایوسی امید میں بدل جاتی ہے۔اسی طرح منفی الفاظ کا سننے والے پر شدید اثر ہوتا ہے۔گالی تن بدن میں آگ لگا دیتی ہے۔اشتعال انگیز کلمات سے آدمی کے رگ و ریشے میں غصے کا زہر بھرجاتا ہے۔جادو کی تاثیر ہر ایک کو معلوم ہے اور یہ بھی الفاظ ہی سے ہوتا ہے۔اس طرح پاکیزہ کلام، رُقیہ، شرعی دم اور تعویذوں کے اثرات بھی عالم آشکار ہیں۔جدید سائنس مانتی ہے کہ جس طرح کائنات کی ہر چیز

Marfat.com

کے وجود سے Radiation ہوتی ہے یعنی توانائی کی لہریں خارج ہوتی ہیں اسی طرح الفاظ میں بھی قوت کا خزانہ موجود ہے۔ہر لفظ توانائی کا ایک یونٹ ہوتا ہے اور الہامی صحیفوں کے الفاظ غیر معمولی توانائی سے معمور(Highly Energised) ہوتے ہیں۔روحانی علاج کے ماہرین مختلف بیماریوں کے علاج چند منتخب الفاظ و اذکار سے کرتے ہیں۔انبیاء و اولیاء کی روحانی قوت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ان کے کلمات میں حیرت انگیز مقناطیسی طاقت(Magnetic Energy) بھری ہوتی ہے۔دنیا ان کی طرف کھچی چلی آتی ہے۔بائبل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ہے:

My words are life to them that find them and health to all their flesh.

یعنی میرے الفاظ میرے ماننے والوں کے لئے زندگی اور ان کے اجسام کے لئے صحت ہیں۔

یہ تو انسانی کلمات کی طاقت ہے۔خدائی الفاظ(Divine Words) کی قوت کا عالم کیا ہوگا۔قرآن میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کو بنانا یا کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو لفظ "کن" ارشاد فرماتا ہے۔یعنی "ہوجا" اور وہ چیز فوراً ہوجاتی ہے۔ایک اور جگہ آیا ہے: آسمان اور زمین یعنی کل کائنات کو اللہ نے فرمایا:

ائتیا طوعا او کرھا..........یعنی آجاؤ خوشی سے یا مجبوری سے

اور فوراً پوری کائنات سامنے آگئی یہ کہتے ہوئے:﴿اتینا طائعین﴾یعنی ہم حاضر ہیں خوشی سے اطاعت کرتے ہوئے۔ یہ ہے طاقت اللہ تعالیٰ کے الفاظ کی۔پس آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ایسے الفاظ سکھائے جن کی بدولت ان کی توبہ قبول ہوئی اور پوری کائنات میں بطور نائب الٰہی ان کا اور ان کی اولاد کا

Marfat.com

رہتی دنیا اقتدار قائم ہوگیا۔پس اے میرے قارئین!الفاظ کی طاقت کو کبھی فراموش نہ کرنا۔قرآن کی تلاوت نور ہی نور اور شفا ہی شفا ہے اور میرے آقا و مولا حضور سیدِ عالم ﷺ کی ماثور دعائیں بارگاہ الٰہی میں قبولیت کا سرچشمہ ہیں۔

بقرہ:۳۸

﴿تم سب یہاں سے اترو۔جب کبھی تمہارے پاس میری ہدایت پہنچے تو اس کی پیروی کرنے والے ہر خوف وغم سے محفوظ رہیں گے۔﴾

آدم کے زمین پر اترتے سمے اللہ تعالیٰ نے پوری نسل آدم کے لئے یہ پیغام دے دیا کہ میری طرف سے آنے والی ہدایت یعنی دین کے احکام پر جو لوگ عمل کریں گے وہ ہمیشہ خوف وغم سے محفوظ رہیں گے۔بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی طبیعت اور فطرت ہی ایسی بنائی ہے کہ وہ کسی نہ کسی مافوق الفطرت ہستی کو ماننے، اس کی پرستش کرنے، اس سے اپنی آرزوؤں کی تکمیل چاہنے، زندگی کے ہر معاملے میں اس کے سہارے ، اس کے بھروسے مطمئن اور پرسکون رہنے کا خوگر ہے۔پہلے انسان سے لے کر آج تک روئے زمین کے کسی گوشے میں کوئی ایسا فرد یا گروہ کسی آنکھ نے نہیں دیکھا جو کسی نہ کسی مذہب یا دین کو اپنائے ہوئے نہ ہو۔پس اتنی بات تو کھل کر سامنے آگئی کہ مذہبی ہدایت انسان کی اولیں فطری ضرورت ہے۔انسان کے اندر شعور کی آنکھ کھلتے ہی مذہبی ہدایت کا تقاضا ابھر آتا ہے۔اب یہ تو ابلیس کی دسیسہ کاریوں کا ثمر ہے کہ اکثر لوگ کسی نہ کسی گمراہی کو ہی مذہبی ہدایت سمجھ کر اپنا لیتے اور عمر بھر اسی سے چمٹے رہتے ہیں لیکن اگر انسان کسی طرح اپنی اصل پاکیزہ فطرت کو دریافت کرلے اور اس کی رہنمائی میں دیکھے تو بہت جلد اسے اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین ہدایت کی

Marfat.com

روشنی میسر آجاتی ہے۔ اس کی پہچان اور معیار قرآن حکیم کی زیر نظر آیت اور دیگر بہت سی آیات مقدسہ کی رو سے یہ ہے کہ:''سچا مذہب انسان کو ہر قسم کے خوف وغم سے آزاد رکھتا ہے''۔جدید مذہبی سائنس کے ماہرین بھی اس کا اعتراف کرتے ہیں· ڈاکٹر رالف والڈوٹرائن کے الفاظ میں:

" سچا مذہب درحقیقت روح کے لئے ایک نہایت سکوں بخش چیز ہے۔یہ زندگی کے لئے امن اور خوشی کا سرچشمہ ہے۔"

بقرہ:۴۵

﴿صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔﴾

اس سے عیاں ہے کہ مصیبتوں، پریشانیوں اور تکلیفوں کا مقابلہ کرنے کے لئے آدمی کو نماز اور صبر سے غیر معمولی قوت اور توانائی(Energy) ملتی ہے۔یہ توانائی حسی(Physical Energy) بھی ہوتی ہے۔ذہنی(Brain Energy) بھی اور جذباتی(Emotional Energy) بھی۔نماز عبادت ہے اور عبادت کرنے میں توانائی محض خرچ(Consume) ہی نہیں ہوتی بلکہ بہت زیادہ مقدار میں نئی توانائی پیدا بھی ہوتی ہے۔صبر ایک ذہنی رویہ اور جذباتی حالت ہے۔یہ آدمی کے وجود کو بے بہا توانائی سے معمور کردیتا ہے جس سے وہ تکالیف سہنے کا حوصلہ پاتا اور برائی سے بچنے کی ہمت حاصل کرتا ہے۔اب یہ بات سائنس نے پوری طرح ثابت کردی ہے کہ صرف مادی اشیاء ہی نہیں معنوی اقدار بھی تخلیقی توانائی (Creative Energy)· کا سرچشمہ ہیں۔

Marfat.com

بقرہ

﴿ہم نے موسیٰؑ سے چالیس رات کا وعدہ لیا۔﴾

خلوت(Solitude) کی چالیس راتیں حضرت موسی علیہ السلام کے لئے اللّٰہ تعالیٰ نے مقرر فرمائیں اور کم و بیش ہر پیغمبر کی زندگی میں خلوت و اعتکاف کا معمول نظر آتا ہے۔اولیاء کرام کی تو زندگی ہی خلوت درانجمن کا مصداق ہوتی ہے۔پھر بھی ان کے ہاں چلہ ایک مستقل ریاضت کے طور پر موجود ہے۔تصوف دنیا کے ہر مذہب کا حصہ ہے اور چلہ ہر تصوف میں رائج۔بات یہ ہے کہ خلوت صرف روحانی ارتقاء ہی کے لئے درکار نہیں بلکہ ہر انسان کو اپنی عملی زندگی میں اس کی ضرورت پڑتی ہے۔سماجی، کاروباری اور طرح طرح کی سرگرمیاں جن میں آدمی کھویا رہتا ہے اس کی شخصیت کو کئی پرتوں میں بانٹ دیتی ہیں اور یہیں سے بے چینی(Anxiety) تناؤ(Depression) اور دیگر نفسیاتی آزار جنم لیتے ہیں۔اس سے بچاؤ کے لئے ضروری ہے کہ آدمی روزمرہ زندگی کی ہماہمی سے کچھ لمحات تنہائی اور خلوت کے ایسے ضرور نکالا کرے جن میں ہر طرف سے کٹ کر اپنی شخصیت کی خالص روحانی اور باطنی جہتوں(Essteric Dimensions) پر ساری توجہ مرکوز کردے۔ جدیدمیڈیکل سائنس میں خلوت(Solitude) کی اہمیت کچھ یوں آشکار کی گئی ہے:

"Solitude provides a release from stress. It also serves a kind of self-restoration function. It allows one to emotionally catch one's breath. Solitude has a renewing effect on people's moods. They become more cheerful, more alert and stronger. Solitude

Marfat.com

leads to create insights and new ways of Thinking".

(Encyclopaedia of mental health, V.3.P.567)

خلوت آدمی کو ذہنی دباؤ سے بچاتی ہے۔اس سے آدمی کو بحالئ ذات میں مدد ملتی ہے۔گویا اس طرح وہ جذباتی لحاظ سے اپنی بکھرتی سانسوں کو سنبھال لیتا ہے۔Solitude سے لوگوں کے مزاج میں تازگی اور شگفتگی پیدا ہوتی ہے۔وہ زیادہ خوشگوار، توانا اور تازہ دم محسوس ہوتے ہیں۔اس سے آدمی میں تخلیقی شعور ابھرتا اور سوچ کے نئے زاویے چمکتے ہیں۔

بقرہ:۷۴

﴿پھر تمہارے دل سخت ہوگئے، پتھر کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت۔﴾

جدید میڈیکل سائنس میں ایک الجھن بہت گہری پائی جاتی ہے اور وہ یہ کہ دل تو صرف ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جو اذین، بطین ، والو اور عضلات کا مجموعہ ہے اور جس کا کام بدن میں خون کی گردش جاری رکھنا ہے اور بس۔سوال یہ ہے کہ تو قرآن کریم اور احادیث طیبہ میں جس دل (قلب، فؤاد) کا ذکر آتا ہے اس سے کیا مراد ہے۔آیا وہ ذہن(Mind) کا دوسرا نام ہے یا نفس، قلب اور روح سب ایک ہی چیز کے نام ہیں۔قارئین محترم!اس مسئلے پر تفصیل سے گفتگو تو ان شاء اللہ آگے چل کر ہوگی۔یہاں فی الحال صرف اتنا ہی کہنا ہے کہ دل نہ تو ذہن کا دوسرا نام ہے اور نہ روح یا نفس کا۔یہ ایک جوہر لطیف سے جس کا تعلق اسی مضغۂ صنوبری(Heart) کے ساتھ ہے۔قرآن کریم میں اس بات کا واضح ثبوت موجود ہے۔چنانچہ سورۂ حج آیت۴۶ میں ارشاد ہے: فانها لاتعمی

Marfat.com

الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور۔یعنی آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ دل کا مقام سینے میں ہے۔لہٰذا اس سے مراد ذہن،نفس یا روح ہرگز نہیں ہوسکتے بلکہ اسی مضغۂ صنوبری سے متعلق جوہر لطیف کا نام ہے۔قرآن کریم اور احادیث طیبہ میں اس دل کی بہت سی خصوصیات، احوال اور کیفیات بیان ہوئی ہیں: مثلاً یہ کہ اللّٰہ تعالیٰ وحی انبیاء کے دل پر اتارتا ہے۔قرآن کریم حضور سید عالم ﷺ کے قلب اطہر پہ نازل ہوا۔دل میں چیزوں کو بڑی گہرائی سے سمجھنے کی قوت پائی جاتی ہے۔کافروں کے پاس دل ہوتے ہیں مگر وہ سمجھتے نہیں۔ان کے دلوں پر اللّٰہ تعالیٰ مہر لگادیتا ہے منافقین کے دل بیمار ہوتے ہیں۔وہ زبان سے جو کچھ کہتے ہیں دل میں وہ نہیں ہوتا۔گویا جھوٹ دل کی بیماری ہے۔سورۂ احزاب(۳۳) میں خواتین سے فرمایا:نرم بات نہ کرو کہ کہیں وہ شخص طمع میں پڑجائے جس کا دل بیمار ہے۔معلوم ہوا شہوت دل کی بیماری ہے۔اسی سورت(۴) میں ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ نے کسی آدمی کے سینے میں دو دل نہیں بنائے اور اپنی جن بیویوں کو تم ماں کہہ بیٹھتے ہو انھیں اللّٰہ نے تمہاری (سچ مچ کی) مائیں نہیں بنایا اور نہ تمہارے منہ بولے بیٹوں کو حقیقی بیٹے بنایا ہے۔اس سے ظاہر ہوا کہ رشتوں کی چاہت اور احساسِ محبت کا تعلق دل سے ہے۔جذبے دل ہی میں پائے جاتے ہیں۔سورۂ اسراء کی آیت ۳۶ سے ظاہر ہے کہ دل (فؤاد) کا کام غوروفکر کرنا اور سمع و بصر سے حاصل شدہ معلومات کو پراسس(Process) کرکے علم میں ڈھالنا ہے۔سورۂ زمر(۲۳) میں فرمایا کہ تلاوت قرآن سے کچھ لوگوں کے دل ذکر الٰہی کے لئے نرم ہوجاتے ہیں اور یہاں سورۂ بقرہ کی زیر نظر آیت بتارہی ہے کہ یہود کے دل پتھر کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت ہوگئے۔اس سے کھلا کہ طبیعت اور مزاج کا تعلق بھی دل ہی سے ہے۔نرمی، سختی، محبت، نفرت، بغض، حسد، خوف و خشیت

Marfat.com

اور سوز و گداز سب دل ہی کی کیفیات ہیں۔اچھا کون مسلمان ہے جسے یہ شہرۂ آفاق حدیث نبوی یاد نہ ہوگی :" انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جو سدھر جائے تو سارا جسم سدھر جاتا ہے اور اگر وہ فاسد ہوجائے تو سارا جسم فاسد ہوجاتا ہے اور گوشت کا وہ ٹکڑا دل ہے۔" نیز یہ حدیث پاک بھی اکثر لوگوں کو یاد ہے کہ: "خبردار!لوہے کی طرح دل بھی زنگ آلود ہوجاتے ہیں اورانھیں دوبارہ صیقل کرنے کے لئے کثرت سے موت کو یاد کرو اور قرآن کی تلاوت کرتے رہو" یہ بھی ارشاد نبوی ہم سب جانتے ہیں کہ "اولاد آدم کے دل اللہ کے تصرف میں ہیں وہ جدھر چاہتا ہے انھیں پھیر دیتا ہے۔" نیز یہ بھی ہم نے حدیث میں پڑھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے سینے کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: تقوی یہاں (یعنی دل میں) ہوتا ہے۔گویا صاف کھول کو بتادیا کہ تقویٰ دل کی صفت ہے اور دل سے مراد وہی جوہر لطیف ہے جس کا مقام سینے میں ہے؛ تو کیا خیال ہے قارئین محترم!کیا اب بھی کوئی ماہرِ حیاتیات یا محققِ نفسیات آپ کو جدید سائنسی تحقیقات کے نام پر اس مغالطہ میں ڈال سکتا ہے کہ دل سے مراد ذہن(Mind) یا شعور(Intellect) ہے جو آدمی کے دماغ(Brain) کی ایک خاصیت اور وظیفہ(Function) ہے۔دل کی اصل حقیقت تو ہم آگے چل کر جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں ان شاء اللہ اچھی طرح سمجھ لیں گے۔یہاں جس مغالطہ اور الجھن کو دور کرنا مقصود تھا امید ہے قارئین کے ذہنوں سے اچھی طرح صاف ہوگئی ہوگی۔

بقرہ:۱۰۹

﴿اکثر اہل کتاب محض حسد و بغض کی بنا پر تمہیں ایمان سے ہٹا دینا چاہتے ہیں۔تم معافی اور درگزر سے کام لو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لاگو کردے۔﴾

Marfat.com

دیکھئے اللہ تعالیٰ نے یہاں مسلمانوں کو اہل کتاب کی سازشوں سے آگاہ بھی کردیا اور ساتھ ہی انھیں معافی اور درگزر سے کام لیتے ہوئے مشیت الٰہی کے فیصلے پر انحصار کرنے کا حکم بھی دیا۔یہ ایک ایسے طرز عمل(Behaviour) کی تلقین تھی جس سے بڑھ کر کسی دانائی(Wisdom) ، کسی پختگی (Maturity) اور کسی برتری (Superiority) کا کوئی تصور نہیں ابھرتا۔ جو لوگ آپ کے خلاف انتہائی بھیانک سازشیں کررہے ہوں، آپ ان کی سب چالوں سے اچھی طرح آگاہ رہتے ہوئے ماحول میں کوئی تلخی نہ ابھرنے دیں مگر اپنی منزل کی طرف پورے عزم و اعتماد سے بڑھتے رہیں اور کائنات کی سب سے مقتدر قوت (Omnipotent) خدائے ذوالجلال کی مشیت سے کامل ہم آہنگی (Complete Harmony) اپنائے رکھیں۔اس کی لازوال رحمت اور ماورائی تدبیر بالآخر تمہیں کامیابی دلا کر رہے گی۔یہ ہے وہ محفوظ اور متوازن اسلوب حیات جو ایک پختہ اور باشعور مزاج کا آئینہ دار ہے۔جدید علم النفس (Psychology) کی تحقیقات نے مزاج کی اس پختگی (Maturity of Spirit) پر یوں روشنی ڈالی ہے:

"Maturity means ability to live in peace with things we can not change. Maturity is pateince, the willingness to give up immediate pleasure in favour of the long term gain. Maturity is perservance, sweating out a project despite setbacks".

(Ann Landers, An Essay on Maturity)

Marfat.com

قارئین محترم! یہ ہے مزاج کی وہ پختگی جو قرآن نے ہمیں اس آیت میں سکھائی ہے اور جسے اپنا کر ہم اپنے چاروں طرف پھیلے ہوئے اسلام اور مسلمانوں کے تمام بڑے بڑے عیار دشمنوں کی ساری مکارانہ چالوں کا بھرپور تدارک کرسکتے ہیں۔

بقرہ:۱۱۶

﴿آسمان و زمین، میں جو کچھ ہے سب اللّٰہ کی ملکیت ہے
اور سارے اس کے فرمانبردار۔﴾

ساری کائنات کا مالک اللّٰہ ہے۔اسی نے سب کچھ بنایا اور وہی ہے سب کو سنبھالے ہوئے۔ کوئی اس کا شریک نہیں۔وہ یکتا ہے، یگانہ ہے۔اپنی ذات و صفات میں بھی، قدرت و اختیار میں بھی، اور استحقاق عبادت میں بھی۔یہ بات نظام قدرت سے خود آشکار ہے۔اگر اس کے ساتھ کوئی اور بھی خدائی میں شریک ہوتا تو یہ نظامِ قدرت بگڑ گیا ہوتا اور انسان کو جو منافع اب حاصل ہیں، کبھی میسر نہ آتے۔زمین و آسمان کا سارا کارخانہ، قدرت کے سب نظام اور زندگی کی تمام رعنائیاں صرف اسی لئے اپنے حال پر قائم ہیں کہ پروردگار ایک ہی ہے اور سب اس کی بندگی کا دم بھرتے ہیں۔بنایا بھی سب کچھ اسی نے ہے اور حکم بھی سب پر اسی کا چل رہا ہے۔کائنات کا ذرہ ذرہ، قطرہ قطرہ اس کے تابعِ فرمان ہے۔ہر چیز اس کے آگے سر جھکائے ہوئے اور اس کی مرضی پر چلتی ہے۔''اللّٰہ کی مرضی'' ہی عالمگیر قانونِ قدرت ہے۔تمام طبیعیاتی قوانین(Physical Laws)، کیمیائی فارمولوں(Chemical Formulas) اور حیاتیاتی ضابطوں (Biological Principles) کے اندر یہی مشیت الٰہی(Divine Will) کا جوہر کار فرما ہوتا ہے۔سارے قوانین قدرت(Laws of Nature) اسی مشیت الٰہی کے مختلف مظاہر

Marfat.com

اور روپ(Manifestations) ہیں۔سائنس دانوں کو اس کائنات میں مختلف نظام اور ان نظاموں میں کچھ قوانین عمل کرتے ہوئے نظر آتے ہیں تو وہ اس مغالطے میں پڑجاتے ہیں کہ ساری کائنات بس مجموعہ ہے چند عناصرِ فطرت اور کچھ قوانینِ قدرت کا۔کوئی مقتدر ہستی موجود نہیں جو اسے چلا رہی ہو۔یہ مغالطہ دراصل مشاہدہ کا دھوکہ ہے۔نہ کائنات ازخود وجود میں آئی ہے اور نہ قوانینِ قدرت۔اسی طرح نہ وہ خود چل رہی ہے اور نہ یہ اسے چلا رہے ہیں۔بنانے والا بھی اللّٰہ ہے اور چلانے والا بھی وہی۔وہ اپنی مرضی سے کائنات کو جیسے چاہتا ہے، چلا رہا ہے۔اس کی یہ مرضی جس وقت جو طریقہ اپناتی ہے اس وقت وہی قانونِ قدرت بن جاتا ہے اورجب تک اس کی مرضی چاہتی ہے وہ طریقہ جاری رہتا ہے اور جب، جہاں وہ چاہے اس طریقے کو بدل دیتا ہے۔ہاں وہ اپنی مرضی سے کچھ کام ہمیشہ ایک ہی طریقے سے چلاتا ہے اور وہ طریقہ بھی اسی کا مقرر کیاہوا ہوتا ہے۔قرآن اسی کو''سنۃ اللّٰہ'' کہتا ہے۔یوں یہ بات اچھی طرح آشکار ہوگئی کہ سائنس جن چیزوں کو قوانینِ قدرت کہتی ہے وہ دراصل اللّٰہ کی مرضی اور مشیت کے مختلف مظاہر ہیں، اس کے علاوہ کچھ نہیں۔پس اے سائنس پڑھنے والو!اتنا یاد رکھنا کہ:

اللّٰہ ہے خالقِ کائنات کا اور اس کی مرضی ہے قانون

"The will of Lord is the Law of nature"

بقرہ:۱۲۱

﴿جنھیں ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کی تلاوت کا حق ادا کرتے ہیں۔﴾

قرآن پڑھنے والے اس طرح پڑھیں کہ اس کی تلاوت کا حق ادا

Marfat.com

ہوجائے۔یہ ہے منشا اس حکم الٰہی کا۔ویسے تو انسان جو کام بھی کرے پوری توجہ، احتیاط، سلیقہ اور ذمہ داری سے کرے لیکن تلاوت، عبادت، ذکر و تسبیح اور دیگر تمام مذہبی و روحانی اعمال مین جذبوں کی تپش اور حسنِ اہتمام کی رعنائی پوری طرح گھلی ہوئی ہونی چاہیے۔جدید نفسی کرداری طریق علاج (Psycho-Behaviour Therapy) میں تو اب کئی بیماریوں کا علاج ہی ماہرین اس تدبیر کے ذریعے سے کررہے ہیں کہ مریض کو اپنے روزمرہ کے چھوٹے چھوٹے کام اور بالخصوص مذہبی اعمال انتہائی سلیقے، نفاست اور عمدگی کے ساتھ انجام دینے کی ریاضت کروائی جاتی ہے اور اسے (Optimum Performance) کا نام دیتے ہیں۔اسلام کی تو تعلیم ہی یہ ہے کہ آدمی جو عمل بھی کرے پوری توجہ اور دھیان سے کرے۔بے توجہی اور لاپروائی کی زندگی اللہ کے ہاں کسی طور گوارا نہیں۔قرآن کریم میں یہ منافقین اور کفار کی پہچان بتائی گئی ہے کہ وہ کاہلی، بے توجہی اور لاپروائی کے خمار میں ڈوبے رہتے ہیں اور یہی چیز ان کے لئے ہدایت و نجات سے محرومی کا باعث بنتی ہے۔دین اسلام کا مزاج اسی بارے میں کیا ہے اور وہ اپنے ماننے والوں کا طرزِ عمل کیسا دیکھنا چاہتا ہے۔عہد جدید کے مشہور محقق سید حسین نصر کے الفاظ میں پڑھیے:

"In Islam the work must be executed with the atmost-perfection, of which the worker is capbale".

(Traditional Islam in the Modern World. P. 37)

یعنی اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ہر کام، ہر عمل اور ہر فعل کو انجام دیتے وقت عامل کو چاہیے کہ اپنی تمام تر ہمت اور استعداد کے مطابق اسے کامل ترین صورت میں انجام دے۔

Marfat.com

اور رہا قرآن کی تلاوت کا حق ادا کرنا تو اس بارے میں تفصیلی گفتگو کسی اگلے مقام پر آئے گی۔مثلاً سورۂ اسراء یا سورہ زمر کی تفسیر میں۔فی الحال یہ کہ ہماری کتاب ''پانچ منٹ'' زندگی کے لئے میں سبق نمبر۱۴۔۱۵ پڑھ لیجیے۔

بقرہ:۱۲٤

﴿ابراہیمؑ کو رب نے چند کلمات سے آزمایا اور وہ پورا اترا تو اللہ نے فرمایا: میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنادوں گا۔ ابراہیمؑ نے عرض کی: اور میری اولاد میں سے۔ فرمایا: میرا یہ وعدہ ظالموں کو شامل نہیں ہوگا۔﴾

ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے قوموں کی امامت دینے کا اعلان فرمایا تو انھوں نے اپنی آنے والی نسلوں کے لئے بھی اس کی تمنا کی۔یہ انسانی فطرت کا ایک بہت بڑا حیاتیاتی مظہر (Biological Phenomenon) ہے۔ہر جاندار مخلوق کی طرح انسان بھی اپنی نسل کی حفاظت، بقا اور عظمت چاہتا ہے۔جدید سائنسی تحقیقات کی زبان میں سنیے!

"We share the imminent teleology of all living creatures, that fundamental striving to preserve self which probably extends as the universal conservation of energy".

(The Values of Life, P.61)

یعنی ہم انسان بھی دیگر تمام جانداروں کی طرح اپنے وجود اور شخصیت کی بقاء اور تسلسل چاہتے ہیں اور اس کے تحفظ کی خاطر ہر

Marfat.com

ممکن جدوجہد میں لگے رہتے ہیں ۔یہ دراصل فطرت کے قانون بقائے توانائی ہی کا پرتو ہے۔

دراصل ہر شخص کی آنے والی نسل اس کی زندگی، شخصیت اور کامیابیوں کا تسلسل (Continuety) ہوتی ہے۔اس لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ انسان اس دنیا میں ایک نہیں، دو زندگیاں گزارتا ہے۔ایک زندگی وہ جو انسان اپنے ظاہری وجود، اپنی طبیعی عمر(Physical Existence) اور اپنی سانسوں کے ساتھ جیتا ہے اور دوسری زندگی وہ جو آدمی اپنی اولاد اور آنے والی نسل کے پیکر میں اپنی معنوی شخصیت (Spirtual Entity) کے ایک نئے ظہور اور برتر انعکاس (Manifestation) کے روپ میں گزارتا ہے۔واقعہ یہ ہے کہ انسان کی طبیعی زندگی بہت محدود اور مختصر ہے۔بس یہی کوئی ساٹھ، ستر سال مگر اس کی وہ زندگی بہت توانا اور بیکراں ہے جو وہ اپنے آنے والی نسلوں کے روپ میں جیتا ہے۔اس کی باتیں، اس کی یادیں، اس کا علم، اس کا تجربہ، اس کے جذبے، اس کی امنگیں، اس کا وقار اس کا کردار سب کچھ زندہ رہتا ہے۔اپنی آنے والی نسلوں میں وہ خود جھلکتا رہتا ہے۔جسم تو مرجاتا ہے لیکن اس کی زندگی ایک نیا پیرہن سجا لیتی ہے۔ایک نیا، تابناک اور دیرپا ظہور اسے مل جاتا ہے۔میں جدید علم النفس کی زبان میں اسے (Revitalisation of Self) سے تعبیر کرتا ہوں۔

بقرہ:۱۲۵

﴿اور تم مقام ابراہیم کو جائے نماز مقرر کرلو۔﴾

مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبۃ اللّٰہ کی دیوار اٹھائی اور اس میں آپ کے قدم مبارک کا نشان محفوظ ہے۔اس مقام کو جائے نماز بنانے کا حکم اس لئے ہے تاکہ حضرت ابراہیم علیہ

Marfat.com

السلام کی پاکیزہ نسبت کے روحانی ثمرات اہل اسلام کو میسر آئیں۔نسبت کی تاثیر محض ایک دینی اور روحانی معاملہ نہیں بلکہ جدید سائنس کی تحقیقات نے اسے ایک ٹھوس کائناتی حقیقت(Universal Reality) ثابت کردیا ہے۔زندگی کے بہت سے دائروں خاص کر سماجی، ثقافتی، نفسیاتی اور حیاتیاتی لحاظ سے نسبت کی اہمیت مسلمہ ہے۔انسان کی شناخت کسی نہ کسی نسبت ہی سے ہوتی ہے اور نسبت ہی اس کی زندگی کو سنوارتی، نکھارتی اور کامیابی سے ہمکنار کرتی ہے۔جدید ماہرین نفسیات کی زبان سے سنیے:

یعنی خود کو کسی کامیاب شخصیت کے تصور سے جوڑنا اور اس کی نسبت سے اپنی شناخت حاصل کرنا کمزور عادات سے چھٹکارا پانے میں مدد دیتا ہے۔اپنی زندگی میں انقلاب برپا کرنے کی بہترین کامیاب تدبیر یہ ہے کہ انسان کسی ایسی ہستی کے ساتھ اپنی نسبت جوڑے اور اس کی سیرت سے خود کو ہم آہنگ کرے جس کا پاکیزہ تصور ہی آدمی کے پورے وجود میں سرشاری بھر دے۔

قرآن کریم کی بیسوں آیات سے یہ حقیقت اجاگر ہوتی ہے کہ بارگاہ الٰہی میں انسانی اعمال کی قبولیت کا دارومدار نسبتوں کے حصول پر ہے۔جو اعمال پاکیزہ نسبتوں سے معمور ہوں وہ ضرور شرفِ قبولیت پاتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ دین کے بنیادی ارکان نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ. کا طریقہ اور تفصیلات ہمیں قرآن میں نہیں بتائی گئیں بلکہ اسوۂ رسول ﷺ کو اپنانے کا حکم دیا گیا۔بات صاف ظاہر ہے کہ ارکان دین پر عمل کرنا اللہ کے ہاں نسبت رسول اللہ ﷺ کے بغیر کسی طور معتبر نہیں۔اللہ ہمارے اعمال نہیں دیکھتا بلکہ ان اعمال میں پنہاں نسبت رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتا ہے جس آدمی کے عمل میں نسبت رسول ﷺ جتنی پختہ اور گہری ہوگی۔اتنا ہی اس کا عمل بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوگا۔یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زیر نظر آیت میں جہاں مقام ابراہیم کو جائے نماز بنانے کا حکم دے کر

Marfat.com

ہمیں نسبت ابراہیمی سے جوڑا ہے وہیں آگے مسلسل تین آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے تعمیر کعبہ ، مناسک عبادت اور بعثت محمدی کی دعا کو باہم اس طرح مربوط کردیا ہے کہ اب رہتی دنیا جس کو ابراہیم علیہ السلام کی نسبت درکار ہے اور جو کوئی بھی کعبۃ اللّٰہ سے اپنا رشتہ جوڑنا چاہتا ہے نیز جس کسی نے بھی اللّٰہ کی بارگاہ میں اپنا کوئی عمل، کوئی عبادت پیش کرنی ہے اسے ہر حال میں ہر صورت اور ہر طور محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی پاکیزہ نسبت اپنانی ہوگی۔ اس نسبت کے بغیر اب قیامت تک اللّٰہ کی بارگاہ میں کوئی اور نسبت، کوئی اور چیز کبھی کسی صورت قبول نہیں ہوگی۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

حصۂ چہارم

قرآن کریم

کے معاشی حقائق

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فضل اللہ المجاھدین باموالھم وانفسھم علی القاعدین

Marfat.com

بقرہ:۳

﴿متقی وہ ہیں جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔﴾

معاشی غیب پر ایمان لائے بغیر زندگی میں خوشحالی نہیں آسکتی۔وہ لوگ جو رزق کمانے میں اندھا دھند لگے ہوئے ہیں اور طرح طرح کی مشقتیں جھیل رہے ہیں، اس کے باوجود انھیں خوشحالی میسر نہیں آتی؛ یا رزق تو کھلا ملتا ہے لیکن روحانی زندگی ویران ہوجاتی ہے تو ایسے لوگوں کو یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ ''اللّٰہ کے نظام رزق کی غیبی قوتوں''(Hidden Forces of Divine Subsistence) سے ان کی معاشی جدوجہد ٹکرارہی ہے اور اسی ٹکراؤ کا نتیجہ ہے کہ یا تو انھیں رزق کھلا نہیں ملتا یا رزق آتا ہے تو روحانیت نہیں رہتی ۔اور ہاں یہ بھی یاد رہے کہ روحانیت سے مراد لمبے لمبے وظیفے کرنا نہیں ہے بلکہ دل کی نرمی، سوز و گداز، ہمدردی، محبت، توکل، قناعت، اور عاجزی کا مرقع ہے۔

بقرہ: ۲۵

﴿اور انھیں ملتے جلتے پھل دیئے جائیں گے۔﴾

ملتی جلتی چیزوں سے انسان کو اپنی زندگی میں بہت واسطہ پڑتا ہے۔سماجی دائرے میں بھی اور معاشی معاملات میں بھی۔یہ باہم متشابہہ چیزیں کئی طرح سے آدمی کو الجھن(Confusion) میں ڈال دیتی ہیں۔کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ چیزیں بظاہر مشابہ مگر حقیقت میں مختلف ہوتی ہیں اور کبھی اس کے برعکس۔روزگار کے مواقع، ضروریات زندگی کے دائرے، مالی وسائل کا تنوع، پیداوار کی نت نئی شکلیں، مصارف کے تخمینے، مارکیٹ کے رجحانات، مختلف عوامل کے اثرات اور معاشی حالات کی نیرنگی انسان کو طرح طرح کے معاشی واہموں (Economic

Marfat.com

(Illusions میں مبتلا کیے رکھتی ہے۔ان واہموں اور الجھنوں سے چھٹکارا پانے کی ایک ہی صورت ہے کہ آدمی قدم قدم اللہ کے دین کی رہنمائی میں جینا شروع کردے۔

بقرہ:۲۶-۲۷

﴿اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے جو زمین میں فساد پھیلائیں۔﴾

دنیا میں ہر طرف معاشی جدوجہد کا ایک شور برپا ہے۔ہر کوئی روزی کمانے میں اور اپنی کمائی اڑانے میں لگا ہوا ہے۔ہر سو گہما گہمی ہے اور ایک عجیب ہنگامہ. کوئی کسی سے الجھ رہا ہے۔کوئی کسی سے چھین رہا ہے. کوئی کسی کو دھوکہ دے کر مال یا مواقع اڑا رہا ہے۔اس معاشی نفسا نفسی ایک بہت ہی قیمتی چیز ہر شخص گنوا رہا ہے۔انسان کی انسان سے محبت، ایسی محبت جو دوسروں کے حقوق کے پاسداری سکھا دے۔ان کے مال اور مفادات کا احترام سکھا دے۔ان کی خاطر ایثار کرنا سکھا دے۔ یہی انسانی محبت ہمیں سکھانے کے لئے انبیائے کرام آئے اور یہی انسانی محبت ہے جو دنیا سے فتنہ و فساد کا قلع قمع کرتی ہے؛ لیکن چوں کہ آج یہ محبت دنیا سے گم ہورہی ہے اس لئے ہر طرف ایک معاشی فساد برپا ہے۔ اور جہاں فساد برپا ہو وہاں سے اللہ تعالیٰ ہدایت اٹھا لیتا ہے۔

بقرہ:۳۵

﴿اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا: تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور جہاں سے چاہو یا فراغت کھاؤ پیو لیکن اس درخت کے قریب مت جانا۔﴾

Marfat.com

جنت میں بھی آدم علیہ السلام کی معاش پر ایک قدغن تھی، ایک ممانعت، ایک پابندی۔ پھر بھلا اس دنیا میں آدمی کیوں کر مطلق معاشی آزادی (Absolute Economic Freedom) سے لطف اندوز ہوسکتا ہے۔مغرب کے نظام سرمایہ داری کی آزاد معیشت ایک دھوکہ ہے۔بہت بڑا دھوکہ۔ اور افسوس یہ ہے کہ اس دھوکہ کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا شکار مسلمان ہیں۔ہماری دولت، ہمارے وسائل، ہماری منڈیاں اور ہماری افرادی قوت سب کچھ اس عالمگیر معاشی دھوکہ کے جال میں بری طرح جکڑا ہوا ہے؛ لیکن اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ہمارا شعور، ہمارا احساس، ہماری طبیعت، ہمارا مزاج، ہمارے جذبے، ہمارے رویے، ہمارا طرزِ فکر اور طریق عمل بھی اسی آزاد اور سیکولر معیشت کی بھینٹ چڑھ گیا ہے۔کلمہ تو ہم آج بھی اسلام کا پڑھتے ہیں لیکن معیشت کے میدان میں ہم آج مسلمان نہیں رہے بلکہ سیکولر یعنی لادین ہوگئے ہیں۔

بقرہ: ٦١

﴿بہتر چیز کے بدلے ادنی چیز کیوں طلب کرتے ہو۔﴾

دیکھئے اس آیت میں کتنی و ضاحت کے ساتھ معاشی ترجیحات (Economic Priorities) کا اصول بیان ہوا ہے۔معاشی ترجیحات کے دائرے بہت سے ہیں لیکن اصول ایک ہی ہے؛ اور وہ یہ کہ ادنی چیزوں کو ہمیشہ اعلیٰ چیزوں کی خاطر چھوڑ دیاجائے اور اس کے برعکس کبھی نہ ہو۔ ہاں اتنا ضرور دھیان رہے کہ کب انسان کے لئے کون سی چیز بہتر ہے اور کون سی کم تر۔رزق کمانے کے ذرائع سے لے کر خرچ کرنے کے مواقع تک ہر چیز میں ترجیحات کا خیال رکھنا ضروری ہے اور یہ ترجیحات ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی ازلی مشیت سے ہم آہنگ ہونی چاہئیں۔اگر آدمی اپنی معاشی ترجیحات کا فیصلہ خود کرنے لگے اور اللہ کی

Marfat.com

رہنمائی سے محروم رہے تو آپ خود ہی سوچ لیجیے کہ اس کی زندگی کا انجام کیا ہوگا۔بس خرابی ہی خرابی اور ویرانی ہی ویرانی۔

بقرہ: ٦٧

﴿اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا: اللّٰہ تعالیٰ تمہیں ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے۔﴾

قوم موسیٰ میں ایک خون ہوا۔قاتل معلوم نہ تھا۔ شدید فتنے کا اندیشہ پیدا ہوا۔اس کے سدباب کے لئے اللّٰہ تعالیٰ نے حکم دیا۔ گائے ذبح کرو اور اس کا ایک ٹکڑا مقتول کو لگاؤ۔ وہ جی اٹھے گا اور قاتل بتا دے گا۔بنی اسرائیل پوچھتے رہے اور موسیٰ علیہ السلام گائے کے اوصاف بتاتے رہے۔بالآخر مطلوبہ گائے ملی جو ایک یتیم بچے کی تھی۔منہ مانگی قیمت دے کر خریدی۔یوں اللّٰہ تعالیٰ نے پوری قوم کی بہبود کو ایک یتیم بچے کی معاشی خوشحالی سے جوڑ دیا۔ وہ طرح طرح سے اپنے بندوں کو نوازتا رہتا ہے۔یہی واقعہ اس پوری سورت کا عنوان ہے۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سوسائٹی کے کمزور لوگوں کی معاشی آسودگی اللّٰہ تعالیٰ کے ہاں کتنی زیادہ اہمیت رکھتی ہے اور وہ اس کے لئے کیسے کیسے اہتمام کرتا ہے۔پس اے خوشحال لوگو! اللّٰہ کی مرضی جان لو اور غریبوں کی اعانت میں کوتاہی برتنا چھوڑ دو۔غریب تو سہارا ہیں تمہاری خوشحالی قائم رہنے کا اور ذریعہ ہیں تمہارے لئے حصول نجات کا۔

بقرہ: ٧٤

﴿پھر تمہارے دل سخت ہوگئے پتھر کی طرح یا اس سے بھی سخت۔﴾

انسان کی معاشی سرگرمیاں اس کے دل پر اثر انداز ہوتی ہیں۔رزق حلال

Marfat.com

ہو اور دین کے تابع رہ کر محنت سے کمایا اور جائزطریقہ سے خرچ کیاجائے تو انسان کے دل میں پاکیزگی، نرمی اور خشیت پیدا ہوتی ہے۔ جذبوں کا والہانہ پن، سوز و گداز، تڑپ اور بیقراری،یہ ہیں تحفے انسان کی پاکیزہ معاشی زندگی کے؛ لیکن اگر معاش میں خرابی پیدا ہوجائے تو یقیناً دل میں خرابی اُتر آتی ہے۔فساد معیشت کا ثمر فسادِ قلب ہے۔یہود جن کے دل پتھر کی طرح یا اس سے بھی زیادہ سخت ہونے کا ذکر اس آیت میں ہے، دوسری جگہ (سورۂ مائدہ میں أکالون للسحت) انھیں بہت بڑے حرام کھانے والے بتایا گیا ہے۔سود، رشوت، جوا اور دوسری بہت سی ناجائز معاشی سرگرمیاں ہی تھیں جنھوں نے ان کے دل پتھر کی طرح سخت کردیئے گئے تھے۔ اے مسلمانو!پھر حرام سے کہیں دل پتھر نہ ہوجائیں۔

بقرہ: ۷۹

﴿ بربادی ہے ان کے لئے جو اپنی خودساختہ کتاب کو اللّٰہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرکے دنیا کماتے ہیں۔﴾

آج کی معاشی دنیا میں مسلمانوں کاسب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ان کی معاشی سرگرمیاں (Economic Activities) ان کے دین کے ساتھ نہیں چل پارہیں۔ایک تصادم برپا ہے دونوں میں۔ اب اس مسئلے کا صحیح حل تو یہ تھا کہ ہم دین کو پوری طرح اپنا لیتے اور معاش کو اس کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی جدوجہد کرتے؛ لیکن ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہم نے مغربی معاشیات کو اپنا لیا اور اب اللّٰہ کے دین کو سیکولر معاشی سانچے میں ڈھالنے کی بھونڈی کوشش کررہے ہیں۔آپ نے بڑے نیک لوگوں حد یہ کہ علمائے کرام اورپیران عظام تک کو دیکھا ہوگا کہ جھوٹ، خیانت، ناجائز منافع خوری، ذخیرہ اندوزی، دھوکہ دہی، حد یہ کہ

Marfat.com

رشوت، جوا اور سود تک کو طرح طرح حیلوں، بہانوں اور نئے نئے ناموں سے جائز ٹھہرا کر دولت کمانے میں لگے ہوئے ہیں۔کسبِ حرام کی بہت سی شکلیں آج ہمارے معاشرے میں صرف اس لئے رائج ہیں کہ مفتیانِ دین کا پندارِ علم ان کی رکھوالی کر رہا ہے۔

بقرہ: ۸۶

﴿یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے خرید لیا ہے﴾

بات تو یہاں بنی اسرائیل کی ہوری ہے لیکن غور کریں تو ہم بھی اس معاملے میں ان سے کچھ پیچھے نہیں ہیں۔بس ایک ذرا یہ دینِ حق پر ایمان نہ ہوتا جو وراثت میں ہم تک پہنچا ہے تو پھر شاید کچھ بھی فرق نہ رہتا ان میں اور ہم میں؛ یا اگر کچھ ہوتا تو ہم شاید دوچار قدم آگے ہی رکھتے۔وہ بھی کہتے ہیں کہ ہم اللّٰہ کے بیٹے ہیں اور لاڈلے۔دوزخ کی آگ ہمیں نہ چھوئے گی؛ اور اگر ہم اپنا جائزہ لیں تو آخرت سے ہمیں بھی بس اتنا ہی سروکار ہے کہ یونہی اگر کچھ کیے کرائے بغیر مل جائے تو ٹھیک ورنہ زیادہ سے زیادہ کچھ وظائف و اوراد پڑھ کر آس لگا لیتے ہیں۔ اگر جنت کے لئے محنت کرنے سے دنیا کی کمائی میں کچھ فرق پڑتا ہو تو پھر ہمیں دنیا ہی بھلی لگتی ہے اور آخرت کو بس اللّٰہ فضل و کرم پہ چھوڑ دیتے ہیں۔اللّٰہ کا فضل و کرم تو برحق ہے لیکن کم از کم ہمیں آخرت، دنیا سے زیادہ پسند تو ہونی چاہیے ؛ورنہ ایسا کیوں کر ہوگا کہ ہم چاہتے دنیا ہوں اور اللہ ہمیں آخرت دے دے۔

Marfat.com

بقرہ: ۱۱۰

﴿اور جو کچھ بھلائی تم اپنے لئے آگے بھیجو گے، سب اللہ
کے ہاں پالوگے۔﴾

بھلائی سماجی بھی ہے، روحانی بھی۔اور معاشی بھی ؛اور اس آیت کے سیاق و سباق میں تینوں کی طرف واضح اشارہ ہے۔یہاں ترجیحات کے تعین (To determine what is prior in the situation) میں کوتاہی نہیں ہونی چاہیے لیکن اکثر ہم سے یہیں پہ چوک ہوتی ہے ا ور یہ چوک بھی اکثر معاشی بھلائی کے معاملہ میں ہوتی ہے۔انسان میں دولت کی حرص کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اور بخل بھی دولت ہی کے معاملہ میں زیادہ ہے۔چنانچہ موقع تو معاشی بھلائی کا ہوتا ہے لیکن ہم اس سے کترا کرگزرتے ہیں۔ہمارا بس چلے تو زکوٰۃ دینے کی بجائے بھی دو نفل ہی پڑھ لیا کریں اور بس۔کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ عام طور پر معاشی گناہوں میں لوگ زیادہ مبتلا ہوتے ہیں۔عبادت تو خوب کرتے ہیں لیکن حلال و حرام میں تمیز نہیں کرتے۔

بقرہ: ۱۱۲

﴿جس نے اپنا آپ اخلاص کے ساتھ رب کے سپرد کردیا
اس کے لئے اجر ہے اور خوف وغم سے بے نیازی۔﴾

معاشی پریشانیوں سے نجات پانے کی تدبیریں تو بے شمار ہیں لیکن وہ سب تدبیریں اپنا کر بھی ایک آخری تدبیر کی ضرورت باقی رہتی ہے اور وہ تدبیر ہے ایک لفظ میں ''سپردگی''۔یعنی اپنا آپ، اپنے مسائل اور معاملات سب اللہ تعالیٰ کے سپرد کردینا۔کبھی آپ نے سوچا، بچے کیوں پرسکون اور خوشحال ہوتے ہیں۔ اس

Marfat.com

لئے کہ ان کے معاملات ان کے ماں باپ کے سپرد ہوتے ہیں اور سپردگی کا یہی احساس انھیں مطمئن رکھتا اور ہر پریشانی سے بچاتا ہے۔سپردگی امید ہے۔ جینے کا سہارا ہے۔ سپردگی میں قوت ہے۔ حوصلہ اور ولولہ ہے۔ سپردگی میں خوشحالی ہے۔ خوف وغم سے آزادی۔ جو آدمی اپنا آپ، اپنی معاش اور اپنے معاملات اللہ کے سپرد کردے، اللہ اسے کبھی ضائع نہیں کرتا۔ وہ اپنی غیبی کارسازی سے اسے نہال کردیتا ہے۔یہ ساری کائنات اللہ تعالیٰ کی ہے اور جو بندہ خود کو رب کے سپرد کردے، یہ کائنات اس کے لئے اپنے مادی اور معنوی خزانوں کے منہ کھول دیتی ہے۔

بقرہ: ۱۲۰

﴿بے شک رہنمائی تو حقیقت میں وہی ہے جو اللہ کی بارگاہ سے ہو۔﴾

زندگی کے روحانی، سماجی اور معاشی ہر دائرے میں اللہ کی رہنمائی سے حاصل ہونے والے اصول اور نظام ہی بہترین ہیں۔جدید علم معاشیات کے سانچے اہل مغرب نے وضع کیے ہیں اور آج کم و بیش دنیا کے ہر ملک، ہر قوم کا معاشی نظام انہی مغربی سانچوں میں ڈھلا ہوا ہے۔حد یہ کہ اسلام کا کلمہ پڑھنے والے تاجر، صنعت کار اور عام لوگ بھی اپنی خالص نجی معاشی زندگی (Personal Economic Life) تک کو انہی لادینی مغربی اصول معاشیات (Secular Western Economic Principles) کے مطابق استوار کیے ہوئے ہیں۔خبر نہیں، اسلام کی پاکیزہ الوہی معاشی اقدار(Divine Economic Values) سے انحراف اور بغاوت کا یہ جرم ہمیں کیسے کیسے المیوں سے دوچار کرے گا۔ویسے جو آزار ہمیں اس وقت دبوچے ہوئے ہیں وہ بھی کچھ کم ہولناک نہیں۔پیسہ تو شاید

Marfat.com

لوگوں اور قوموں کے پاس بہت ہے مگر سکون اور عافیت، محبت اور اعتماد، تعاون اور ہمدری، امن اور آشتی، برکت اور سعادت غرض جو کچھ زندہ رہنے کے لئے چاہیے، کچھ بھی کسی کے پاس نہیں۔

بقرہ: ۱۲۶

﴿ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اے پروردگار!اس جگہ کو امن کا شہر بنا اور یہاں کے مومن باشندوں کو پھلوں کی روزیاں دے۔﴾

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا ہمیں سمجھا رہی ہے کہ شہروں اور بستیوں کی معاشی زندگی مین امن و امان کی اہمیت سب سے بڑھ کر ہے۔امن ہے تو معیشت ہے۔جہاں امن نہیں وہاں معاشی خوشحالی کبھی نہیں آسکتی۔دعا کی ترتیب میں امن کا ذکر پہلے ہے اور معیشت کا بعد میں، جس سے قومی زندگی بارے یہ اصول سامنے آیا کہ:" پہلے امن پھر معاشی ترقی۔" آج روئے زمین پر جو اقوام ترقی یافتہ شمار ہوتی ہیں انہوں نے معاشی ترقی کا سفر اسی فارمولے کے مطابق طے کیا ہے۔صاف ظاہر ہے کہ جب خدا کے گھر کعبۃ اللّٰہ کے آس پاس رہنے والوں کے لئے خود کعبۃ اللّٰہ کا معمار اپنی پیغمبرانہ بصیرت کی رو سے دعا مانگتا ہے تو امن کو معاشی ترقی کی ناگزیر پیش شرط(Pre-requisite) ٹھہراتا ہے؛ کہ امن کے بغیر کعبۃ اللّٰہ کے مقدس اور پاکیزہ ماحول میں بھی معاشی آسودگی نہیں آسکتی تو پھر بھلا کسی اور شہر، بستی یا قوم و ملک کو بدامنی، انتشار اور فتنہ و فساد کے ماحول میں کیوں کر معاشی ترقی کا راستہ مل سکتا ہے اور جب امن و امان کو پیغمبر اپنی ذریت کے لئے ناگزیر سمجھتا ہے تو پھر اے دنیا والو!سوچ لو تمہیں زندہ رہنے اور آسودگی پانے کے لئے امن و امان کی ضرورت کس قدر

Marfat.com

ہوگا۔

بقرہ: ۱۲۶

﴿میں دنیا میں کافروں کو تھوڑا فائدہ دوں گا پھر انھیں عذاب نار کی طرف بے بس کردوں گا۔﴾

بجا ہے یہ مشاہدہ کہ اہل کفر دنیا میں خوشحال اور آسودہ نظر آتے ہیں، مگر یہ بھی یاد رکھو کہ ان کے پاس یہی اور بس یہی دنیا ہے۔لہٰذا اس ترقی سے مرعوب ہو کر کہیں اللہ کی اس سب سے بڑی مہربانی کو فراموش نہ کردینا کہ اس نے ہمیں دینِ حق سے وابستہ کرکے خاص فضل و کرم سے نوازا ہے۔یہ ٹھیک ہے کہ دین ہمیں معاشی ترقی سے نہیں روکتا مگر یہ بھی سے یاد رہے کہ معاشی ترقی وہی کام کی ہے جو دین کو چھوڑ کر نہیں بلکہ دین سے جڑ کر میسر آئے۔''پہلے دین اور پھر دین کے تابع معیشت'' یہ ہے ترقی اور خوشحالی کا حقیقی راستہ،مگر آج ہمارا المیہ یہ ہے کہ دنیا کی خوشحال قوموں پر نظر پڑتے ہی ہم بغیر سوچے سمجھے ان کے معاشی نظام کو اپنانے اور ترقی کی منزل تک پہنچنے کے لئے ان کے بنائے ہوئے راستوں پر چلنے کے لئے آمادہ ہوجاتے ہیں۔معاشی ترقی کی چکا چوند سے خیرہ ہو کر ہم اپنے دین اور اس کے تقاضوں کو نظر انداز کردینے میں ذرا تامل نہیں کرتے۔بس یوں لگتا ہے کہ دنیا ایک معاش کنواں ہے اور پھر ہم اس کنویں کے گرد گھومنے لگتے ہیں اور یونہی گھومتے گھومتے بالآخر زندگی کی بازی ہار جاتے ہیں۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

Marfat.com

مختصر تعارف

عالمی تحریک سیرت

Marfat.com

عالمی تحریک سیرت

قارئین کرام! آج نوعِ انسانی کرب و اضطراب کے جس تپتے صحرا میں بھٹک رہی ہے اس سے نجات کا راستہ صرف اور صرف ایک ہی ہے؛ یہ کہ انسانیت خدا کے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دامن لطف و کرم سے وابستہ ہو جائے۔ بناء بریں عصرِ حاضر کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا تقاضا یہ ہے کہ بھٹکی ہوئی انسانیت کو حضور رحمۃ للعلمین ﷺ کے آستانے پہ لانے کے لئے عالمی سطح پر ''فروغ سیرت'' کی ایک زبردست تحریک برپا کی جائے۔ ایسی مؤثر اور جاندار تحریک جو نہ صرف اُمت مسلمہ کے مردہ دلوں کو حیات نو بخشے بلکہ پوری انسانیت کے دکھوں کا مداوا بن جائے؛ جو ہر مسلمان کے سینے کو عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی حرارت سے سرشار کر دے اور دنیا کے گوشے گوشے کو سیرتِ طیبہ کے انوار سے جگمگا دے: ؎

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمد ﷺ سے اُجالا کر دے

''عالمی تحریک سیرت'' کا قیام عصرِ حاضر کی اسی پکار کا حاصل ہے۔ آیئے--- آگے بڑھیے--- اور عالمی سطح پر ''فروغِ سیرت'' کے اس عظیم اور مقدس کام میں ہمارے ساتھ شامل ہو جایئے---

☆ ''عالمی تحریک سیرت'' کے چند نمایاں پروگرام:

عالمی تحریک سیرت کے مقاصد، پروگرام اور مشن کا مفصل تعارف الگ دستیاب

Marfat.com

ہے۔ یہاں صرف چند اشارات دیئے جا رہے ہیں:

۱۔ **ایوانِ سیرت کا قیام:** حیرت ہے کہ دنیائے اسلام میں براہِ راست سیرتِ طیبہ پر تعلیمی، تربیتی اور تحقیقی کام کے لئے ابھی تک کوئی بڑا مرکز قائم نہیں کیا جا سکا۔ ہمارا پروگرام ہے کہ ایک وسیع و عریض قطعہ اراضی پر ''ایوانِ سیرت'' تعمیر کیا جائے جو پوری دنیا میں سیرتِ طیبہ کے فروغ و اشاعت کا عظیم عالمی مرکز بن جائے۔

۲۔ **اُمہ سیرت لائبریری:** اس سے بڑا المیہ کیا ہوگا کہ پوری دنیا میں کہیں بھی ایسی مستقل سیرت لائبریری موجود نہیں جہاں حضور سرورِ عالم ﷺ کی حیاتِ طیبہ اور سیرتِ مطہرہ پر تمام مطبوعہ مواد قارئین اور محققین کو یکجا مل سکے۔ ایسی مرکزی سیرت لائبریری کا قیام عالمی تحریکِ سیرت کی بنیادی ترجیحات میں شامل ہے۔

۳۔ **سیرت انسائیکلو پیڈیا:** عالمی تحریکِ سیرت کا سب سے منفرد اور نمایاں پروگرام ایک ضخیم ''سیرت انسائیکلو پیڈیا'' کی ترتیب و اشاعت ہے۔ اس میں دنیا کی عظیم ترین ہستی کی حیات طیبہ اور سیرتِ مطہرہ کے ہر دائرے، ہر موضوع اور ہر جہت پر موضوعاتی، علمی اور تاریخی مباحث کا احاطہ ہوگا۔

۴۔ **سیرت کمپیوٹر پروگرام:** سیرتِ طیبہ کے حوالے سے آیاتِ قرآنی، احادیثِ نبوی اور تمام علمی و فکری مواد کی ترتیب و تدوین اور کمپیوٹرائزیشن تاکہ سیرتِ مطہرہ پر علمی و تحقیقی کام کے لئے ہر ممکن سہولت فراہم کی جا سکے۔

۵۔ **سیرت ایگزیبیشن:** عالمی سطح پر فروغ سیرت کے لئے دعوت و ابلاغ کے تمام جدید ترین وسائل بروئے کار لاتے ہوئے سیرت ایگزیبیشن کا اہتمام ہماری ترجیحات میں شامل ہے۔

۶۔ **سیرت اٹلس:** نقشوں، خاکوں اور چارٹوں کی مدد سے ارضِ نبوت، حیاتِ طیبہ اور اماکنِ سیرت پر مشتمل جدید ترین سیرت اٹلس کی تیاری۔

۷۔ **انٹرنیشنل سیرت اکیڈمی:** عالمی سطح پر سیرت طیبہ کی تعلیم و تفہیم اور مربوط

Marfat.com

مطالعہ کا ایک مثالی پروگرام سیرت اکیڈمی کے پیشِ نظر ہے۔

۸۔ **سیرت ریسرچ سنٹر:** سیرتِ طیبہ پر علمی، فکری اور تحقیقی کام کا عظیم مرکز۔

۹۔ **مجلّہ ارمغان سیرت:** سیرتِ طیبہ کے موضوع پر ایک معیاری علمی اور تحقیقی مجلّہ شروع کیا جا رہا ہے۔

☆ ''عالمی تحریکِ سیرت'' کا مشن اور مزاج:

۱۔ ''عالمی تحریکِ سیرت'' کا مرکز و محور ذات مصطفیٰ ﷺ ہے۔ یہ تحریک چاہتی ہے کہ ہماری سوچیں، ہمارے جذبے اور ہمارے اعمال عشقِ مصطفیٰ ﷺ میں گندھ جائیں۔ ہماری سانسوں کی تپش، نبضوں کے ارتعاش اور دل کی دھڑکنوں میں وہی بسے ہوں۔ چہرے کی شادابی اور من کا گداز انہی سے ہو۔ لب کھلیں تو انہی کا نام ابھرے اور زبان ہلے تو انہی کا ذکر پھیلے۔ آنسو انہی کے درد کی رم جھم اور تبسم انہی کے پیار کی خوشبو ہو۔ رتجگے انہی سے ہوں اور ریاضتیں انہی کے نام۔ جان و مال نثار ہوں ان پر اور جینا مرنا انہی کی خاطر ہو۔

۲۔ اس تحریک کا مشن ہے فروغ سیرت مصطفیٰ ﷺ۔ یہ چاہتی ہے کہ ہم جس طرح اپنی دنیا سنوارنے کے لئے طرح طرح کے علوم و فنون سیکھنے میں اپنا قیمتی وقت اور سرمایہ لگاتے ہیں اسی طرح--- بلکہ اس سے بڑھکر--- اپنی آخرت سنوارنے کے لئے کچھ وقت اور سرمایہ حضور سیّد عالم ﷺ کی سیرت مطہرہ پڑھنے اور سیکھنے میں لگائیں۔ اس سلسلہ میں تحریک سیرت کے زیرِ اہتمام مختلف پروگرام شروع کئے جا رہے ہیں، ان سے فائدہ اٹھانے کے لئے رابطہ کیجئے۔

۳۔ ''عالمی تحریک سیرت'' چاہتی ہے کہ اتباع سنت ہمارا طرزِ حیات بن جائے۔ اس کا پیغام یہ ہے کہ خدا کو اپنے محبوب ﷺ کی اداؤں سے پیار ہے اور وہ ہر مسلمان کو اپنے محبوب ﷺ کی پاکیزہ اداؤں میں ڈوبا ہوا دیکھنا چاہتا ہے

Marfat.com

یوں کہ اس کی زندگی سنتِ مصطفیٰ ﷺ کا آئینہ بن جائے۔ لیکن یہ پیروی محض سنتوں کی نقالی نہ ہو بلکہ ہماری سوچ، عمل اور جذبے سب عشقِ مصطفیٰ ﷺ کی حرارت میں گندھے ہوں۔ سوال یہ ہے کہ ہماری زندگی اسوۂ حسنہ کے سانچے میں ڈھلے کیسے؟ اس ضمن میں ''عالمی تحریک سیرت'' نے میڈیکل سائنس کی جدید ترین تحقیقات کی روشنی میں اتباع سنت کا ایک مثالی انقلابی پروگرام ترتیب دیا ہے جس کی پہلی کڑی ہماری کتاب ''پانچ منٹ زندگی کے لئے'' ہے۔

۴۔ اس تحریک کا تشخص روحانیت ہے۔ یہ چاہتی ہے کہ اسلام کے ساتھ ہمارا تعلق گہرا، حقیقی اور روحانی ہو۔ جبری، میکانکی اور مصنوعی نہیں۔ ہم جو عمل بھی کریں اس میں ہمارے جسم اور روح دونوں کو شامل ہونا چاہیے۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ دین پہلے انسان کے جذبوں میں ڈھلے اور پھر اس کے عمل میں ابھرے اور یہی تحریک سیرت کی جدوجہد کا محور ہے۔

۵۔ عالمی تحریک سیرت کا مزاج عام تحریکوں اور تنظیموں سے مختلف ہے۔ یہ جلسے، جلوس اور جوش و خروش کو ثانوی اہمیت دیتی ہے اور اصل توجہ ٹھوس اور بنیادی کام پر مرکوز رکھتی ہے۔ یہ عصرِ حاضر کے تقاضوں اور نئے حالات کے تناظر میں خاموش اور سنجیدہ کام کرنا چاہتی ہے۔ اس کی جدوجہد دور رس اور دیرپا اثرات کی حامل ہے۔

۶۔ عالمی تحریک سیرت نے اپنی ترجیحات میں ایسے اہم اور ضروری کاموں کو رکھا ہے جو اس وقت دنیا بھر میں کوئی دوسری تحریک و تنظیم انجام نہیں دے رہی۔ یہ محض تشہیر اور تنظیم سازی کے لئے کام نہیں کرتی، بلکہ زندگی کی حقیقی ضرورتوں کے حوالے سے اپنے لئے عمل کی راہیں متعین کرتی ہے۔

Marfat.com

☆ آیئے اور "عالمی تحریک سیرت" سے فائدہ اٹھائیے:

۱۔ "عالمی تحریک سیرت" آپ کے لئے بہت سے فوائد اور مواقع کی پیشکش کر رہی ہے۔ آیئے اور ان مواقع سے فائدہ اٹھایئے۔ ہر مسلمان کے لئے اپنے آقا و مولا دوجہاں کے سردار محبوبِ خدا رحمۃ للعلمین ﷺ کی سیرت مطہرہ سے فیضیاب ہونا دنیا کی سب سے بڑی سعادت ہے اور خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو عالمی تحریک سیرت کے اس عظیم اور بے مثال مشن کا حصہ بن کر اپنی زندگی سنوار لیں۔

۲۔ اپنے گھر میں، اپنے بچوں کے ساتھ ہر ہفتے صرف ۴۵ منٹ کے لئے "محفل ذکرِ حبیب ﷺ" سجایئے۔ یوں سال بھر میں کل ۵۲ محافل کے بعد آپ دیکھیں گے کہ خاندان کے ہر فرد کی زندگی میں کتنی بڑی اور انقلابی تبدیلی آ رہی ہے اور آپ کا گھر کیسی انمول برکتوں اور سعادتوں کا گہوارہ بن رہا ہے۔ عالمی تحریک سیرت نے گھر گھر محافل ذکرِ حبیب ﷺ کے اس عظیم اور بے مثال پروگرام کے لئے ایک "منفرد نصاب" ترتیب دیا ہے جو ان شاء اللہ عنقریب شائع ہو کر آپ کو میسر ہوگا۔

۳۔ آپ جہاں اور جس حال میں بھی ہوں روزانہ صرف پانچ منٹ نکالئے، دھیرے دھیرے زندگی سنور جائے گی۔ عالمی تحریک سیرت نے ایک ایسا "متوازن تدریجی نظامِ عمل" ترتیب دیا ہے جو اسلام کی پاکیزہ تعلیمات اور میڈیکل سائنس کی جدید تعلیمات کا سنگھم ہے۔ ہماری کتاب "پانچ منٹ زندگی کے لئے" اس سلسلہ کی پہلی کڑی ہے۔ اسے پڑھئے اور برتئے؛ ان شاء اللہ آپ خود اس کے فوائد و اثرات محسوس کریں گے۔

Marfat.com

۴۔ اپنے گھر، دکان یا ادارے میں ایک چھوٹی سی ''سیرت لائبریری'' قائم کرنے کا ارادہ کیجئے؛ ہم آپ کو مفت لٹریچر اور دیگر مواد فراہم کرتے رہیں گے۔ نیز ہم کتابیں انتہائی رعایت پر مہیا کریں گے۔

۵۔ حضور رحمت عالم ﷺ کی بارگہِ اقدس میں عقیدت و محبت کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے درود پاک، تلاوت آیات، اذکار و اوراد، نوافل و صدقات اور دیگر شخصی معمولات کا ایک مثالی خاکہ ترتیب دیا گیا ہے۔ تحریک سیرت کے اس مقدس روحانی سلسلے میں شمولیت کے لئے رابطہ کیجئے۔

۶۔ عالمی تحریک سیرت کے زیرِ اہتمام سیرت طیبہ کے حوالے سے مختلف تعلیمی کلاسز اور خط و کتابت کے ذریعے فاصلاتی کورسز شروع کئے جا رہے ہیں۔ ان کورسز میں شامل ہو کر اپنے آقا و مولا ﷺ کی حیات طیبہ سے آگاہی حاصل کریں۔

۷۔ اپنے گھر، دفتر یا ادارے میں ذکرِ رسول ﷺ کی مختصر محافل، درود پاک کے حلقے اور مطالعہ سیرت کے اجتماعی پروگرام ترتیب دیجئے۔ تحریک سیرت اس ضمن میں بھرپور عملی تعاون کرے گی۔

۸۔ تحریکِ سیرت کے دعوتی، اصلاحی اور تربیتی پروگراموں سے خود بھی استفادہ کریں اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیں۔ یہ پروگرام آپ کی علمی، دینی اور سماجی ترقی میں مددگار ثابت ہوں گے۔

۹۔ عالمی تحریکِ سیرت کے زیرِ اہتمام مجالس ذکرِ رسول ﷺ، محافلِ میلاد اور خطباتِ سیرت کے عظیم الشان پروگراموں میں شرکت کی سعادت حاصل کریں۔

۱۰۔ سیرت طیبہ کے حوالے سے کوئی علمی و فکری کام انجام دیں یا کسی قسم کا دعوتی و اصلاحی پروگرام بنائیں اور ہمارا بھرپور تعاون حاصل کریں۔

Marfat.com

۱۱۔ صرف ایک بار مبلغ پانچ سو روپے (۵۰۰) روپے زرِ تعاون ادا کیجئے اور ''عالمی تحریک سیرت'' کے تاحیات ابتدائی رکن بن کر ہمارے تمام اجتماعی کاموں کے اجر و ثواب اور خیر و برکت میں زندگی بھر مفت حصہ پائیے۔

۱۲۔ اگر آپ عالمی تحریک سیرت کے ''حلقہ نہضت'' میں اپنا نام درج کرانا چاہیں تو نیچے دیا گیا کوپن بھر کر یا مطلوبہ کوائف سادہ کاغذ پر لکھ کر ہمیں بھیج دیجئے اس کے بہت سے فوائد آپ کو حاصل ہوں گے۔

والسلام

سیّد عبدالرحمٰن بخاری
مؤسس عالمی تحریکِ سیرت

۱۔ جامع مسجد عکس گنبد خضرا، نہر پل، شارع قائداعظم، لاہور
۲۔ ۲۹-ڈی سبزہ زار، لاہور

کوائف برائے حلقہ نہضت، عالمی تحریک سیرت

نام ---------- ولدیت ----------

عمر ---------- پیشہ ----------

تعلیم (دینی) ---------- مروجہ ----------

مستقل پتہ ----------

موجودہ پتہ ----------

فون (دفتر) ---------- (رہائش) ----------

ای میل ----------

Marfat.com

پہلا پارہ

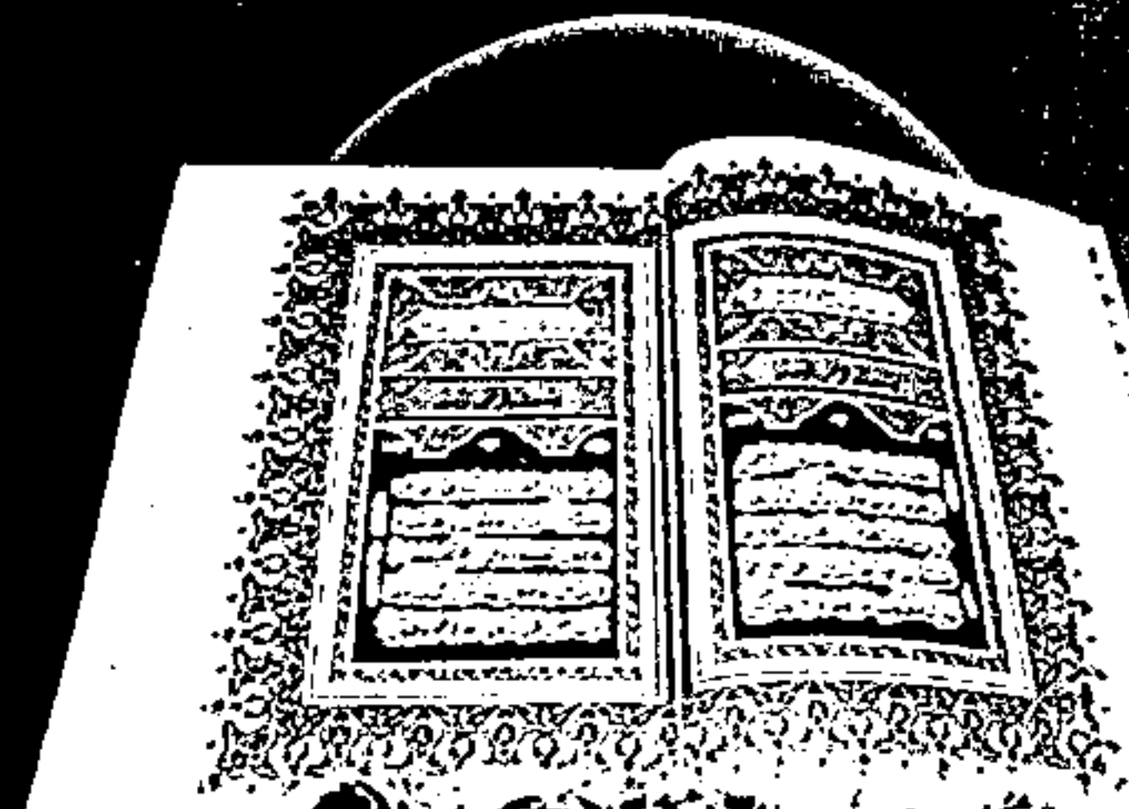

تفسیر تجلیاتِ قرآن

تالیف

پروفیسر سید عبدالرحمن بخاری

Marfat.com